



مُطَالَعَةُ رُبُوءِ

www.maktabams.com

2



دَکِیْرَ عَلَامَہ خَالِ مُحَمَّد صَاحِب

ایک تاریخی ہنکری اور تحقیقی جائزہ

مطالعہ بریلوٹ

جلد دوم

مُصَنَّف

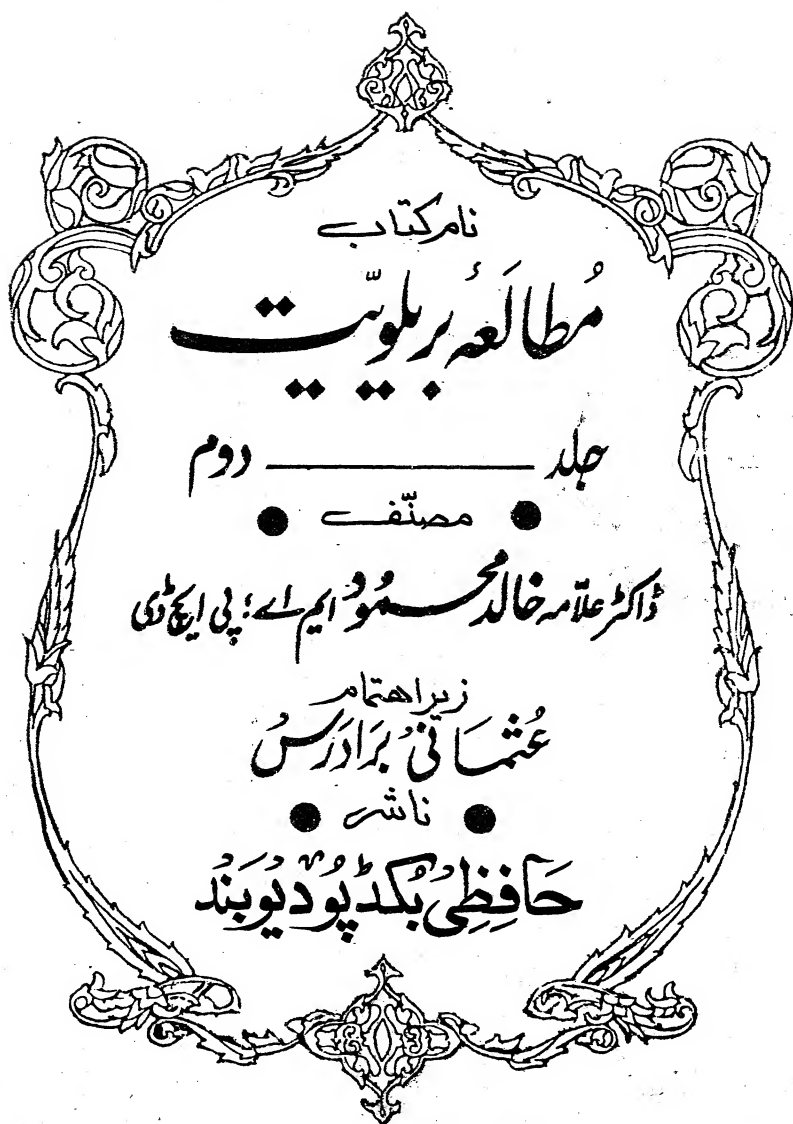
ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے؛ پنی ایچ ایچ ایف
ڈائرکٹر اسلامک کیسٹری می مینجسٹر

تقریظ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب
نہتم دارالعلوم وقف دیوبند

حافظی بکڈ پو دیوبند

Hafzi Book Depot, Deoband (U.P.)



**HAFZI BOOK DEPOT
DEOBAND U.P.**

یہاں تک حالات کیسے پہنچے

- ۳۱ میرے دین و مذہب پر چلو
۳۲ مذہبی خودکشی کی ایک مثال
اپنی اور ریگانی عبارتوں پر گرفت یکساں ہونی چاہیے
۳۲ بریلوی تنقید کی گولہ باری
۳۵ ساری امت تنقید کی زد میں
۳۵ حرام حرام کی امت گیر گردانی
- ۱۹ صنعتی انقلاب کے بعد انجینئرز میں مسلمانوں کی آمد
۱۹ مدارس و مساجد کا قیام
۱۹ مسلمانوں کو اسلام پر رکھنے کی تبلیغی مہمیں
۱۹ ۱۹۶۴ء تک یہ زمین اختلافات ناآشتی رہی
۲۰ بریڈ فورڈ کے ایک پیر حجاب کی محنت سے اختلافات پھیلے
۲۰ مزدور طبقے کی جہالت سے ناجائز فائدہ
۲۱ مکہ و مدینہ کو آل سعود سے نکالنے کی بین الاقوامی مہم
۲۱ ایک چرچ میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام
۲۲ شاہ فیصل کا تختہ الٹنے کا بریلوی اعلان
۲۳ دہلیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ
۲۳ جلالت الملک شاہ فیصل کی شہادت
۲۴ انجمن خدام التوحید والسنۃ کا برہنہ گم میں جلسہ عام
۲۵ تعارف مولانا احمد رضا خاں کے مثبت نتائج
۲۵ جمع شدہ معلومات کی کتابی ضرورت

بریلوی تصویر کا دوسرا رخ

- ۳۶ مذہبی خودکشی کا لڑہ خیر سامعہ
بریلویوں کی مرکزی مسجد میں شاہ فیصل کو ایصالِ ثواب
اپنے ہی عقیدہ سے خوریز تصادم
۳۸ شاہ فیصل پر سجدی دہانی ہونے کا فتوے
۳۹ بریلویوں کی طرف سے پاکستان کی مخالفت
۴۰ ڈاکٹر اقبال کے خلاف فتوے
۴۰ بانی پاکستان پر فتوے کفر

مقدمہ

دیباچہ طبع سوم

- ۲۷ مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی ضرورت
۲۸ اختلاف کی نئی شاہراہ
۳۰ تحریک تفریق امت
۳۰ مذہب کی نسبت کمر حجاب جوتی ہے
- ۴۲ کتاب کی مقبولیت پر شک و امان
۴۳ دھماکے کے دور رس نتائج
یہ ایک مثبت کتاب ہے کبھی دوسری کتاب کا جواب نہیں

مولانا احمد رضا خاں — علم و فضل کے آئینہ میں

- ۵۴ شیخ وقت کی بد دعا کا اثر آخر تک رہا ۴۶ مولانا احمد رضا خاں کے اساتذہ کرام
- ۵۴ خانصاحب کی علم منطق میں بے مانگی ۴۶ علم ہدیت اور نجوم مولانا عبدالعلی سے
- ۵۵ واسطہ فی الاثبات کی اصطلاح سے نادافعی ۴۶ علم جفر اور حکیم مولانا ابو احسین نوری سے
- ۵۵ واسطہ مصطلح اہل حکمت ۴۷ مدینہ منورہ میں بھی علم جفر کی ہی تلاش رہی
- ۵۷ منطق میں خالی ہونے پر جمہیر شریف کی شہادت ۴۷ خان صاحب ستاروں کے اثرات کے قائل
- ۵۸ مولانا احمد رضا خاں کے بارہ بیج گئے تھے ۴۸ ایک ہی دن میں بیعت و خلافت پائی
- ۵۹ خانصاحب علمی محفلوں میں کوئی شہرت نہ پاسکے ۴۸ خواب میں فضول بک کی بشارت ملی
- ۵۹ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی برابری کا دعویٰ ۴۸ خانصاحب کسی درگاہ میں نہ پڑ سکے
- ۶۰ شیعہ کی کتابوں سے افسوسناک بے خبری ۴۹ مرزا غلام قادر سے خصوصی تلمذ رہا
- ۶۱ حدیث کے لئے دوسرے علماء کی طرف رجوع ۴۹ خانصاحب کے علم لدنی کا دعویٰ
- ۶۱ مدرسہ دیوبند کی علمی عظمت ۴۹ تین برس کی عمر میں عربی کے عالم ہونے کی گپ
- ۶۲ مولانا غلام دستگیر قصوری کی شہادت ۴۹ چار سال کی عمر میں کرتہ آگے سے اٹھایا
- ۶۲ خانصاحب اختلاف دو مدرسوں کا اختلاف تھا ۵۰ چھ سال کی عمر میں علم و عرفان کی تقریر
- ۶۲ بریلویوں کا علماء عرب کی تحسین سے استدلال ۵۱ امام اعظم ابو حنیفہ کے اساتذہ کی تعداد
- ۶۳ فضیلۃ الشیخ سید احمد برزنجی کا تحسین سے رجوع ۵۱ تیرہ سالہ مفتی کے علمی جلوے
- ۶۳ خانصاحب کے ہاں حضرت مولانا برزنجی کا علمی مقام ۵۲ مطالعہ میں کل پچاس کتابیں رہیں
- ۶۴ مولانا برزنجی کے ہاں مولانا خلیل احمد کا مقام ۵۲ خانصاحب کے مدرسہ بریلی کی علمی حیثیت
- ۶۴ فضیلۃ الشیخ عبدالقادر توفیق شبلی کے بارے میں خانصاحب کی پہلی اور پچھلی رائے ۵۳ کھڑے ہو کر حدیث پڑھانے کا شوق
- ۵۴ مولانا عبدالحق خیر آبادی کی خدمت میں حاضری ۵۴

- ۷۶ خانصاحب کبھی کسی مناظرے میں سامنے نہ آئے
- ۷۷ زندگی بھر مولانا مرتضیٰ حسن سے بھاگتے رہے
- ۷۸ علامہ بدایوں کے سامنے کبھی نہیں آئے
- ۷۹ حضرت مولانا معین الدین اجمیری کی شہادت
- ۸۰ خواب میں درسی خدمات
- ۸۱ خان صاحب مجدد کیسے بنے
- ۸۲ خانصاحب کے فضائل چہارگانہ
- ۸۳ آپ کے پہلودار الفاظ کے تختہ مشق
- ۸۴ وہابی کہہ کر فتوے کفر کی راہ نکالنا
- ۸۵ فقہاء سے ذہنی بغاوت
- ۸۶ خان صاحب ایک پہلوان کے روپ میں
- ۸۷ خانصاحب علمی میدان کے آدمی نہ تھے
- ۸۸ خانصاحب کے پیروؤں کی علمی شان
- ۸۹ ان جہلاء میں مشنری دلولہ کہاں سے آگیا
- ۹۰ مقابلہ کے وقت خانصاحب کے تیرہ جیلے
- ۹۱ مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ علمی تصویر
- ۹۲ فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کے حاشیے
- ۹۳ خانصاحب کی تصانیف الف لیلہ کی داستان
- ۹۴ فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں
- ۹۵ سب رسائل فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں
- ۹۶ فتاویٰ رضویہ کی عدم مقبولیت کی وجہ
- ۹۷ فقہی حوالے غلط دینے کی عادت

مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قرآن

- ۹۸ نئے ترجمہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی
- ۹۹ محدثین دہلی کے تراجم سے اعتماد اٹھانا
- ۱۰۰ خانصاحب کے ترجمہ قرآن کی خصوصیت
- ۱۰۱ ترجمہ میں تحریف قرآن کی ایک مثال
- ۱۰۲ حضور کو ظاہر صورت میں کافروں کی طرح بتلانا
- ۱۰۳ فروع بشر اور صورت بشری میں فرق

غلط ترجمہ قرآن پر عالمی احتجاج

- ۱۰۴ امارات عربیہ میں اس پر پابندی
- ۱۰۵ وزیرستان میں کئے الایمان پر پابندی
- ۱۰۶ متحدہ عرب امارات کا سرکل
- ۱۰۷ پاکستان کے اہل بدعت کی فریاد
- ۱۰۸ برطانیوں کی کوشش صدایہ صحر

کثرت تصنیف سے خانصاحب کی علمی برتری پر استدلال

- ۱۰۹ مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات
- ۱۱۰ تفسیروں کے حاشیے لکھنے کا ہوائی دعوے
- ۱۱۱ حدیث اور اسماء الرجال کی کتابوں کے حاشیے

۱۰۹ اندر بخش دے آپ کی اگلی پچھلی خطائیں

۱۱۱ آنحضرت کو مغفرت چاہنے کی ہدایت

۱۱۳ ذنب کا ترجمہ بدلنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوا

۱۱۴ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں آیت کا معنی

۱۱۴ حضرت میمونؓ بن شعبہؓ کے ہاں آیت کا ترجمہ

۱۱۵ مولانا احمد رضا اودھتی احمدیاریں کون راستی پر ہے

۱۱۵ مولانا غلام دستگیر تھوری کا ترجمہ آیت

۱۱۶ ایک بریلوی تاول کا جواب

۱۱۷ مولانا احمد رضا کے والد کا ترجمہ

۱۱۸ حضور کو بخشش چاہنے کا قرآنی حکم

۱۱۸ بریلوی علماء کا اعتراف کہ حضورؐ کی طرف گناہ

۱۱۹ کی نسبت کسب کی نہیں قصیر کی ہے

۱۲۰ مولانا احمد رضا کو دو دو ترجمہ کرنے کا شوق

۱۲۰ دو دو ترجموں کی ایک اور مثال

۱۲۱ دو دو ترجموں کی مزید ایک اور مثال

۱۲۳ دو دو ترجموں کا ایک اور واقعہ

۱۲۴ دو دو ترجموں پر کہ دوڑے نہیں، کا ثقیل ترجمہ

۱۲۵ لفظ کو ذیل کرنے کی ایک اور مثال

۱۲۵ خانصاحب کے ترجموں میں مجاری بھکم الفاظ

۱۲۶ بعض مفرد الفاظ کے بے ڈھب معنی

۱۲۸ ادھرے کا بے ڈھب ترجمہ

۹۳ قرآن کریم کی ابدی حفاظت مرعود ہے

کنز الایمان ترجمہ قرآن نہیں

۹۴ ترجمے کی نئی قسم تفسیری ترجمہ

۹۵ خانصاحب نے قواعد ترجمہ سے کیوں گریز کی

۹۶ لفظی ترجموں کے خطروں کا اقرار

۹۶ تمام تراجم قرآن کی صحت کا اقرار

۹۷ لفظی تراجم سے عصمت انبیاء کے مجروح

۹۷ ہونے کا دعویٰ

۹۷ ذنب کے ترجمہ پر ایک مختصر اور جامع بحث

۹۸ ترجمہ کی حقیقت اور مترجم کی ذمہ داری

کنز الایمان کے قابل دیدن ہونے

۱۰۱ بجنتہ اللہ علی تہلیل کا ترجمہ

۱۰۲ سورة الرحمن کی ابتدائی آیات کا ترجمہ

۱۰۴ یہود کا دعویٰ کہ ہم نے مسیح کو شہید کیا

۱۰۵ فسیکفیکم اللہ کا غلط ترجمہ

۱۰۶ حضورؐ کو عامی کی طرح بلانے کی غلطی

۱۰۷ غلط ترجمہ قرآن سے خانصاحب کی عرض کیا تھی؟

۱۰۸ اولیاء اللہ کے لیے اللہ کی قدرت ثابت کرنا

۱۰۸ حضرت عیسیٰ کے لیے کفر پانے کا ترجمہ

- غلط ترجمے کی ایک اور مثال ۱۲۹
- مفردات کے غلط ترجمے کا ایک اور نمونہ ۱۳۰
- خافض صاحب عہد اور عہد میں فرق نہ کر سکے ۱۳۰
- اطاعت کے معنی خوشی کرنا کیے ۱۳۱
- اصلحو کا نیا ترجمہ آپا سنبھالنا ۱۳۳
- لاذین کا نیا ترجمہ بھلاوے دوں گا ۱۳۳
- امہات المؤمنین کی شان میں بے ادبی ۱۳۴
- دو مہارے دل راہ سے ہٹ گئے ہیں ۱۳۴
- عتل کا ترجمہ جس کی اصل میں خطا ہو ۱۳۵
- خافض صاحب تادیاتی ترجمے کے قریب جا پہنچے ۱۳۶
- وظنوا انہم قد کذبوا کا ترجمہ ۱۳۷
- خافض صاحب اذن اور اذعان میں فرق نہ کر سکے ۱۳۸
- واخبرین منہم کا عطف کس پر ہے ۱۳۸
- ترجمہ قرآن میں اپنی قیدیں لگانا ۱۴۱
- خافض صاحب نے کہاں کہاں حنفی مذہب کی مخالفت کی ۱۴۱
- جناح کا ترجمہ گناہ کی بجائے مطالبہ ۱۴۲
- سعی کا معنی دوڑ کر آنے سے بدل دیا ۱۴۴
- فکلو اما امسک علیکم میں مار کر کا اضافہ ۱۴۵
- جھٹلانے کو حق کہنے کا غلط ترجمہ ۱۴۶
- لا یفتخون کا ترجمہ معروف میں کرنا ۱۴۶
- امشراء کے معنی جینے کی بجائے خرید کرنا ۱۴۷
- مطلب کی گواہی ادا کرنا درست نہیں ۱۴۸
- آیت کہیں سے لی اور ترجمہ کہاں سے لیا ۱۴۸
- عنقر المعانی سے لیصطن عملک کے معنی ۱۵۰
- یکرون و یکمرا اللہ کے معنی ۱۵۱
- خافض صاحب نے استہزاء کو خدا کی طرف منسوب کر دیا ۱۵۱
- شیاطین لوگوں کو عہد سیمانی میں جا دو رکھاتے تھے حضور کے عہد میں نہیں ۱۵۲
- گویا نہ رہے تھے مگر اس دن کی ایک گھڑی ۱۵۳
- نہو کے معنی امام صاحب کے خلاف گئے ۱۵۴
- بریلویوں کا ادب قائم رکھنے کا عذر لگ ۱۵۵
- تھکد کت ترکن الیم کا ترجمہ ۱۵۶
- نبی کے غلط ترجمے میں مقام نبوت کی نفی ۱۵۷
- حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سرور ملائیکہ کی گستاخی ۱۵۸
- تجترون کا غلط ترجمہ ۱۵۹
- خان صاحب نے ترجمہ پر محنت نہیں کی ۱۵۹
- ریلے اور پٹے میں فرق نہ کر سکے ۱۶۰
- حضور کی بے ادبی والا ایک اور ترجمہ ۱۶۱
- گستاخی اور بے ادبی کی مزید مثال ۱۶۲
- ایک اور ایسی مثال ۱۶۲
- ایک اور گستاخی سینے ۱۶۳
- عورت اپنے آپ کو بطور نذر پیش کرے ۱۶۳

مولانا احمد رضا خان کی پیدائش ۱۸۵۶ء ۱۷۹

باپ بیٹے کا ایک ہی دن بیعت ہونا ۱۷۹

بیعت کرتے ہی خلافت مل گئی ۱۸۰

والدہ کی وصیت کو آئندہ حج نہ کرنا ۱۸۰

مولانا کی رہائش کس قسم کے محلے میں تھی ۱۸۰

چار سال کی عمر میں آگے سے کرتے انھما دیا ۱۸۰

طوائف کے ہاں میلاد پڑھنے کی راہیں ۱۸۱

طوائف کی ضمانت کر ان کا ختم صحیح ہے ۱۸۱

طوائف کو مکان کر ایہ پر دینا جائز ہے ۱۸۲

ناچ کی مجلس میں کبھی نماز مبنی چاہیے ۱۸۲

مولانا رضا علی ماں کا محلے میں گزر ۱۸۳

خا صاحب نواب صاحب کے خامس پلنگ پر ۱۸۳

طوائف آپ کے جواب سے لذت لیتی تھیں ۱۸۵

مولانا احمد رضا خان کی چلبلی طبیعت ۱۸۵

عورتوں کے بارے میں شعر بازی کا شوق ۱۸۵

آپ کے شعروں پر منفی منظر اشر صاحب کا تبصرہ ۱۸۵

سیوت میں صوفیاء کا رنگ نہ تھا ۱۸۶

مولانا سلوک کی منزل سے نہیں گزرے ۱۸۶

شیخ طریقت بھی کنوئیں کے شوقین نکلے ۱۸۷

خرقہ خلافت بلا ریاضت ملا تھا ۱۸۷

مولانا احمد رضا خان کے ہاں لفظ ”نذر“ ۱۷۴

موسیٰ علیہ السلام کی ماں بے صبری ہو گئی ۱۷۵

کنز الایمان“ تاریخی نام کیسے بن گیا ۱۷۵

”انظرانی“ حجاب کے ترجمہ میں اضافہ ۱۷۶

اپنے عقائد و اعمال قرآن کے حاشیہ میں ۱۷۶

کنز الایمان کے تفسیری حاشیوں کی ایک جھلک

بے جان جانوروں کو فیض دینے کیلئے پکارنا ۱۷۹

تیج چالیسواں کرنے کا استدلال ۱۸۰

دسویں اور بیسویں کو مساکین کو کھلائیں ۱۸۱

حق معلوم کی تفسیر وقت مقرر کرنا ۱۸۱

ہر گیارہویں تاریخ کو گیارہ آنے دیوے ۱۸۱

بیسویں محرم کو کر بلا کی یاد تازہ کرنا قرآن کے مطابق ہے ۱۸۲

”کذب بالذین“ کی تفسیر میں گیارہویں شریف ۱۸۲

گیارہویں شریف کے استدلال ۱۸۳

بزرگوں کے یوم وفات کو عرس بنانا ۱۸۵

من و سلوئی کا کھانا بطور تبرک تھا ۱۸۶

عیسائیوں کا بڑا دن میلاد شریف کا ہے ۱۸۶

قیام کرنے پر عجیب استدلال ۱۸۷

مولانا احمد رضا خان کی عملی زندگی کے نمونے

- ۲۱۰ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے
- ۲۱۱ کوئی اور واجب الوجود نہیں
- ۲۱۲ واجب اور ممکن کے مابین کوئی برزخ نہیں
- ۲۱۳ حضور کے ممکن الوجود ہونے سے بریلوں کا انکار
- ۲۱۴ کچھ سمجھ نہیں سکتا کہ حضور کیا تھے؟
- ۲۱۵ تشکیک کا سوفسطائی عقیدہ
- ۲۱۶ وجوب امکان میں برزخ کا اثبات
- ۲۱۷ حضور کے ممکن الوجود ہونے کی تردید
- ۲۱۸ کل مخلوقات حادث اور ممکن الوجود ہے
- ۲۱۹ حضور نبی کریم مخلوق اور ممکن الوجود تھے
- ۲۲۰ حضرت مجدد الف ثانی کی تصریح
- ۲۲۱ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصریح
- ۲۲۲ حضرت امام شاہ ولی اللہ کی تصریح
- ۲۲۳ جس کی بھی تکوین ہوئی وہ حادث ہے
- ۱۸۸ عمر بھر حضور کی زیارت نصیب نہ ہوئی
- ۱۸۹ مولانا احمد رضا خاں کی نماز
- ۱۸۹ سنت معاف نفل صلا
- ۱۹۰ نفس کی حرکت سے بند ٹوٹ گیا
- ۱۹۱ عضو تناسل پر خاص تحقیق
- ۱۹۲ گاؤں کی اچھاڑہ لڑکی پر نظر
- ۱۹۳ ستر کے مزاج کی چادر سال کی عمر میں خبر
- ۱۹۴ مرزا غلام قادر آپ پر جان چھڑکتے تھے
- ۱۹۵ مولانا احمد رضا خاں کی مالی پوزیشن
- ۱۹۶ خانصاحب نے عمر بھر کبھی زکوٰۃ نہ دی
- ۱۹۷ نوٹوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا فتوے
- ۱۹۸ حضرت گنگوہی کا نوٹوں پر زکوٰۃ فتوے

اخلاقی زندگی کی ایک جھلک

- ۲۰۲ بریلوں کی فرش زبانی
- ۲۰۳ خانصاحب کی فرش زبانی پر مولانا اجیری کا تبصرہ
- ۲۰۴ خانصاحب کا تین کے تصور میں لذت لینا
- ۲۰۵ بزرگانی میں قرآن پاک کے الفاظ سے کمینا
- ۲۰۶ سنت و بدعت کے شرعی اطلاقات سے مستحضر
- ۲۰۷ اولیاء کو کہہ کر جہاں بناؤ الیں
- ۲۰۸ ادب و کرامت کا کن پر قبضہ ہو چکا ہے
- ۲۰۹ تکوینی امور کو تشریع پر قیاس کرنے کی غلطی
- ۲۱۰ اصحاب تکوین کلمۃ امر الہی کے تحت
- ۲۱۱ خانصاحب کے عقیدے میں مجاز کی تاویل نہیں ملتی

عقیدہ توحید کی ایک جھلک

- ۲۲۳
- ۲۲۴

مولانا احمد رضا خاں ادران کے پیروں کا عقیدہ توحید

- ۲۲۳ بشریت کے پردے میں خدا
۲۲۳ حضور نور مخلوق نہیں نور خالق ہیں
۲۲۷ حضور اپنی ذاتی قدرت سے رازق ہیں
۲۲۷ حضور خدا کا مظہر اتم ہیں
۲۲۵ پردے میں ہونے اور نہ ہونے کا فرق
۲۲۶ حضور کے خدا ہونے کا دعویٰ
۲۲۷ حضور کو خدا کہنے کا ایک اور پیرایہ
۲۲۷ حضور پر الٰہی چال چلنے کا الزام
۲۲۸ ملکی زبان سے سلیس اردو میں
۲۲۸ حضور کو خدا خدا اعتقاد کرنا
۲۲۹ حضور کے لامکانی ہونے کا دعویٰ
۲۵۰ مہاجر کی رات اپنے آپ سے ملاقات
۲۵۱ حضور کے عین خدا ہونے کا دعویٰ
۲۵۱ خدا خواجہ فرید کے روپ میں
۲۵۲ خدا کی تصویر بصورت پیر
۲۵۲ خدائی صفات حضرت علی میں
۲۵۲ خدا کی پیدائش کا عقیدہ
۲۵۳ خدا کے لیے بیٹے کی تجویز

- ۲۲۷ شیخ عبدالقادر جیلانی کو کار عالم کا مدبرانہ
۲۲۵ اہل بیت کی تکوینی حیثیت کا دعویٰ
۲۲۶ فرقہ مغمومہ کے عقائد اس دور میں
۲۲۷ بریلوی فرقہ مغمومہ کے نقش قدم پر
۲۲۸ حضرت پیران پیر کو کن کن کے اختیارات
۲۲۹ حضرت شیخ جیلانی و کل کائنات کو متخلص ہوئے ہیں
۲۳۰ شیخ کو سورج روزِ سلام کرتا ہے
۲۳۲ حدیث انما انا قاسم کی شرح
۲۳۲ بریلوی عقیدہ خلاف مراد حدیث

اللہ تعالیٰ کو منشی کہنے کی گستاخی

- ۲۲۶ خدا مدینہ کی گلیوں میں
۲۲۷ کن فیکون کے سارے اختیارات
۲۳۶ حضرت غوث پاک کا خدا پر رعب
۲۳۷ بغیر غوث زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے
۲۳۸ حضرت جنید بغدادی کو خدا پر فضیلت دینا
۲۳۸ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ توحید
۲۴۰ حضرت شیخ سرہندی کا عقیدہ توحید
۲۴۱ حضرت پیر مہر علی کا عقیدہ توحید
۲۴۲ مولانا نقی علی خاں کا عقیدہ توحید

- ۲۵۴ خدا سے کشتی کرنے کا قصور
 ۲۵۵ خدا سے لڑائی لڑنے کا عقیدہ
 ۲۵۵ خدا کی تقدیر سے ٹکر لینا
 ۲۵۶ غذائی فیصلے کے خلاف اختیارات
 ۲۵۶ خدا کے بار میں امکان کذب کا عقیدہ
 ۲۵۷ خدا کے بالفضل جھوٹا ہونے کا عقیدہ
 ۲۶۰ خدا مشورے لے کر کام کرتا ہے ؟
 ۲۶۱ خدا کی قدرت کو کھلا چیلنج
 ۲۶۵ بریلویوں کی دو رخی پالیسی
 ۲۶۵ بریلویوں کا عجیب انداز تبصرہ
 ۲۶۶ شرمناک قلم کا لفظ ہفتی
 ۲۶۷ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سہل انگاری
- ۲۵۳ بریلوی عقیدہ کہ حضور غوث کی مجلس
 { میں حاضری دیتے ہیں
 ۲۵۳ حضرت غوث پاک کو حضور پر ترجیح دینا
 ۲۵۳ غوث پاک کو حضرت یوسف ترجیح دینا
 ۲۵۶ حضرت یحییٰ منیری کو حضرت خضر پر ترجیح دینا
 ۲۷۷ حضرت خضر نبی تھے یا ملی ؟
 ۲۷۷ مامور خداوندی سے ہاتھ کھینچنا
 ۲۸۰ حضرت یعقوب علیہ السلام کی توہین
 ۲۷۷ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین
 ۲۸۱ حضور کے لیے شیطان کو مقیاس بنانے کی گستاخی
 ۲۸۲ پیغمبر شیطان کی زد میں (معاذ اللہ)
 ۲۸۳ حضرت آدم علیہ السلام کی توہین
 ۲۸۳ حضرت نوح علیہ السلام کی توہین
 ۲۸۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین
 ۲۸۵ سب پیغمبروں کو مردے کہہ ڈالا

عقائد رسالت کے باب میں

انبیاء کی دخل شیطانی سے حفاظت

- ۲۷۱ دین میں رسالت کی مرکزی حیثیت
 ۲۷۱ انبیاء کرام کبھی ہجرا نہیں کرتے
 ۲۷۲ انبیاء کی عبدیت کو ناگوار سمجھنا
 ۲۷۲ تقدیر کے محو اثبات پر حضور کا حکم
 ۲۷۲ حضور جس پر چاہیں باب توبہ بند کر دیں
 ۲۷۲ صحیح عقیدہ کہ رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں
 ۲۷۲ کوئی دلی نبی سے درجہ میں نہیں بڑھ سکتا
- ۲۸۶ حضور کی سی آواز کسی کی نہیں ہو سکتی
 ۲۸۷ حضور کی سی خوشبو کسی کی نہیں ہو سکتی
 ۲۸۷ انبیاء کا ظاہر و باطن ایک سا ہوتا ہے
 ۲۸۸ انبیاء کی بشریت اور رسالت

- ۲۸۸ بریلوی عقیدہ ”پیغمبر شکاری کی ادائیں“
- ۲۹۰ اعلان بشریت ایک غیر اختیاری آواز تھی
- ۲۹۰ ظاہر صورت بشری میں کافروں کے تشبیہ
- ۲۹۱ تنبیہ انبیاء کا شرعی حکم
- ۲۹۲ اسلام کے عقیدہ رسالت پر حملہ
- ۲۹۲ حضورؐ کی صورت میں خواجہ فرید
- ۲۹۳ حضورؐ محمد معین الدین کی صورت میں
- ۲۹۴ حضورؐ کے جید کمالات شیخ جیلانیؒ میں
- ۲۹۴ حضورؐ کی امامت کا دعوے
- ۲۹۵ حضورؐ جسم پاک سے تشریف فرما ہوئے
- ۲۹۶ ظاہری نماز جنازہ ہو چکی تھی
- ۲۹۶ خواب کی اصل تعبیر کچھ اور تھی
- ۲۹۷ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضریٰ میں
- ۲۹۷ حضورؐ پر تیرہ مہمات چلانا (معاذ اللہ)
- ۲۹۸ حضورؐ کی وفات کو حضورؐ کا زوال کہنا
- ۲۹۹ حضورؐ کی رسالت کے دو ممتاز پہلو
- ۳۰۰ حضورؐ کی نبوت پورے عالم کے لیے
- ۳۰۰ حضورؐ کی نبوت کیا صرف عرب کے لیے تھی
- ۳۰۱ حضورؐ کی شان ختم نبوت
- ۵۶۱ مکہ کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا
- ۳۰۲ فتح باب نبوت سے مراد
- ۳۰۳ ختم نبوت کا ایک اور معنی
- ۳۰۴ خاتم پر کمالات کا ختم ہونا
- ۳۰۶ ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی
- ۳۰۶ مذہبی خود کشی ایک المیہ
- ۳۰۸ خالص صاحب کا پہلا عقیدہ ختم نبوت
- ۳۰۸ حضورؐ آخری نبی ہونے پر خوش نہ تھے
- ۳۰۹ فیض صحبت سے نبی بننے کا تصور
- ۳۱۰ ختم نبوت سے مراد تشرعی نبوت کا اختتام
- ۳۱۱ خالص صاحب کا عقیدہ حیات مسیح
- ۳۱۱ خالص صاحب کے ہاں حیات مسیح کا منکر گمراہ نہیں
- ۳۱۲ صرف نزول مسیح کا عقیدہ کافی ہے
- ۳۱۳ مولانا احمد رضا خاں کی مرزائی مسجد میں تقریر
- ۳۱۳ بھیم بھاری میں قادیانیوں کا ذکر
- ۳۱۴ برائے سے بچا ہوا دولہا گجرات میں
- ۳۱۴ گیارہویں کے موضوع پر نیا انکشاف
- ۳۱۴ تاریخ منطبق کرنے میں مفتی صاحب کا کمال

انبیاء اور عام افراد انسانی میں فرق

دینی علم میں نبی اور مولوی میں فرق ۳۱۵

مولانا احمد رضا خاں کا انکار ختم نبوت

۳۲۷ حضور کا صحابہ کی اقتدار میں نماز پڑھنا

۳۲۷ حضور کا خانا صاحب کی اقتدار میں نماز پڑھنا

۳۲۸ حضرت صدیق اکبر کی برابری کا دعوے

۳۲۹ حضرت عثمان غنیؓ پر طعن

۳۳۱ خانا صاحب کو صحابہ سے برتر قرار دینا

۳۳۱ صحابی رسول عبداللہ بن مکتوم کی گستاخی

۳۳۲ بریلوی عقیدہ کہ حضور صحابہ سے ناراض تھے

۳۳۳ صحابی رسول عبدالرحمن قاری کی تکفیر

۳۳۴ بریلویوں کی صحابہ سے خفگی کی وجہ

۳۳۴ حضرت ام المؤمنین کی شان میں گستاخی

۳۳۶ بریلویوں کے ہاں یہ معمولی غلطی ہے

۳۳۶ حدائق بخشش حصہ سوم کا تعارف

۳۳۷ توبہ کی بات کتنے سال بعد اٹھی

۳۳۹ بریلویوں کا توبہ نامہ ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا

۳۴۱ بریلویوں کی حضرت عائشہ سے خفگی کی وجہ

۳۴۳ ام المؤمنین کی شان میں ایک ادگستاخی

۳۴۴ جمیع امہات المؤمنین کی شان میں گستاخی

۳۴۴ محمد بن عبدالباقی کو ساتھ لانے کی کوشش

۳۴۴ بریلوی علماء کا حوالہ پیش کرنے سے عجز

مولانا احمد رضا خاں شیعیت

۳۴۴ کی آغوش میں

۳۱۶ پیغمبر فیصلہ خداوندی سے نہیں نکراتے

۳۱۶ فیصلہ خداوندی سے نکر کا بریلوی عقیدہ

۳۱۶ کیا حضور مومنین میں سے نہیں (معاذ اللہ)

مقام صحابہ بریلوی نقطہ نظر میں

۳۱۸ صحابہ کی خصوصیت عام امت پر

۳۲۰ غلبہ راشدین اور اجراء مصالح مرسلہ

۳۲۰ مرتبہ راشدین عام مجتہدین سے بالا

۳۲۱ اقوال صحابہ سے کیتہ نکلتا بڑی غلطی ہے

۳۲۱ خفیہ کے ہاں فعل صحابہ محبت ہے

۳۲۱ صحابی پر جھوٹ باندھنے سے شریعت میں بگاڑ

۳۲۲ صحابہ میں کلام کرنا بدعت ہے

۳۲۲ بدعت کی پانچ اہم اقسام

۳۲۳ بریلویوں کے ہاں خصوصیت صحابہ کا انکار

۳۲۳ خصوصیت کے انکار سے خانا صاحب کی غرض

۳۲۴ صحابہ کے اعمال میں بدعت کا احتمال نہیں

۳۲۴ بدعت لغوی اور شرعی میں فرق

۳۲۶ صحابہ کرام کی برابری کا دعوے

۳۲۶ خانا صاحب کو صحابہ کا منظر اتم بنانا

۳۲۷ حضرت جبریل میاں علی محمد صاحب کی شکل میں

۳۲۷ وصایا شریف کی عبارت میں ترسیم

- ۳۶۲ مولانا ابوالبرکات کا کھلا جھوٹ
- ۳۶۳ اولیاء اللہ کو گدھے سے ملانا
- ۳۶۴ غیب کی بات جاننا کوئی کمال نہیں
- ۳۶۵ شیطان علم غیب رکھتا ہے
- ۳۶۵ اولیاء اللہ پہلو انوں کے اکھاڑے میں
- ۳۶۶ حضرت امیر کلال کا اصل واقعہ
- ۳۶۷ اولیاء اللہ خدا کے ساتھ اکھاڑے میں
- ۳۶۸ خدا کا سہاگ زمانہ لباس میں
- ۳۶۹ جاہل پیروں سے معروب کرنے کے دھنگ
- ۳۷۱ گدھی سے معروب ہونے کا ایک عجیب واقعہ
- ۳۷۲ ہر وقت مرید کے پاس ہونا
- ۳۷۲ پیر کا مرید کی قبر میں آنکلا
- ۳۷۲ مرید کی بیوی کے پاس سونا
- ۳۷۳ زوجین کی خلوت کے وقت بھی سامنے
- ۳۷۵ مریدوں کی مستورات کو بانڈیاں قرار دینا
- ۳۷۶ خائفہ کی اجازت ضروری نہیں
- ۳۷۷ حضرت شیخ جیلانی کا خدا پر رعب
- ۳۷۷ حضرت موسیٰ سہاگ کا خدا پر رعب
- ۳۷۸ حضرت شیخ جیلانی کا عقیدہ توحید
- ۳۷۹ حضرت شیخ جیلانی کی شان میں گستاخی
- ۳۸۰ حضرت شیخ جیلانی کے درشن کو آتے تھے
- ۳۸۱ حضرت خواجہ اجیری کی شان میں گستاخی
- ۳۸۲ حضرت شیخ سرہندی کی شان میں گستاخی
- ۳۷۵ زرقانی نے شیعوں کا اختلاف نقل کیا تھا اسے زرقانی کا عقیدہ بنا دیا
- ۳۷۷ ام المؤمنین کے بعد حضرت فاطمہ کی گستاخی
- ۳۷۸ روضہ منورہ پر حاضر ہو کر صحابہ کی گستاخی
- اولیائے کرام کے بارے میں**
- مقدمہ
- ۳۵۱ قدرت الہی میں شریک کرنے کا شوق
- ۳۵۱ اولیاء اللہ کو شیطان سے ملانے کی گستاخی
- ۳۵۲ قرآنی فیصلے سے کھلا مذاق
- ۳۵۳ ولیار کن حضرات کو کہا جاسکتا ہے
- ۳۵۴ ولیار کی اسلامی شان عظمت
- ۳۵۴ ولیار اللہ کرامات الہیہ سے نوانے جلتے ہیں
- ۳۵۵ ولیار سے عداوت رکھنا اللہ سے جنگ ہے
- ۳۵۵ یا کس بات کا کلی اختیار نہیں ہوتا
- ۳۵۶ اولیاء اللہ کی تعظیم و تکریم
- ۳۵۶ کرامات فعل خداوندی ہوتی ہیں
- ۳۵۶ معتربین باری کو شیطان سے ملانا
- ۳۵۷ برہمنوں کے ہاں اولیاء کا مقام
- ۳۵۸ شیطان سے برابر کرنے کی گستاخی
- ۳۵۸ شیطان غائب نہ ہو کر رہتا ہے
- ۳۵۹ ولیوں کو شیش کنہیا کے برابر کر دیا
- ۳۶۱ موت کے بعد مومن و کافر کی روح کو وصت

۳۹۶	کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں	۳۸۳	صوفیہ کی حالت بسر میں غفلتیں
۳۹۶	حقیقت کعبہ بریلوی نظریں	۳۸۳	تقدیر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے
۳۹۷	کعبہ طواف اولیاء میں	مقدمہ	
۳۹۷	کعبہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا طواف کرتا ہے		
۳۹۸	بیت اللہ شریف مجرا کرتا ہے	۳۸۵	مکہ اور مدینہ مرکز اسلام ہیں
۳۹۹	کعبہ کی گودی کو نالہ قرار دینا	۳۸۵	حقیقت کعبہ اور اس کا مقام
۴۰۰	علی پور کو مدینہ کے برابر کہنا	۳۸۷	مقام حرمین
۴۰۰	بریلی کو مدینہ شریف کے برابر کہنا	۳۸۷	مکہ اور مدینہ کی اسلامی عظمت
۴۰۱	مٹکان کو مدینہ شریف کے برابر کہنا	۳۸۷	مکہ مکرمہ میں ہمیشہ کے لئے غلبہ حق
مکہ شریف بقرآن شریف . درود شریف		۳۸۸	اسلام کی عالمگیر دعوت
		۳۸۸	ارض حجاز کی شرعی حیثیت
۴۰۳	پیش نقش	۳۸۸	حرمین پر ابدی قبضہ اسلام
۴۰۴	مکہ شریف کے دو جزو	۳۸۹	حرمین دنیا کے آخری دنوں میں
۴۰۵	آخری وقت میں لا الہ الا اللہ کی تلقین	۳۸۹	مدینہ منورہ کا روحانی جذب
۴۰۵	مولانا احمد رضا خاں کا مختلف نظریہ	۳۹۰	امام نووی کا ایمان افروز بیان
۴۰۵	لا الہ الا اللہ سے محمد شیر مراد لینا	۳۹۲	مدینہ سے کوئی شخص بُرائی نہ کر سکے گا
۴۰۶	نیا مکہ یا محمد معین خواجہ	۳۹۲	دجال مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا
۴۰۶	محمد رسول اللہ سے مراد	۳۹۰	اکابر دیوبند جنہیں حرمین نے قبول کیا
۴۰۶	قبر میں قادری طریقہ کا بیان	۳۹۳	ائمہ حرمین کی اقتداء میں نماز
۴۰۷	لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ	۳۹۴	بریلوی فتویٰ کہ نماز ان کے پیچھے جائز نہیں
۴۰۸	لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ	۳۹۵	حرمین کے بارے میں بریلوی عقیدہ
۴۰۸	پیرنازک کریم کو عین محمد قرار دینا	۳۹۶	مولانا احمد رضا خاں کی ایک پیش گوئی

قرآن کریم بریلویت کی زد میں

- قرآن کریم مخلوق نہیں ۴۰۹ درود و سلام میں افراد کا مسئلہ ۴۲۲
- قرآن کریم انسانی کلام نہیں ۴۱۰ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت جن بن علی ۴۲۵
- قرآن کریم کسی کی ملک نہیں ۴۱۰ علامہ عبدالعزیز صاحب فراس کا فتویٰ ۴۲۶
- قرآن کریم ایک ہے دو نہیں ۴۱۰ علامہ ابن عابدین شامی کا فتویٰ ۴۲۷
- ایک دوسرے قرآن کا دعویٰ ۴۱۱ درود و سلام کیا برابر کے دو حکم ہیں؟ ۴۲۹
- قرآن پر سواری کرنے کا جواز ۴۱۱ تسلیم کے ایک دوسرے معنی ۴۲۹
- قرآن سے حضور کو کچھ نہیں ملا (توبہ) ۴۱۲ درود و سلام دو مستقل عمل میں ۴۳۲
- دیول شریف بریلویوں کے خلاف ۴۱۳ دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ ۴۳۳
- قرآن کریم میں ہمیر پھیر کا دعویٰ ۴۱۴ دعائے قنوت کے آخر میں صرف درود ۴۳۵
- قرآن کریم کی بعض باتوں کو جانوروں کی سی بولی قرار دینا (توبہ) ۴۱۵ صحابہ کا افراد صلوة پر عمل ۴۳۶
- قرآن کی دعاؤں کو کاروس کہنا ۴۱۵ افراد سلام پر بشارت نبوی ۴۳۸
- قرآن سے گراہی بھی ملتی ہے ۴۲۵ ایک جگہ حکم ہونے سے معیت لازم نہیں آتی ۴۳۹
- قرآن پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے ۴۲۶ غازیں درود و سلام کے مختلف درجے ۴۴۱
- ۴۲۷ مولانا احمد رضا خاں کا پیرایہ عمل ۴۴۲
- ۴۲۵ درود و سلام افراد کے ساتھ ۴۴۵
- ۴۲۷ پیر نادان فی الجملہ اور فی جملہ کے ۴۴۷
- ۴۲۰ معنی میں فرق نہ کر سکا { ۴۴۷
- کھڑے ہو کر درود پڑھنے کے اثرات ۴۲۰
- مولانا احمد رضا خاں پر درود پڑھنا ۴۲۱

درود شریف بریلویت کی زد میں

تفریق امت کی سمند پارکوششیں

اور ان کا علمی تعاقب
مولانا احمد رضا خاں کا جلسہ تعارف

اشرفیہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے پی ایچ ڈی

ڈاکٹر اسلام اکسیدیمی مانچسٹر

اعلان و انتباہ

دیوبندی، بریلوی اختلاف پر پہلی کتاب ”انوارِ ساطعہ“ عوام کے سامنے آئی تھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ نے ”انوارِ ساطعہ“ کو متن بنا کر ذیل میں ”براہین قاطعہ“ کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ تاکہ مطالعہ کرنے والا دونوں طرف کی بات ایک ہی وقت میں دیکھ سکے۔

فضیلۃ الاسماء علامہ خالد محمود صاحب نے نزاع کو ختم کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کتاب ہذا ہدیہ قارئین کی ہے اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب نا کافی اور ناقابل اعتناء سمجھا جائے گا۔

جب تک کوئی جواب کتاب ہذا کے پورے متن کا حامل نہ ہو گا اسے کتاب ہذا کا جواب نہ سمجھا جائے گا۔

مرتب کتاب ہذا۔
حافظ محمد عطاء اللہ

ساکن ڈنکاسٹر انگلینڈ : فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال پاکستان : ۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف

یہاں تک حالات کیسے پہنچے

انگلینڈ میں مسلمانوں کی آمد اور مدارس و مساجد کا وجود قدرت الہی کا عجیب کرشمہ ہے، ایک وقت تھا کہ انگریز یہاں سے اپنی نوآبادیات کی طرف جاتے تھے، وہاں سے رہنے کے لیے یہاں کوئی نہ آتا تھا اور ان ملکوں سے یہاں اونچے خاندانوں کے طالب علموں کے سوا کسی کا گزرنہ ہو سکتا تھا۔ یہ دُنیا ولایت کہلاتی تھی۔

صنعتی انقلاب آیا تو ان لوگوں کو مشرقی قوموں کی ضرورت پڑی، ایشیائی لوگ ان نوآبادیات سے یہاں آنے شروع ہوئے، ۱۹۶۰ء تک یہاں اتنے مسلمان آچکے تھے کہ مختلف علاقوں اور شہروں میں ان کے اپنے معاشرے قائم ہو گئے، کچھ لوگوں نے اپنے بال بچے بھی بلوایے۔ یہ لوگ اپنے علاقے میں کوئی بڑا مکان خریدتے اور اسے مسجد میں منتقل کر لیتے اس طرح کی مسجدیں بننے لگیں، بچے اوقات سکول کے بعد ان میں پڑھنے لگے اور کہیں کہیں حلال گوشت کی دکانیں بھی کھلنے لگیں، یہ انگلستان میں ایک نئے معاشرے کی تشکیل تھی۔

مسلمان جہاں بھی گئے اپنی تمدنی، معاشرتی اور دینی ضرورتیں پوری کرنے کے سامان فراہم کرتے گئے، ان دیار میں غریب الوطن مسلمانوں کو مذہب آشنا رکھنے کا سہرا تبلیغی جمہوں کے سر پہ جنھوں نے اس وقت یہاں کلمے پر محنت کی جب لوگ کلمہ بھول چکے تھے اور اس وقت یہاں نمازیں قائم کیں جب نماز یہاں کسی کسی کو یاد رہ گئی تھی۔

۱۹۶۷ء تک یہ زمین مسلمانوں کے فرقہ وارانہ اختلافات سے نا آشنا تھی، لوگ ہر شہر میں مل جل کر رہتے، سب کے بچے اکٹھے مسجدوں میں جمع ہوتے اور پڑھتے، نمازیں اکٹھی ہوتیں، کبھی کبھی دینی اور ملی تقریبات بھی ہوتیں جیلے بھی ہوتے اور مسلمان غیر مالک میں اتحاد ملی اور اخوت اسلامی کے جذبات سے سرشار رہتے اور ایک نئی قومی تعمیر کا یہ عجیب مظاہرہ ہوتا تھا۔

۱۹۶۸ء میں یہاں راولپنڈی (پاکستان) سے مولانا عارف اللہ صاحب قادری آئے انھوں نے یہاں قوم کو پہلی بار اختلاف سے آشنا کیا جو لوگ ان کے زیرِ دام آئے انھوں نے مسجدوں میں اپنے ہم خیال بنانے شروع کیے اور ایک دوسرے کو اختلافات بتلانے کی مہم شروع کر دی، یہ یہاں کی بریلوی زندگی کا آغاز تھا، مسجدوں میں اختلافات اٹھنے لگے لڑائیاں ہونے لگیں، نئی نئی انتظامیہ بننے لگیں اور لوگوں کا اس اُٹھ گیا وہ مسجدیں جو غریب الوطنی میں یہاں سکون کا مرکز تھیں اختلافات کی آماجگاہیں بن گئیں، قوال ماعلمار نے سربراہ منبر گداری شروع کر دی انہی میں سے کوئی قاری یا نعت خواں پیش قدمی کرتا اور لوگ پھر اس کی پیروی میں کچھ نہ کچھ دے کر ہی چھوڑتے۔

یہاں زیادہ تر مزدور طبقے کے لوگ ہیں جو مصروف ہیں اور انتہائی مصروف — ان کے پاس فرقہ بندی کے بندھنوں اور مذہب کے جھگڑوں کے لیے وقت نہ تھا، نہ وہ چاہتے تھے کہ یہاں فرقہ بندی کی فضا قائم ہو — مگر افسوس کہ چند فرقہ پرستوں نے یہاں بھی وہی کاروبار کھول دیا جس سے لوگ اپنے مکوں میں تنگ آئے ہوئے تھے، پیرانِ عظیم کی ایک قطار لگ گئی سونا دگنا ہونے لگا، بریڈ فورڈ کے ایک پیر کی تجویز تھی کہ ”پاکستان اور ہندوستان سے ان بریلوی علمائے کو یہاں آنے کی دعوت دی جائے جن کی زندگیاں یونہی بریلوی نزاعات اور مناظروں میں گزری ہوں، یہاں کے تبلیغی حلقے ان کا دفاع نہ کر سکیں گے اس طرح

بہت سی مسجدوں پر جو تبلیغی محنت سے بنی تھیں ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔ اسی جذبہ اخلاص کے ساتھ وہ پاکستان سے مولانا محمد عمر صاحب اچھروی کو اور ہندوستان سے مولانا ارشد قادری کو یہاں آنے کی دعوت دے چکے تھے مگر مولانا محمد عمر صاحب فوت ہو گئے ان کی جگہ ان کا بڑا کا گیا، مولوی ارشد قادری صاحب بھی تشریف لے آئے اور بریڈ فورڈ کی ایک مسجد میں امامت کا عہدہ قبول کر لیا، اسی اثنا میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے پوتے مولوی ریحان رضا خاں اپنے دادا کی تکفیری دستاویز ”حسام الحرمین لے کر یہاں پہنچے اور پتھر پتھر اور دھڑلے کو کافر بنانے کی گولہ باری یہاں تک ہوئی کہ شاید ہی کوئی اس کی زد سے بچا ہو۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا نہ میں

ترپے ہے مرغِ قبلہ نماز آشیانے میں

بریلویوں کا اس آزاد فضا میں نغزو یہ تھا کہ اماکن مقدسہ حرمین شریفین کو آل سعود کے قبضہ سے نکلنے کی بین الاقوامی مہم چلائی جانے، یہاں سے لوگ کثیر تعداد میں حج کے لیے جاتے ہیں کوئی پابندی نہیں، حج اور عمرہ کے ان قافلوں کو تلقین کی جائے کہ مکہ و مدینہ پر کافروں کا قبضہ ہے وہاں جا کر ان کے اماں کے پیچھے ناز نہ پڑھیں، قبضہ کفار میں جمعہ نہیں ہوتا، ناز کعبہ میں جمعہ نہ پڑھیں اس دن ظہر پڑھیں، لوگوں میں عام پروپیگنڈا کریں کہ وہابیہ نجد سب کافر ہیں مرتد ہیں نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز ہے۔

۱۹۷۲ء میں اس مقصد کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا، اعلان کیا گیا کہ ان تعلیمات کے لیے ایک مشنری کالج بریڈ فورڈ میں قائم کیا جائے گا، اس پروگرام کی تکمیل کے لیے ضروری سمجھا گیا کہ پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں کے لوگوں میں یہ تحریک چلائی جائے تاکہ وہ اپنے ملکوں میں جا کر ان خیالات اور اثرات کو مزید بھادیں طے پایا کہ اس ادارے کا صدر پاکستانی ہو اور سیکرٹری ہندوستانی۔ پاکستان کے مولانا جناب احمد نورانی ورلڈ اسلامک مشن کے صدر قرار پائے اور مولوی ارشد قادری ناظم اعلیٰ ٹھہرے۔

مولانا نورانی ایک پٹھان کی آغوش میں

مولانا شاہ احمد نورانی ۱۹۷۵ء میں انگلستان آئے، ان کے ساتھ ایک پٹھان تھاجو بریلوی مذہب سے اختلاف رکھنے والوں کو برسراعام سکھوں سے بترکبتا تھا مولانا نے اسے اپنے ساتھ کیوں رکھا ہوا تھا یہ وہی جانیں لیکن حقیقت ہے کہ وہ خان مذکور کی اس خدمتِ خاص سے بہت خوش تھے، ان کی خاموشی اسی ستم کار کو داہستہ دیتی رہی اور انگلینڈ میں مسلمان فرقہ بندی کے کانٹوں پر لوٹنے لگے اور پھر بریلوی مولوی اور پیر صاحبان ان تڑپنے والوں کو خوب لوٹتے رہے۔

سعودی عرب کے خلاف ورلڈ اسلامک مشن کی سرگرمیاں شروع سے ہی تیز تھیں روزنامہ ملت لندن کی اطلاع کے مطابق ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سیکرٹری مولانا ارشد قادری ۱۹۷۲ء میں ایک بیان دے چکے تھے :

”شاہ فیصل کو پاکستان اور عالم عرب خواہ مخواہ اہمیت دے رہے ہیں یہ نجدی دہابی ہیں جو قادیانیوں سے زیادہ خطرناک ہیں، اس کی حکومت کا تختہ الٹ جانا چاہیے یا اسے ختم کر کے کسی دوسرے اچھے عرب کو لانا چاہیے“

”ملت“ لندن ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء

یہ وہ دور تھا جب قادیانی پاکستان میں اقلیت قرار دیے جا رہے تھے اور اس تحریک میں سب مسلمان اکٹھے تھے، ایسے وقت میں ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری کا یہ بیان بہت معنی خیز تھا، قادیانی تو اس سے اس لیے خوش تھے کہ ورلڈ اسلامک مشن والی عربین کو ان سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں اور جب تک یہ ذہن باقی ہے، قادیانیوں کے خلاف نفرت زیادہ نہ بڑھے گی، قادیانی چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ وہابیوں کے خلاف بھی غیر مسلم اقلیت ہونے کی قرارداد پیش کریں۔

عرب ممالک اور بھارت

اس پر بریلویوں کی بھارتی مشینری حرکت میں آئی، بھارت کی سیاسی پالیسی یہ تھی کہ عرب ملکوں کو ناراض نہ کیا جائے لیکن اگر بھارت سے یہ مطالبہ اٹھے کہ وہابیہ نجد کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں بھارت کی سیاسی پالیسی پر بھی کچھ ضرب آئے گی بمبئی سے ماہنامہ "المیزان" جناب مدنی میاں کی سرپرستی میں نکلتا ہے اس نے مطالبہ کر دیا:

"وہابیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے" (ماہنامہ المیزان دسمبر ۱۹۷۱ء)

بریلویوں کی امن سوز سرگرمیاں پورے زور پر تھیں اور یہ لوگ شاہ فیصل کے خلاف بڑی تیزی سے جذبات نفرت بھڑکا رہے تھے، تبلیغی جماعتوں کے خلاف ان کا پروپگنڈا بڑے زور کا تھا اور دیوبند سے عقیدت رکھنے والے ہر شخص کو برسرِ عام کافر اور مرتد کہا جا رہا تھا۔ کہ یکایک خبر آئی شاہ فیصل شہید کر دیے گئے۔

جلالہ الملک شاہ فیصل کی شہادت سے لوگ جاگ پڑے اور ہر جگہ پوچھنے لگے کہ بریلوی مذہب کیا ہے؟ جو لوگ مکہ و مدینہ پر بھی کافروں کا قبضہ جلاتے ہیں ان کا اپنا تعارف کیا ہے؟ مجبوراً انجمن خدام التوحید و استنارۃ بینگھم نے اعلان کر دیا کہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۵ء کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تعارف پر ایک جلسہ عام ہو گا جس میں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد و نظریات اور اہم وقائع حیات پچاس علماء کے ایک بنچ (Jury) کے سامنے ایک کیس کی صورت میں پیش کیے جائیں گے اور ان سے استفسار کیا جائے گا کہ ان عقائد و نظریات کے لوگ کیسا سنی کہلانے کے مستحق ہیں؟ اور جو انھیں سنی کہے وہ گناہگار ہو گایا نہ؟

استہزاء نہ لگانا تھا کہ پورے ملک میں بریلوی حلقے تھرا اٹھے، مختلف گوشوں سے سفارشیں آنے لگیں کہ یہ جلسہ روک دیا جائے خود بریلویوں نے وفد بھیجنے شروع کیے کہ انھیں کو جلسہ عام میں زیر بحث نہ لایا جائے انھیں کہا گیا کہ جب تمہارے مقررین کی زبانیں ہر

جلسہ عام میں حضرت مولانا احمیل شہید اور حضرت مولانا تھانویؒ کے خلاف کفر و الحاد کا لاوا
اُگلتی ہیں تو اگر مولانا احمد رضا خان صاحب کی روح کو بھی کچھ اس کا ثواب پہنچا دیا جائے تو
کیا عرج ہے؟ ان لوگوں نے بہت سنت و سماجت کی لیکن انوس کہ پانی سر سے اُپر جا

چکا تھا ۵ اذا الماء فوق رأس طفا
فكعب قناة و الف سواء

یہ جلسہ ۲۰ اپریل بروز اتوار بڑے انتظام و اہتمام سے ماؤنٹ پلیزنٹ سکول
برنگھم کے وسیع ہال میں منعقد ہوا، ساٹھ ارکان جیوری کے طور پر سٹیج پر تشریف فرما تھے
میزوں پر کتابوں کے ڈھیر لگے تھے، جلسہ کی صدارت مارشس کے مشہور عالم دین حضرت مولانا
احمد پانڈورنے کی، سٹیج سیکرٹری کے فرائض پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا عبدالرشید ربانی
نے ادا کیے، مرکزی تقریر علامہ خالد محمود صاحب کی رہی جس میں آپ نے مولانا احمد رضا خان
صاحب کا کیس علماء جیوری کے سامنے بڑی تفصیل سے پیش کیا، حوالے پیش کرنے میں آپ کے
معین مولانا منظور الحق صاحب تھے، سرزمین انگلستان میں پہلی مرتبہ بریلویت کے چہرے سے
نقاب اُٹھا اور ساٹھ علماء کرام نے بالاتفاق فیصلہ دیا کہ مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیرو
ہرگز اہل سنت نہیں اور جو شخص ان کے عقائد جانتے ہوئے انھیں اہل سنت کہے وہ سخت
گناہگار ہے کہ اس نے دانستہ بدعت کو سنت اور اہل بدعت کو اہل سنت کہا۔

سنی مسلک وہ ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں ائمہ اربعہ فقہاء و محدثین اور
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور امام ربانی مجدد الف ثانی جیسے بزرگوں سے علما اور علماء منقول
ہے، اسی طریقے کے لوگ سنی ہو سکتے ہیں مولانا احمد رضا خان کے طریقے کے لوگ ہرگز
سنی نہیں۔

ساٹھ علماء جیوری کے اس متفقہ فیصلے سے پورے انگلستان کی فضا بدلی، تصویر
کے دونوں رخ لوگوں کے سامنے آئے اور بریلویوں کا روز و شب کا مشغلہ کہ ہر جلسے میں

علماء حق پر اعتراضات کرتے رہیں یکایک سر دڑ گیا جہاں کہیں وہ بات کرتے لوگ کہتے کہ عبارات کے الزامات تو دونوں طرف موجود ہیں اب کس کی بات مانیں اور کس کی نہ مانیں ان ذاتیات اور الزامات کو چھوڑ کر سب لوگ سیدھے کتاب و سنت کی چوکھٹ پر کیوں نہیں آ جاتے ؟ اس کا جواب بریلویوں کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔

جلسہ کے دوران علماء کرام کا قیام جامع مسجد وڈ شاہ روڈ برنگھم میں ملا، جلسہ عام سے ماقبل اور مابعد مسجد میں درس کی مجلسیں بھی رہیں جو بڑی کامیاب تھیں، لوگوں کو سوال و جواب کے مواقع بھی خوب ملے اور توجید و شرک اور سنت و بدعت کے فروق لوگوں کے سامنے بہت کھل کر آئے۔

ان درسوں اور جلسہ عام میں پیش کیے گئے حوالوں کو دیکھنے اور نوٹ کرنے کا ناظم ترتیب کو خوب موقع ملا، ان معلومات افزا درسوں کی روشنی کو عام کرنے اور اس جلسہ تعارف کے فیض کو ہر جگہ پھیلانے کے لیے مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہ تعارف بڑی احتیاط سے ترتیب دیا گیا ہے اور یہ بات جتلانے کے لیے کہ مولانا احمد رضا خاں ان عقائد و نظریات میں اکیلے نہیں، ان کے ساتھ ان کے ہم خیال چند دیگر علماء و واعظین کی تحریرات بھی پیش کی گئی ہیں، الحاصل ایک جماعت ہے یا اسے ایک بھڑکے ہوئے جو ایک غلط سمت جاسکی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ حضرات اہل سنت سے ہی نکلے ہیں اور جاتے ہوئے اہل السنۃ و الجماعۃ کی مرکزیت کو اس قدر کمزور کر گئے ہیں کہ اب اہل سنت کے بنیادی مخالفین الملہنت کی اس زبوں حالی پر بہت نازاں و فوجاں ہیں۔ خالی اللہ الملت سکی

اجاب کو خواہش ہوئی کہ اس جلسہ تعارف کو بین الاقوامی بنانے کے لیے ان جمع شدہ معلومات اور حوالوں کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جائے، یہ جلسہ اور گفتشات شرک و بدعت کے ایوانوں پر ایک ایسا دھماکہ ثابت ہوئے کہ اسی نام سے اس کتاب کو شہرت ہوئی۔ مطالعہ بریلویت کی یہ ہم تاریخی دستاویز ہے۔

اس کتاب کے ذریعہ قارئین کرام کو مولانا احمد رضا خاں کی فکری اور عملی تحریک پر سیر حاصل بجٹ ملے گی، چودھویں صدی کے سیاسی مدوجزر کے کچھ نقشے آپ پہلے دیکھ آتے جن میں آگے مولانا احمد رضا خاں تھے۔ اور پیچھے برطانوی استعمار کی گھنٹی یہ بجاتی سنائی دیتی تھی (DIVIDE AND RULE) کہ تفرقہ پھیلاتے جاؤ اور حکومت کرتے جاؤ۔

اس کتاب کے ذریعے جن دوستوں کو بریلوی مذہب سے توبہ کرنے کی توفیق ملے ان سے ان تمام لوگوں کے حق میں دعا کی درخواست ہے جن کی مساعی سے کارکنان انجمن خدام التوحید والتائتہ اس عظیم جلسہ تعارف کے لائق ہوئے۔

رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شتی عقائد پر ہتھامت بخشے، بریلوی عقائد و اعمال سے پوری قوم کی حفاظت فرمائے اور قوم کے سامنے سے جہالت کے وہ دبیر بڑے اٹھ جائیں جن کے پیچھے کھڑے ہو کر بریلوی علماء اپنے آپ کو شتی کے قالب میں پیش کرتے ہیں۔ آپ کو انتظار ہوگا کہ بریلیوں کی یہ تکفیری مہم جس مذہب کی خاطر ہے اس مذہب کے چند نمونے جلد آپ کے سامنے آئیں یہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں سے اور کہیں کہیں ان کے ہم خیال بعض دوسرے بریلوی مولویوں کی تحریرات سے بھی استناد کیا گیا ہے۔ یہ سب اپنی اپنی جگہ حضرت تھے اور مولانا احمد رضا خاں انہی کے اعلیٰ حضرت۔ قافلہ سالار کی قیادت میں یہ حضرات کیا کچھ کہتے گئے، اس کی سیر حاصل بجٹ آپ کو اسی کتاب میں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بریلوی مذہب اور اس کے حضرات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قوم کو اس زہر رساں بیماری سے نجات بخشیں۔

ناظم ترتیب

واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمتہ التحقیق

ایم۔ اے خاں

ناظم اعلیٰ انجمن خدام التوحید والتائتہ برنگھم

مقدمہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسوله وعلى آله بسم الله الرحمن الرحيم

مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی ضرورت

صدیوں کی ابتدا تھی مشرق کی سیاست میں مسلمانان ہند ترکوں کا ساتھ دے رہے تھے، انگریز ترکوں کے خلاف تھے، برصغیر میں عجیب کشمکش تھی۔ اس وقت مسلمانوں میں سخت اتحاد کی ضرورت تھی، ایسا اتحاد جس میں کوئی رخنہ نہ پڑ سکے۔ بریلی سے مولانا احمد رضا خاں اٹھے اور آپ نے دو کام سرانجام دیے۔

مسلم ممالک میں ترکی سب سے طاقت ور تھا اور پورے یورپ پر اس کا رعب تھا "اعلیٰ حضرت" نے ایسے نازک دور میں "دوام بعیش" کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا اور مسلمانوں کو بتایا کہ خلافت ترکوں کا حق نہیں، اس وقت یہ بحث نہیں کہ مسلم مفادات کی کتنی لاشیں اس کتاب کے نیچے تڑپی ہوں گی، مصنف اس کی جواب دہی کے لیے

خود اللہ کے حضور میں پیش ہو چکے ہیں ہم مزید تبصرہ نہیں چاہتے ۔
 قریب ہے یارو روز محشر چھپے گماشتوں کا خون کنویر
 جو چپ رہے گی زباں خنجر لو پکارے گا آستین کا

مولانا احمد رضا خاں نے دوسرا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کو ایک نئے اختلاف سے
 روشناس کیا، ایک نیا اختلاف چھیڑا ایسا اختلاف جو اختلاف اتحادِ ملی کی ہڈیاں توڑے
 ایک خدا، ایک رسول، ایک قبلہ اور ایک کتاب کے ہوتے ہوئے مسلمانوں میں کفر و
 اسلام کے فاصلے قائم کر دے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا دے۔

اسلام کی پچھلی بارہ صدیوں میں مسلمانوں میں یہود و مجوس کی سازش سے صحابہ کرام
 پر کچھ اختلاف ہو گیا تھا۔ فروعی مسائل میں مجتہدین عظام کی عملی راہیں کہیں کہیں مختلف تھیں
 لیکن شاہراہ ایک تھی اور اس سے اسلام کا ہر قافلہ آگے بڑھتا چلا آیا تھا۔ اصولی مسائل میں سنی
 شیعہ اختلافات اور فروعی امور میں حنفی شافعی اور اہل حدیث قسم کے اختلافات تھے۔ پر خدا او
 اس کے رسول پاکؐ پر اختلاف کبھی نہ سنا تھا۔ خدا اور رسول کو سب مسلمان مانتے تھے اور ان
 کی ناموس پر وقت کی ہر ضرورت میں قربانی دیتے تھے ہانسی ناموس پر ملت کا شیرازہ جمع ہوتا تھا
 مسلمانوں کے لیے یہ بات ناقابل تصور تھی کہ کوئی ایسے سلمان بھی ہو سکتے ہیں جو حضور اکرمؐ کی امت
 علیہم وسلم کو نہ ملتے ہوں۔

اختلاف کی نئی شاہراہ

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بتایا کہ نہیں مسلمانوں میں بھی کئی ایسے لوگ ہیں جو
 خدا و اہل اس کے رسول کو نہیں مانتے، خدا پر جھوٹ بولنے کا ادا م لگاتے ہیں اور اس کے رسول
 برحق سے دشمنی رکھتے ہیں، مولانا مذکور نے بعض علماء اسلام کے الفاظ میں کھینچا تانی کر کے ان کی

عبارت میں اپنے معنی داخل کیے اور اپنے الزامات کی مسلسل میٹھا سے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کر دیے جن خوش نصیبوں کو خدا تعالیٰ نے انگریز کی پالیسی (DIVIDE AND RULE) سمجھنے کی توفیق دی تھی وہ اس دہم فریب میں نہ آئے وہ یہی کہتے رہے کہ مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا اور اس کے آخری رسول کو مانتے ہیں، کلمہ اسلام بھی انہی دو پر مشتمل ہے، خدا اور رسول کے ماننے پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

مومن اور منافق کے عملی فاصلے

عملی زندگی میں احکام شریعت کی پابندی کرنا ضرورت پر اس کے لیے مالی اور جانی قربانی دینا، دوسروں کو اسلام کی علما و علما اور تبلیغاً دعوت دیتے رہنا اور اس پر سالہا سال سے محنت کرتے چلے آنا ان لوگوں کو کبھی میسر نہیں آ سکتا نہ اس کی توفیق ملتی ہے جو منافق ہوں اور صرف ظاہر داری سے کلمہ پڑھ رہے ہوں قرآن کریم نے مومن اور منافق کے جو فاصلے بتلائے ہیں وہ ان حالات پر منطبق نہیں ہوتے جو انگریزی عملداری میں مسلمانانِ ہند کے تھے، مسلمانوں میں کفر و اسلام کے دو محاذ قائم کر کے ملت کے دو ٹکڑے کرنا نہ صرف اپنی آخرت کو برباد کرنا تھا بلکہ دُنیا میں بھی اپنی قومی زندگی کو شدید زخمی کرنا تھا اور شاید یہ زخم اب کبھی مندمل نہ ہو سکیں۔ اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

اے چشم اشکبار فرادیکھتو سہی یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو
جب حال یہاں تک پہنچے کہ مسلمانوں میں خدا اور اس کے رسول کو ماننا بھی اختلافی مسئلہ بنا دیا جائے تو پھر اسلام کی کشتی کس کنارے لگے گی؟ یہ بات ہم سب کے سوچنے کی ہے ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو لائق عبادت جان کر اور اس کے رسول برحق کو آخری رسالت مان کر اور اپنے ان اقرارات پر ہر طرح کی مالی اور جانی قربانی کر کے بھی خدا اور اس کے رسول کا نہ ماننے والا ہو سکتا ہے۔

تحریک کی اہمیت

یہ تصور اسلام کی تیرہ صدیوں میں نہ تھا کہ مسلمانوں میں خدا اور اس کے رسول کے ماننے پر اختلاف ہو سکتا ہے۔ چودھویں صدی میں ایک اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کرنے کے لیے محنت کی یہ کام کسی چھوٹے ”حضرت“ کا نہ تھا اس کے لیے واقعی ”اعلیٰ حضرت“ کی ضرورت تھی۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کام کا ذمہ لیا اور بریلی سے یہ تحریک شروع کی، اپنی کتابوں میں ایک مذہب پیش کیا اور دوسروں کو اپنے مذہب پر چلنے کی دعوت دی، آپ کے ماننے والوں کو بریلی کہا جاتا ہے ان میں کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو پہلے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر تھے اور اس تحریک سے وہ مولانا احمد رضا خاں کے مذہب پر آگئے مہر حال بریلی مذہب نے ایک باقاعدہ شکل اختیار کر لی اور یہ مذہب ہندوستان میں کئی جگہ پھیل گیا جہاں جمالت زیادہ ہوتی وہاں ان کے لیے زمین زیادہ ہموار ہوتی۔

مذہب کی نسبت کس کی طرف ہوتی ہے ؟

اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے، اجتہادی مسائل میں مذہب کی نسبت مجتہدین کی طرف ہوتی ہے، مذہب کی نسبت اتباع اور عمل کی غرض سے اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرف ہوتی ہے تو وہ صحابہ کرامؓ اور مجتہدین عظام ہیں ہاں امتحان اور تعارف کے لیے آپ کسی سے بھی پوچھ سکتے ہیں کہ تیرا مذہب کیا ہے ؟ اور اسی انداز میں سوال قبر میں بھی ہوگا لیکن اتباع اور پیروی کی غرض سے مذہب کی نسبت مجتہدین کے بعد کسی شخص نے اپنی طرف نہیں کی۔ مولانا احمد رضا خاں پہلے شخص ہیں جنھوں نے باقاعدہ

دعوت دی کہ : میرے دین و مذہب پر چلو اسلام کی چودہ صدیوں میں ایک ایسا مسلمان نہ ملے گا جو

جو لوگوں کو اپنے دین و مذہب پر چلنے کی دعوت دیتا ہو

میرے دین و مذہب پر چلو

چودھویں صدی میں اپنے مذہب کی پیروی فرض کرنے والے یہ کون صاحب ہیں؟ یہ نیا مذہب جس میں ایک ایک سنت پر بدعت کے سو سو غلاف چڑھائے گئے آخر کس نے ایجاد کیا؟ اس مذہب کے عقائد و مسائل کیا ہیں؟ آئیے اعلیٰ حضرت اور ان کی پوری تحریک سے تعارف کیجئے، ان کے ماننے والے سب حضرت ہیں اور یہ خود ان کے اعلیٰ حضرت (بڑے حضرت) سمجھے جاتے ہیں۔

آپ نے اپنے مخصوص نظریات کو اپنا مذہب کہا یہ کسی اور کی زیادتی نہیں ان حضرت کی اپنی ایجاد ہے، اعلیٰ حضرت نے اپنے آخری وقت میں اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ شریعت کی پیروی تو حتی الامکان کریں مگر ان کے مذہب کی پیروی کو سب سے بڑا فرض جانیں مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے وصایا شریف میں تحریر فرماتے ہیں :

رضا حسین حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو ، اور
حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری
کتب سے ظاہر ہے اس پر معنوی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض
ہے ، اللہ توفیق دے۔ والسلام

۲۵ صفر ۱۲۲۵ھ و تخط فقیر احمد رضا غفرلہ بقلم خود

اعلیٰ حضرت اپنے دین و مذہب کے لیے حدیث و فقہ کی کتابوں کا نام لیتے تو میرے دین و مذہب سے اسلام بھی مراد لیا جاسکتا تھا مگر اس کے ماننے کے طور پر انھوں نے ان کتابوں کی ترغیب نہیں دی بلکہ اپنی کتابیں بتلائیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا کہ جب تمہیں صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے تم میری بات چھوڑو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرو مگر اعلیٰ حضرت نے حدیث و فقہ کی بجائے اپنی کتابوں کی ترغیب دی اور اپنے مذہب کی پیروی کا فرض بتلایا اس بات کی وضاحت ہے

کہ اپنے دین و مذہب سے ان کی مراد شریعت محمدی نہ تھی اپنا علیحدہ مذہب تھا۔ ورنہ وہ یہاں قرآن و حدیث کا ذکر کرتے اپنی کتابوں کا ذکر نہ کرتے یہ رسول کی شان ہے کہ اپنی پیروی کی دعوت دے نائب رسول کا یہ منصب نہیں

مذہبی خودکشی کی ایک مثال

بریلوی مذہب کے ایک پیرو ارشد القادری صاحب ابھی حال میں انگلستان آئے ہیں، آپ نے مولانا عاشق الہی میرٹھی کی کتاب میں کہیں دیکھ لیا کہ ایک دفعہ جذب کی لہر میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے کہیں اپنی اتباع کا کہہ دیا اس پر ارشد صاحب نے کہیں ”نائب رسول ہونے کی حیثیت سے علماء کرام کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباع رسولؐ کی دعوت دیں اپنے اتباع کی دعوت دینا قطعاً ان کا منصب نہیں ہے۔“

ارشد صاحب نے یہ نہ سوچا کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے تو یہ بات ایک جذب کی حالت میں کہی تھی اور جذب کی حالت میں اولیاء کرام کیا کیا نہیں کہہ دیتے، لیکن ارشد صاحب نے جس نفیس پیڑیہ میں اعلیٰ حضرت کے مذہب کا خون کیا ہے ہم اس کی دوائیے بغیر نہیں رہ سکتے، مولانا احمد رضا خاں تو اسے ایک اصول ایک دعوت بلکہ ایک وصیت کی صورت میں اپنے مذہب کی دعوت دے رہے تھے اور وہ بھی صرف اپنی اتباع کی نہیں بلکہ اپنے مذہب کی پیروی کی۔ افسوس کہ یہاں ارشد القادری صاحب کچھ نہیں تلملائے پس ہم قوم کے سامنے یہ استغاثہ پیش کرنے پر مجبور ہیں کہ ارشد صاحب نے یہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام کیوں نہیں لیا۔ جب ان کے قلم کی تلوار کا لہو اعلیٰ حضرت پر جلی صورت میں ٹپکا ہے تو وہ کون سا داعیہ ہے جو انہیں اعتراف حق سے روکتا رہا۔ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک

مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے۔

ایک صحیح الدماغ آدمی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کی عبارتیں جب احمد رضا خاں صاحب کے قلم سے نکلتی ہیں تو بریلوی حضرات انہیں عین اسلام قرار دیتے ہیں اور ایسی کوئی بات خواہ اپنے الفاظ میں ان سے کتنی ہی کمزور اور سادہ کیوں نہ ہو، جب دوسروں کی زبان سے سنتے ہیں تو ان لوگوں کے دل و دماغ کا لاوا اُبلنے لگتا ہے۔ کیا یہی انصاف ہے؟ حق کا کیا یہی تقاضا ہے کہ وہی بات جب اپنے بزرگوں کے منہ سے نکلے تو شہر مار کی طرح ہتھم ہو جائے اور جب دوسروں سے سننے میں آئے تو آنکھوں میں تینکے کی طرح کھٹکنے لگے۔

غیر کی آنکھوں کا تھکنا آتا ہے نظر دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا شہتیر بھی

علم و دیانت کا یہ فیصلہ نہیں کہ اپنے اور بیگانے میں فرق کر کے عبارتوں کے الزامات قائم کیے جائیں۔ حق یہ ہے کہ ارشد صاحب کی مذکورہ تحریر نے خود بریلوی مذہب کا خون کیا ہے اور ان کے قلم کا یہ خون اعلیٰ حضرت پر گرا ہے، مزید تفصیل چاہیے تو بریلویوں کی تفرقہ انگیز تقریروں اور ان کے فرقہ وارانہ ماحول میں جا کر دیکھیے، ان کے اسلامی تصورات سینے اور ان پر غور کیجیے اور پھر ان کی روشنی میں بریلوی مذہب جس کے نمونے اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں ملتے ہیں ان کا جائزہ لیجیے، اگر آپ محسوس کریں کہ بریلوی حضرات اپنے بزرگوں کی قابل اعتراض عبارتوں کی توجیہ اپنے عمومی افکار کی روشنی میں کرتے ہیں اور ان عبارتوں کے اشتباہ کو اپنے دوسرے محکم نظریات کی روشنی میں حل کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہ یہ حق کیا دوسروں کو بھی دینے کے لیے تیار ہیں یا نہ؟ ہم قوم کے سامنے استغاثہ پیش کیے دیتے ہیں کہ جو امور وہ اپنے بزرگوں کے حق میں جائز سمجھتے ہیں وہ انہیں دوسروں کے بارے میں کیوں شجرہ منوعہ قرار دیتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ دوسروں کو کافر قرار دینے میں نہ ان کی زبان رکنتی ہے نہ قلم تھمتا ہے اور دنیا

حیرت سے کفر کی اس گولہ باری کا نظارہ کر رہی تھیں۔ یا قوم ایسے منکرو بجل و بشید بریلویوں کی تکفیر کی گولہ باری سے کون گھائل نہیں؟ اس کی تحقیق اب آپ ہی فرمائیں

بریلوی تکفیر کی گولہ باری

اس حقیقت سے کوئی مبصر انکار نہیں کر سکتا کہ بریلوی مذہب کے بانی مولانا احمد رضا خاں صاحب جناب عبدالوہاب صاحب نجدی (۱۲۰۶ھ) اور ان کے تمام پیروکاروں کو کافر اور مرتد سمجھتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام جانتے ہیں نہ ان کی نماز جنازہ کے قائل ہیں نہ ان کے لیے ایصالِ ثواب کو جائز سمجھتے ہیں، یہ لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جا کر بھی وہاں کی باجماعت نمازوں سے محروم والپس لوٹتے ہیں۔ ان محرومانِ قسمت کے پیشوا جناب احمد رضا خاں صاحب ان وہابیہ کو قادیانیوں کے ساتھ ملاتے ہوئے لکھتے ہیں :

”وہابی رافضی قادیانی وغیرہم کفار مرتدین کے جنازہ کی نماز نہیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔“^۱

”رافضی تبرائی وہابی دیوبندی وہابی غیر مقلد قادیانی پچرا الومی نیچری ان سب کے ذنیبے محض جنس و موارِ قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الہی لیں اور کیسے ہی مستحق پرہیزگار بننے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔“^۲

”نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جعبہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جعبہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔“^۳

عرض : وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں ؟
ارشاد : کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے۔^۴

آجکل کے روافض تو عموماً ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں، ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں ایسے ہی وہابی قادیانی دیوبندی نیچری چٹراوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا عالمگیریہ میں ظہیر یہ سے ہے، حکما ہم احکام المرتدین ۱۶

بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض اس کی امانت اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام وہم اسلام اسے سلام کرنا حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام اس کے ساتھ شادی یا ہت حرام اور قربت زنا خالص اور بیمار پڑے تو اسے پوچھے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت، اسے مسلمانوں کا غسل و کفن دینا حرام، اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر، اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا۔ اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام اس کے لیے دعائے مغفرت یا ایصالِ ثواب حرام بلکہ کفر ۱۷

کیا اب بھی کوئی صورت باقی رہی جس میں خان صاحب کے پیرو دوسرے مسلمانوں سے کبھی اکٹھے ہو سکیں حتیٰ یہ ہے کہ خان صاحب کو چھوڑے بغیر مسلمان کبھی آپس میں متحد نہیں ہو سکتے۔

۱۷ اسلام میں حیوان سے نکاح ہونے کی کوئی صورت نہیں، بریلوی مذہب میں اس کی کیا صورت ہے۔ یہ مولانا محمد عمر اچھروی کو خوب معلوم تھی۔ ۱۸ ملفوظات مولانا محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ۳۹ عرفان شریعت ۳۹

بریلوی تصویر کا دوسرا رخ

۱۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو والی حرمین شریفین شاذ فیصل مرحوم شہید کیے گئے۔ اس لرزہ خیز واردات سے پورا عالم اسلام لرزا۔ یہ وفات پوری دنیا کے لیے ایک عظیم سانحہ تھی۔ بریلوی عقیدے کے مطابق وہ بابہ نجد کے سرخیل شاذ فیصل کی نماز جنازہ نہ نماز تھی نہ بریلوی ان کے اور ان کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے حرمین شریفین میں نماز پڑھنا جائز سمجھتے تھے، بریلوی ان کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ انگلینڈ میں بریلویوں کی مرکزی تنظیم جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ ہے ان کے خلیفہ مولانا ابوالمحمود شتر اور نائب ارشد القادری ہیں ان کے پیرو معروف حسین نوشا بھی ہیں اور صدر راجہ عارف ہیں، شاذ فیصل کی شہادت پر چاروں بریلوی زعماء نے اپنے ہاتھوں علیحدت کے ان فتوؤں کو پامال کیا اور اپنے مذہب کا خون کیا ہے، برطانوی بریلویت کی تاریخ سے شاید ہی یہ دھبہ کبھی دھل سکے، معلوم ہوا ہے کہ اس مذہبی خودکشی کے بعد ارشد القادری صاحب نے ایک توبہ نامہ شائع کیا تھا کہ وہ آئندہ سیاست میں دخل نہ دیں گے۔ لہ

مذہبی خودکشی کا لرزہ خیز سانحہ

روزنامہ "ملت" لندن کی ۲۸ مارچ کی اشاعت میں جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ کی مذہبی خودکشی کا یہ سانحہ اس طرح درج ہے :

بریڈ فورڈ — جمعیت تبلیغ الاسلام کے عارف نوشا ہی نے شاذ فیصل کی شہادت پر شاہ خالد ادبہ طانیہ میں سعودی عرب کے سفیر کے نام اپنے تعزیتی تار میں لکھا ہے کہ شاذ فیصل کی شہادت عالم اسلام

کا ناقابل تلافی نقصان ہے، جمعیت کل بعد از نماز جمعہ مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کر رہی ہے۔“

پھر روزنامہ جنگ لندن کی یکم اپریل ۱۹۷۵ء کی یہ خبر پڑھیے اور بریلویوں کی مذہبی خودکشی پر سر دھنیے :

”بڑیڈ فورڈ ۳۱ مارچ (نمائندہ جنگ) جامع مسجد تبلیغ الاسلام ساؤتھ فیلڈ سکوائر میں خطبہ جمعہ سے پہلے ایک جلسہ میں شاہ فیصل کی شہادت کو عالم اسلام کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ امام مسجد مولانا ابوالحجوز شتر نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس زمانہ میں ایسا شخص جس نے عالم اسلام کو ایک ٹری میں پرونے کی کوشش کی اور اس میں ایک حد تک کامیاب ہوا ان کا اس طرح سے ناگمانی طور پر جُدا ہونا انتہائی رنج کی بات ہے، نماز جمعہ کے بعد مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے سب سے پہلے قرآن خوانی کی گئی۔“

دیکھیے وہابیہ نجد کے سرخیل جن کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے کبھی نماز جائز نہ تھی اب کافر نہ رہے، مرحوم ہو گئے ان کے لیے ایصالِ ثواب جائز ہو گیا اور ان کی تعزیت بھی ان لوگوں کا دینی کام بن گئی، مذہبی انحراف کی اس سے زیادہ واضح مثال شاید ہی تاریخ میں مل سکے۔

بریلویوں کی مذہبی خودکشی جس طرح ارشد القادری صاحب کی جمعیت تبلیغ الاسلام کے ہاتھوں عمل میں آئی اس سے بڑیڈ فورڈ بلکہ انگلینڈ کے سارے بریلوی حلقے چونک اٹھے ان میں سے جو لوگ کچھ بھی اللہ کا خوف رکھتے تھے اپنے ضمیر سے پوچھنے لگے کہ ان بریلوی علماء نے جب وہابیہ نجد کے سرخیل شاہ فیصل بن عبد العزیز آل سعود کو مسلمان تسلیم کر لیا ہے اور

ان کے ایصالِ ثواب کے لیے یہ لوگ دعائیں کر رہے ہیں تو ہمیں یہ لوگ ان کی نماز جنازہ اور ان کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیوں روکتے رہے ہیں جس چیز کو وہ اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں اسے ہمارے لیے ناجائز کیوں کہتے رہے ہیں؟

جن حق پسندوں نے اپنے ضمیر سے اس کا فیصلہ پوچھا وہ جان گئے کہ بریلویوں کے ہاں یا تو دینِ دین نہیں وہ حق کے آگے نہیں رائے عامہ کے آگے جھکتے ہیں اور اپنا مذہب بدل لیتے ہیں، دنیا سے اگر انصاف ختم نہیں ہو گیا تو اہل انصاف اس کا ضرور فیصلہ کریں گے کہ جب یہ لوگ اپنے مشہور قلم سے وہابیہ نجد پر کفر کے تیر رہاتے ہیں تو کیا وجہ ان کا خونِ غریبوں پر گرتا ہے اور بادشاہوں کی سطوت کے سامنے ان کا فتویٰ بدل جاتا ہے۔

قتال و جدال کے معرکوں میں تصادم ہمیشہ مقابل لشکر سے ہوتا ہے لیکن اپنے ہی مذہب سے ایسا خونریز تصادم شاید ہی تاریخ میں مل سکے۔ بریلویوں کی مذہبی خودکشی کا المناک منظر آپ کے سامنے ہے تاہم جس مذہب کا انھوں نے خون کیا اور جس سے وفا کی چولیں اب خود ان کے ہاں بھی ڈھیلی پڑ رہی ہیں مناسب ہے کہ بریلویت کے ان کھنڈرات سے اس کے کچھ نمونے بطور یادگار جمع رکھے جائیں تاکہ آئندہ والی سنسلیں جان سکیں کہ چودھویں صدی میں ایک نقش بھی اُبھرا تھا جو ہنگامہ کے تاریخی دھماکے میں اپنی آخری نیند سو گیا۔

جو خود کو کہتے تھے تو بچی وہ چلے ہوئے کار تو سن سکے

ہم خوش ہیں کہ جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ اور اس کے دینی رہنماؤں مولانا ابوالحمود شتر اور ارشد القادری وغیرہ نے وہابیہ نجد کو مسلمان تسلیم کر کے اور ان کے سرخیل شاہ فیصل کے حق میں ایصالِ ثواب کی دعائیں کر کے ایک نیکی کی ہے بُرائی نہیں کی ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عربین شریفین کے کافروں کے قبضے میں ہونے کی تلقین کرنا اور وہابیہ نجد کو کافر ٹھہرانا مرکز اسلام میں زلزلہ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

شاہ فیصل پر نجدی دہابی ہونے کا فتویٰ

جلالہ الملک شاہ فیصل کے ساتھ شہادت سے پہلے شاہ فیصل مرحوم کے بارے میں یہ لوگ کس قسم کا عقیدہ رکھتے تھے اس کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری کی تجویز ملاحظہ کیجیے جو اس نے اس ساتھ شہادت سے ایک سال پہلے پیش کی تھی، روزنامہ "ملت" کی ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں یہ تجویز آچکی ہے:

"شاہ فیصل کو پاکستان اور عالم عرب خواہ مخواہ اہمیت دے رہے ہیں، یہ نجدی دہابی ہے جو قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اس کی حکومت کا تختہ الٹ جانا چاہیئے یا اسے ختم کر کے کسی دوسرے اچھے عرب کو لانا چاہیئے"

(روزنامہ "ملت" ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء)

جب شاہ فیصل شہید کر دیے گئے تو یہی لوگ پھر ان کے ایصالِ ثواب کے لیے تیار ہو گئے کہ شاید اس بہانے سعودی عرب سے کوئی مالی امداد مل جائے۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ مرکز اسلام کے خلاف کفر کا فتویٰ دینے والے اور والیٰ حرمین کے خلاف اس دور تک سوچنے والے خود ہی اس بلے تلے دب گئے۔ بریلویوں کا ایصالِ ثواب کا یہ جلسہ مولانا احمد رضا خاں کے تعارف میں ہر حق پسند ضمیر کو بریلویت سے دور کرتا رہے گا۔

پاکستان کی مخالفت

یہ نہ لگتا تھا کہ بریلوی تکفیر کی گولہ باری صرف عالم عرب پر تھی یا کبھی صرف ترکی اس کی زد میں تھا۔ نہیں پاکستان بھی ان کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو مشد سید آل رسول سجادہ نشین مارہرو شریف کا رسالہ "اسلم لیگ کی زریں نجیہ دری"

اس کی منہ بولتی شہادت ہے مولانا اولاد رسول نے مارہرو شریف سے ایک رسالہ الجوابات السنیہ علی زہار السوالات الیگیہ شائع کیا تھا اس میں مسلم لیگ کے اساسی مقاصد کے بارے میں لکھا ہے :

”صریح محررات، ضلالت بلکہ منجر بحضرات ہیں“
اس رسالہ میں حزب الاحناف لاہور کے مولوی ابوالبرکات سید احمد کلایہ فتویٰ بھی دیکھیے : ”لیگ کی حمایت کرنا اس میں چندے دینا اس کا میر بننا اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا ہے“

ڈاکٹر اقبال کے خلاف فتویٰ

بریلویوں کی مشہور کتاب تجانب اہل السنہ جس پر مولانا احمد رضا خاں کے نفیل طبعہ مولوی حسمت علی کی تصدیق درج ہے اس میں نقاش پاکستان علامہ اقبال کے بارے میں ہے :
”ڈاکٹر صاحب کی زبان پر شیطان بول رہا ہے اگر ان عقائد کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے“

ڈاکٹر اقبال ہی نہیں، اب بانی پاکستان کے بارے میں بھی سنیے :

بحکم شریعت مسیحیہ اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ خبیثہ کی بناء پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے جو شخص اس کے کفر و پر مطلق ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر و مرتد اور بے توبہ مرآت مستحق لعنت عزیر علامہ

یہ زور آزمائی اس لیے بھی کہ مسلم لیگ کے جلسوں میں مولانا تھانوی لکھنؤ کے نعرے لگتے تھے۔ سو ضروری تھا کہ بریلوی علماء مسلم لیگ پر بھی واردات کریں۔

اشاعت سوم

پچھلے دونوں ایڈیشنوں میں ہمیں سے بریلوی مذہب کے غنوں کی نائش شروع ہو گئی تھی تاہم بعض دوستوں کا تقاضا رہا کہ یہ مقدمہ بہت مختصر ہے، اس میں تحریک بریلویت کی ایک جھلک تو سامنے آجاتی ہے لیکن پوری عکاسی نہیں ہوتی، اس کی مزید تفصیل چاہیئے۔ یہ نونے اشنے حیران کن ہیں کہ عقل باور نہیں کرتی کہ کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس اس قسم کی باتیں کہہ سکے یا لکھ سکے، ان باتوں کے سمجھنے کے لیے قارئین کے سامنے اس تحریک کا پورا پس منظر ہونا چاہیئے۔ ہم نے تعمیل ارشاد کے لیے تحریک کا پس منظر اس میں شامل کر دیا ہے یہ مسبوٹ مقدمہ اس کتاب کی پہلی جلد ہے پہلی ترتیب میں مولانا احمد رضا خاں کے کچھ ذاتی حالات کا ذکر آخر میں کیا گیا تھا اب اس تعارف کو بھی اس پس منظر میں پیش کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس اضافے سے دوستوں کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے گی اور بریلویت کو سمجھنے میں ایک بڑی مدد بھی ملے گی۔ یقین کیجئے کہ ہندوستان میں انگریزی دور حکومت میں جس شخص نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا ان کے مابین کفر و اسلام کے فاصلے قائم کیے مسلمان اسے سمجھے بغیر پھر اتحاد کی طرف کبھی واپس نہ لوٹ سکیں گے کیونکہ ایک قوم بے خبری کے ساتھ اسے صدی کا مجدد اور ایک دین و مذہب کا بانی سمجھتی ہے اور اس تصور کے ساتھ ان کا اسے چھوڑنا بہت مشکل ہے اگر آپ قوم کو پھر متحد دیکھنا چاہتے ہیں تو برطانوی سامراج کے ایک ایک خیر خواہ کو سمجھنے کی کوشش کریں جوں جوں بے خبری کے بادل چھٹتے جائیں گے صبح اتحاد کا چہرہ نکھڑ جائے گا۔

نہیں اقبال نا امید اپنی کشت ویراں سے

ذرا غم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

بریلوی مسلک کی جھلک میں آپ اس مذہب کے نادر نمونے دیکھ آئے ہیں پھر اس تزکیہ کا پس منظر بھی تفصیل سے آپ کے سامنے آچکا آپ نے دیکھا کہ ملت اسلامی پر تشیع و تفریق

کیسے چلا اور کس بے رحمی سے اُمت کو دو ٹکڑے کیا گیا۔ آپ مولانا احمد رضا خان کے شوقِ تنقیر کا سیما ہی جائزہ بھی لے چکے ہیں یہ بھی دیکھا کہ خان صاحب نے اپنے اس شوق کو پورا کرنے کے لیے کونسی راہ اختیار کی، اسے ہم پہلے خیانات کے عنوان سے پیش کر آئے ہیں۔ مولانا کا شخصی تعارف آپ کو ان کے علمِ فضل اور بہادری کی رشتان میں ملے گا۔ علمِ فضل کے تحت آپ ان کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" پر بھی ایک وسیع نظر ڈال سکیں گے اور جان سکیں گے کہ مختلف اسلامی حکومتوں نے اسے کیوں خلاف قانون قرار دیا۔ مولانا کے زہد و عمل پر نظر ڈالنے کے بعد آپ ان کے عقائد کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان حضراتِ نفلۃ اسلام میں کتنے گہرے سکاف ڈالے ہیں اور اسلامی قدروں کو کس طرح پامال کیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیروؤں نے کس بے دردی سے اسلام کے عقیدہ توحید میں تحریف کی ہے کس بے خونی سے عقیدہ رسالت میں گستاخی کی چال چلے ہیں کس طرح صحابہ کرام کی شان میں بے ادبی کی اور کس بے دردی سے اولیاء اللہ کی شان میں توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان کی ان گستاخیوں کی نشاندہی اس لیے نہیں کی جا رہی کہ ان کی بے آبروئی ہو بلکہ محض اس لیے کہ ان کے پیروا نہیں ان کے اصل آئینہ میں دیکھ سکیں اور اُمت میں تفرقہ پھیلانے کی دلازار روش چھوڑ دیں۔ اس کتاب کی اشاعت میں حضور کی اُمت کی خیر خواہی مقصود ہے۔ کسی گروہ کی بدخواہی اور دلازاری ہرگز پیش نظر نہیں۔ خدا کرے لوگ مولانا احمد رضا خاں اور ان کی جماعت کے عقائد و افکار کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ بدعت والحاد کا یہ ریلہ انہیں کس طرف بہا لے جائے گا۔

تشکر و امتنان

اللہ تعالیٰ کے حضور ہم بخلوص دل شکر گزار ہیں کہ اس نے دھماکہ کو اتنی عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ ہم ابتدائی مرحلہ میں اس کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ پاکستان اور ہندوستان میں کتنے ہی اداروں نے اس کے ایڈیشن نکالے اور کتاب کی طلب بھر بھی عام رہی۔ انگریزی، بلکھ ویشی بان

گجراتی اور برہی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ مولانا محمد عمر کے گجراتی ترجمے کو ہندوستان کے علاقہ بمبئی، سوت اور بھڑوچ میں مقبولیت ہوئی ہے، ساؤتھ افریقہ میں انگریزی ترجمے کی بہت مانگ ہے، انگلستان، سکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ میں جہاں جہاں بھی پاک و ہند کے لوگ آباد ہیں، ”دھماکہ“ کو بڑی دلچسپی سے پڑھا گیا بلکہ بعض حلقوں میں جب بھی ۲۷ اپریل کی تاریخ آتی ہے لوگ گھروں میں ۲۷ اپریل ۱۹۷۵ء کے جلسہ تعارف کی ٹیپ ریکارڈ تقریر سنتے ہیں اور اسے دل لگی میں یوم دھماکہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

”دھماکہ“ کی اشاعت کا ایک فوری اثر برطانیہ میں یہ دیکھنے میں آیا کہ مولوی ارشد القادری مصنف ”زلزلہ“ کو جنہیں انجمن تبلیغ الاسلام برٹیفورڈ نے ان کی کتاب ”زلزلہ“ کی شہرت کے باعث یہاں انگلینڈ بڑے شوق سے بلایا تھا کہ ان کی وجہ سے یہاں بریلوی مذہب کو فروغ ہو گا وہ یہاں سے فارغ کر کے واپس ہندوستان بھیج دیے گئے اور جن امیدوں سے بریلویوں نے انہیں یہاں بلایا تھا ان پر یکسر پانی پھر گیا اور ان لوگوں کو یہاں لینے کے دینے پڑ گئے۔ مولانا ارشد القادری کی ہندوستان واپسی ”دھماکہ“ کی یادوں میں سے ایک ٹیٹا موثر یاد ہے۔

یہ کتاب کسی کتاب کے جواب میں نہیں لکھی گئی بلکہ یہ ایک مستقل کتاب ہے، جسے ارشد القادری صاحب کی ملک واپسی کے باعث بریلوی حلقوں میں خواہ مخواہ اسے زلزلہ کا جواب سمجھ لیا گیا حالانکہ اس میں کہیں درج نہ تھا کہ زلزلہ نامی کسی کتاب کا جواب ہے، زلزلہ کے جواب میں کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور عام ملتی ہیں۔ ان سے زلزلہ کی ہیبت بہت کم ہو گئی ہے۔ ”دھماکہ“ کی اس مقبولیت عام اور اس کی ضرب کاری پر ہم بصیرت قلب اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکر گزار ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فوراً سنت سے پورے جہان کو منور فرمائے اور شرک و بدعت کے اندھیروں سے پوری قوم کو مخلصی عطا فرمائے، آمین۔

کارکنان انجمن خدام التوحید والنسۃ بمنگھم

تحریک اور بانی تحریک

تحریک اور بانی تحریک کا بہت قریب کا ساتھ ہوتا ہے۔ بانی کی فخر اور تحریک کا عمل تھے ساتھ چلتے ہیں۔ ”مطالعہ بریلویت“ جلد اول میں تحریک (اہلسنت پر تیشہ تفریق) اور اس کا پس منظر (وہ کون سے حالات تھے جو اس تحریک کا موجب ہوئے) آپ کے سامنے آچکے۔ اختلاف پیدا کرنے میں مولانا احمد رضا خان نے کون سا زینہ منتخب فرمایا؟ آپ خیانات کی بحث میں اسے بھی اچھی طرح جان چکے۔ یہ سب کچھ خانصاحب کی تحریک کے بارے میں مختا خان صاحب کے بارے میں نہیں۔ آپ کے اپنے بارے میں قارئین کرام شاید ابھی تک یہ جاننے کے منظر ہوں کہ آپ کس علمی ماحول کی پیداوار تھے اور کن بزرگوں کے زیر سایہ آپ نے عمل و کردار کی تربیت پائی ہوگی۔

بانی تحریک مولانا احمد رضا خان کس علم و عمل کے مالک تھے اس جلد میں اس پر کچھ تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے لئے مرتبہ امامت کا مدعی ہو اور لوگوں کو اپنے مذہب پر چلنے کی دعوے دے تو لوگوں کو یہ حق پہنچنا ہے کہ وہ جانیں کہ وہ خود کیا ہے۔ کس ماحول کی پیداوار ہے اور اس کی زندگی عمل و کردار کے پہلو سے کس درجہ لائق اعتماد ہو سکتی ہے۔ اسی پہلو سے ہم نے خان صاحب کے علم و فضل اور عمل و کردار پر قدرے بحث کی ہے۔ انہیں بے آبرو کرنا ہرگز مقصود نہیں۔ نہ ہم ان کے پیروں کی دل آزاری چاہتے ہیں۔ بلکہ خود ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ نہایت ٹھنڈے دل سے ان کے مرتبہ علم و فضل کو جانیں اور پھر فیصلہ کریں کہ وہ سلف صالحین کی پیروی میں روح کی تسکین پاتے ہیں یا خان صاحب کے مذہب کی پیروی میں؟

رب العزت کی توفیق شامل رہی تو اگلی جلد میں اس تحریک کے اثرات پر بھی کچھ بحث کی جائے گی اور بتایا جائے گا کہ خانصاحب کی اس تحریک سے مسلمانوں میں کن کن غیر اسلامی نظریات نے دخل پایا اور کن عقائد پر ان کے پیرو جھے اور انہوں نے اپنے دینی اعمال میں کونسی راہ اختیار کی؟

مولانا احمد رضا خان

علم و فضل کے آئینے میں

اساتذہ سے زلفیض پایا تو تم ہی کہہ دو کیا کمایا
 اب تو سب نے بے دیکھ پایا خبر جہالت کی آ رہی ہے
 ہمیں ہیں غافل نہیں ہے چپ 'ہیں رہم فنا بھائی
 مگر ادھر سے ہمیشہ یہ ہے ہوا شرارت کی آ رہی ہے

اثر خاصہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے پی ایچ ڈی

ڈاکٹر اسلام الکسیٹیمی مینچسٹر

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى الله خيرا ما يشركون اما بعد

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اساتذہ کرام

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کسی باقاعدہ عربی مدرسہ یا دارالعلوم کے تعلیم یافتہ نہ تھے آپ کی ساری دینی تعلیم گھر پر ہی ہوئی تھی۔ آپ کے پہلے استاد مرزا غلام قادر (مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی) تھے ان کے بعد آپ اپنے والد مولانا نقی علی خاں سے پڑھتے رہے مولانا نقی علی خاں بھی کسی معروف عربی مدرسہ یا دارالعلوم کے فارغ التحصیل نہ تھے وہ بھی گھر میں ہی پڑھتے رہے تھے نہ آپ نے کسی مدرسہ میں کبھی پڑھایا تھا اس کے باوجود آپ نے مولانا احمد رضا خاں کو تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل کر دیا اور آپ کو اس قابل کر دیا کہ بریلویوں نے آپ کو اسی عمر میں ”علوم و فنون کا ہمالہ“ سمجھ لیا۔

زہر بن بجائے جو زندگی کے لیے مجھ کو ایسا نوالہ نہیں چاہیے
میری نسبت صفا اور مردہ سے ہے مجھ کو کوہ ہمالہ نہیں چاہیے

دینی تعلیم میں آپ نے علم ہیئت اور نجوم مولانا عبد العلی صاحب راسپوری سے اور علم جفر اور تحکیر اپنے مرشد مولانا ابوالحسن فوری سے سیکھا ان دنوں گدی نشینوں کو علم جفر اور نجوم کی بہت ضرورت لاحق ہوتی تھی اور جتنی ان علوم میں دسترس ہو ان کا حلقہ عقیدت اتنا ہی وسیع ہو جاتا تھا۔ مابہرہ شریف کے گدی نشین علم جفر میں ماہر تھے۔ مولانا احمد رضا خاں

نے علم جفر انہی سے سیکھا تھا اور یہی کشت انہیں آستانہ مرشد پر لے آئی تھی۔ آپ علم جفر میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ مدینہ منورہ جہاں ہر طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضری کی تمنا لے حاضر ہوتا ہے آپ وہاں بھی اس لیے گئے کہ شاید وہاں کوئی علم جفر کا ماہر مل جائے اور اس کے ذریعہ آپ کا کالم چل سکے۔ آپ کے مخطوطات میں ہے۔

”خیال کیا کہ یہ شہر کویم تمام جہاں کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کوئی صاحب جفر وہاں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے“

مولانا احمد رضا خاں صاحب ستاروں کے اثرات کے بھی قائل تھے المیزان امام احمد رضا فرماتے ہیں ستاروں کے اثرات کے قائل تھے مگر اصلی فاعل حضرت عزہ جل شانہ کو جانتے تھے

مولانا احمد رضا خاں عطائی طور پر انبیاء اور اولیاء کے کوینی اختیارات کے بھی قائل تھے اور ستاروں میں بھی ان اثرات کا اعتقاد رکھتے تھے اس وقت یہ زیر بحث نہیں کہ اسلام میں ستاروں کے اثرات کا قائل ہونا کیا ہے؟ اہل حق اس کے قائل رہے ہیں یا اہل الحاد۔ یہ اس وقت کا موضوع نہیں تاہم ایک دو باتیں ضرور یاد رکھئے۔

علمائے اہل سنت میں کوئی ستاروں کی تاثیر کا قائل نہیں بلکہ اس علم میں دلچسپی لینا انکاشیو تھا ستاروں میں اس طرح کی قوتیں اور تصرف ماننا گو عطار الہی کی تاویل سے ہوں ہرگز درست نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یونانی ستاروں میں کرشمہ جانیں تو کافر ٹھہریں اور مولانا ستاروں کے اثرات کا عقیدہ رکھیں تو مجدد تسلیم کئے جائیں۔ فیاللعجب۔

بہر حال مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جمدن مارہرہ شریفین میں بیعت کی تو مرشد نے اسی دن آپ کو خلافت دے دی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں تک سلوک و طریقت اور مجاہدہ و ریاضت کا تعلق ہے آپ ان کے تجربات سے نہیں گزرے اور آپ کا علم مسائل

۱۔ ایضاً ص ۳۳۲ ۲۔ مخطوطات ص ۲۸ ۳۔ ایضاً ص ۳۴۲ ۴۔ ان علوم النجوم کان مشروحاً فی زمن ادریس علیہ السلام وقد نسخ بالاجماع والاشتغال بالعلم المتسوخ خطأ والعمل بباطل (التمہیدی فی بیان التوحید ۱۰ شکور السالعی ص ۲ طبع ۱۳۶۹ م طبع غریب حصار فیروزہ)

طریقیت میں بھی علم شریعت کی طرح ناپختہ ہی رہا۔

المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں ہے کہ آپ کے مرشد گرامی نے آپ کو یوشی خلافت دیدی تھی :-

آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔^۱

بارہ شریف سے تعلق جب زیادہ تر علم جفر اور تحسیر کی بنا پر تھا تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں سلوک و طریقت کی منزلیں طے کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ پیر و مرید اسی فضول علم میں کھوئے ہوئے تھے جس کے بارے میں وہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب لے چکے تھے کہ یہ علم فضول ہے مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ حضورؐ نے خواب میں مجھے ایک تھان دکھایا جس پر

ا۔ ہ۔ ذ کے حروف لکھے تھے اس کی تعبیر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے خود یہ بیان کی

ا، ہ، ذ کے معنی ہیں فضول بک

دارالعلوم دیوبند کو ایک طرف رہنے دیجئے اس وقت

وقت کی مشہور درسگاہیں

کئی اور بھی درسگاہیں موجود تھیں جن میں نادر روزگار علمی شخصیتیں موجود تھیں اور علم و فن کے متلاشی دور دور سے آکر ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی طلب علم میں وقت کے جن مشہور مراکز علمی میں کھوئے مولانا احمد رضا خاں صاحب ان میں سے کسی مرکز علم سے فیض یاب نہ ہو سکے۔

اس وقت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (۱۳۰۴ھ) شاہ عبد الرزاق فرنگی علی (۱۳۰۷ھ) مولانا احمد حسن کانپوری (۱۳۲۲ھ) حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادی (۱۳۱۳ھ) اور مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی جلیے حضرات موجود تھے جن سے مولانا احمد رضا خاں صاحب بخوبی استفادہ کر سکتے تھے پیر مہر علی شاہ صاحب کے تذکرہ ”مہر منیر“ میں ان نادر روزگار علمی شخصیتوں کا ذکر موجود ہے مگر حیرت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو اساتذہ کی کمی پر ہمیشہ فخر رہا حالانکہ زیادہ سے زیادہ علماء سے استفادہ کرنا علماء سلف کے

لیے سراپا افتخار رہا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے تقریباً چار سزار اساتذہ سے استفادہ کیا تھا جہاں بھی کسی صاحب علم کی شہرت ہوتی علماء وہاں پہنچتے اور اپنے دامن کو علم کے موتیوں سے بھرتے۔ بریلوی حلقے اس پر فخر کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے مرزا غلام قادر (برادر مرزا غلام احمد قادیانی)، اور اپنے والد نقی علی خاں - مولانا عبدالعلی رامپوری اور شاہ ابوالحسین صاحب فوری کے سوا کسی سے نہیں پڑھا :-

ان کے سوا کسی کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہیں کیا ۱۰

مولانا احمد رضا خاں کا تعلیمی پہلو اتنا کمزور رہا کہ آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کے لیے علم لدنی کا دعوے لے کریں اور اعتقاد رکھیں کہ آپ کے علم و فن کے کمالات وہی تھے جو آپ خدا کی طرف سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

مولانا عرفان علی صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا احمد رضا

تین برس کی عمر میں فصیح عربی میں گفتگو

خاں صاحب نے فرمایا :-

میری عمر تین ساڑھے تین برس کی ہو گئی اور میں اپنے محلے کی مسجد کے سامنے کھڑا تھا ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں جلوہ فرما ہوئے انھوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے بھی فصیح عربی میں انکی باتوں کا جواب دیا ۱۰

یہ حکایت محض اس لیے وضع کی گئی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے لیے اساتذہ کی کمی کا جبر ہو سکے اور مولانا کے لیے علم لدنی ثابت کرنے کی بنیاد فراہم کی جاسکے تاہم تعجب ہوتا ہے کہ جب تین ساڑھے تین برس کی عمر میں علم کی یہ شان تھی تو چار سال کی عمر میں طوائف کے سامنے قمیص اوپر کیوں اٹھا لیتے تھے۔ فتاویٰ رضویہ کے مقدمہ میں ہے :-

چار برس کی عمر میں ایک دن بڑا سا کڑتہ پینے باہر تشریف لائے تو چند بازاری

طوائفوں کو دیکھ کر کُرتے کا دامن چہرہ مبارک پر ڈال لیا یہ دیکھ کر ایک عورت بولی واہ میاں صاحبزادے آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا ۔
ہم اپنے آپ کو کس طرح سمجھائیں کہ ساڑھے تین سال اور چار سال کی عمروں کے یہ دونوں واقعات کیسے سچ ہو سکتے ہیں، دروغ کو حافظہ نباشد کہہ کر بھی ہم آگے نکلنا نہیں چاہتے کہ یہ مولانا کے ادب کے خلاف ہوگا۔

چھ سال کی عمر میں فصیح تقریر
بریلوی لٹریچر میں یہ روایت بھی ملتی ہے :-

چھ سال کی مبارک عمر میں کہ ماہ ربیع الاول تھا ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے منبر پر جلوہ افروز ہو کر آپ نے پہلی مرتبہ تقریباً دو گھنٹے تک علم و عرفان کے دریا بہائے ۔

مولانا احمد رضا خاں نے چھ سال کی عمر میں تقریباً دو گھنٹے تک علم و عرفان کے دریا بہائے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرا کوئی اُستاد نہیں تھا :-

میرا کوئی استاد نہیں میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع و تفریق ضرب تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترمیمی مسائل میں انکی ضرورت پڑتی تھی شرح چینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہوئے مصطفیٰ پیارے کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے ۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۷ شائع شدہ لاہور ۲۔ فتاویٰ رضویہ ص ۳۷ اصل بات یہ ہے کہ مولانا نقی علی خاں گوجرانوی نے خود نہ آتی تھی اب پڑھائیں کیا ؟ کتاب سے جان چھڑانے کا یہ ایک مصطلحی انداز تھا جو آپ نے اختیار کیا اگر یہی بات ہوتی جو انہوں نے کہی تھی تو پھر مولانا احمد رضا خاں مولانا عبدالصاحب راجپوری سے یہی کتاب پڑھنے کیوں جاتے افسوس کہ آپ وہاں بھی اس کے چند اسباق ہی پڑھ سکے حضرت کے استاد ہونے کا فقرہ..... مولانا عبدالصاحب راجپوری کو حاصل ہوا جو ان سے حضرت نے شرح چینی کے کچھ اسباق لیے (المیزان نمبر ص ۲۳۲) ۳۔ المیزان احمد رضا نمبر ص ۲۴۲

ایک مبصر یہاں یہ سوچے بغیر رہ نہیں سکتا کہ پھر حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام بخاریؒ جیسے حضرات اساتذہ کے سامنے کیوں وقت ضائع کرتے رہے کیا ان کے لیے اس طرح سے حصول علم کے دروازے بند تھے؟

امام ابو حنیفہ کے استاد

ممکن اور بہت ممکن ہے کہ بریلوی حضرات نے مذکورہ روایتیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تعلیمی کمی کو علم لدنی سے پورا کرنے کے لیے وضع کی ہوں لیکن اگر یہ صحیح ہیں تو پھر چار پانچ سال کی عمر میں بازاری عورتوں کے سامنے ستر کھولنا یقیناً ایک ارادی حرکت ہوگی۔

علماء میں اساتذہ کی کثرت ہمیشہ سرمایہ عزت رہی ہے حافظ ابو الجراح المنزی امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کی تعداد ۴۷ بتلاتے ہیں اور اگر ان تمام راویوں کو بھی لے لیا جائے جن سے آپ نے حدیث سُنی تو پھر ملا علی قاریؒ کا بیان فیصلہ کن ہو گا کہ امام اعظمؒ کے اساتذہ (صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں سے) چار ہزار ہیں ۱۔

تیرہ سالہ مفتی

مولانا احمد رضا خاں مرزا غلام قادر اور اپنے والد نقی علی خاں سے پڑھ کر ۱۳ سال کی عمر میں فارغ ہوئے اور اسی دن والد نے آپ کو مسند افتاء پر بٹھایا آپ اسلام کی چودہ صدیوں میں پہلے مفتی ہیں جنہوں نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں فتوے کا قلمدان سنبھالا امام ابو حنیفہؒ جیسے جلیل القدر امام بھی اس عمر میں اس ذمہ داری کے لائق نہ ہو سکے تھے۔

بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جو ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے تھے اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے جس دن آپ پر نماز فرض ہوئی تھی :-

”تیرہ سال کی عمر میں۔۔ ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جواب بالکل صحیح

تھا والد صاحب نے خود ذہنی دیکھ کر اسی وقت سے افتاء کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔“ ۲۔

یہ حضرات یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اسی دن سے مجددِ کامل بھی تھے :-

آپ نے ۱۲۸۶ میں علومِ مردوبہ درسیہ سے فراغت حاصل کی اور منصب افتاء پر بٹھائے گئے اسی دن سے ان کی زندگی کا اگر ایسا مذاکرانہ جائزہ لیا جائے تو انکا مجددِ کامل ہونا منہ پر دوز کی طرح ظاہر و آشکار ہے ۱۔

یہ بات ان لوگوں کی محض اپنی روایت نہیں بلکہ ان کے اعلیٰ حضرت کا بیان بھی اس بارے میں یہ ہے کہ :-

فقیر نے ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتوے لکھا ۲۔

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اسی دن آپ فارغ التحصیل ہوئے اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے اسی دن نماز آپ پر فرض ہوئی اور اسی دن سے آپ مجددِ دھڑے آپ کی یہ چار خصلتیں ایک ہی دن کی یاد ہیں۔

بریلوی مذہب کے لوگ بسا اوقات کہہ دیتے ہیں کہ اس زمانے آپ کی ہزاروں کتابوں پر نظر تھی اور ہزاروں کتابیں آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں ان حضرات کا یہ کہنا درست نہیں۔

دریات کے علاوہ صرف پچاس سے کچھ زائد کتابوں کا آپ پچاس کتابیں زیرِ مطالعہ | نے مطالعہ کیا تھا اس وسعت مطالعہ پر آپ کی اپنی ایک

شہادت بھی موجود ہے خود فرماتے ہیں۔

درس نظامی کی تمام کتب اور پچاس سے زائد کتب میرے درس و تدریس اور مطالعہ میں رہیں ۳۔

مولانا احمد رضا خاں نے جب ہوش سنبھالا تو بریلی

مدرسہ بریلی کی علمی حیثیت

میں مدرسہ مصباح التہذیب موجود تھا لیکن اس پر

علمائے دیوبند کے اثرات بہت گہرے تھے بریلی میں بس انہی کی بات چلتی تھی پھر ایک مدرسہ

اشاعت العلوم ۱۲۱۲ھ میں قائم ہوا وہ بھی رفتہ رفتہ علمائے دیوبند کے زیر اثر چلا گیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ مولانا احمد رضا خاں فرض نماز تک گھر میں پڑھتے تھے۔

افسوس ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بڑے ہو کر بھی کوئی وسیع اور کامیاب دارالعلوم نہیں بن سکے جو ان کا مدرسہ تھا اس کا کل سرمایہ مولانا ظفر الدین اور لال خاں ہی تھے۔ آپ اپنے ایک خط میں اس حالت کا ذکر کرتے ہیں۔

افسوس کہ ادھر نہ مدرس ہے نہ واعظ۔ نہ ہمت والے مالدار۔ ایک ظفر الدین

کہہ رہے ہیں اور ایک لال خاں کیا کیا بنائیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل^۱

یہ لال خاں کون تھا اور کیا کام کرتا تھا یہ مولانا احمد رضا خاں جانیں لیکن یہ بات ایک حقیقت ہے کہ آپ نے باقاعدہ کسی مدرسہ میں نہیں پڑھایا یہی مولانا ظفر الدین لکھتے ہیں :-
اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا^۲

ایک دفعہ بزور مطالعہ حدیث پڑھانے بیٹھے تو یہ پتہ نہ تھا کہ حدیث کس طرح بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے حدیث کھڑے ہو کر پڑھانے لگے جس طرح یورپ کے تعلیمی اداروں میں استاد کھڑے ہو کر لیکچر دیتا ہے مولانا احمد رضا خاں بھی کھڑے ہو کر حدیث پڑھانے لگے۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں :-

اعلیٰ حضرت کتب حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے دیکھنے والوں نے ہم

کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے اور پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے۔^۳

یہ ماحول خود بتا رہا ہے کہ وہ مدرسہ کس درجے کا ہوگا جہاں پڑھائی اس خلاف فطرت انداز میں ہوتی ہوگی تاہم یہ بات لائق غور ہے کہ اس آن بان کے باوجود آپ کوئی بڑا مدرسہ بنانے میں ناکام رہے نہ یہ آپ کا ذوق تھا ان حالات میں پچاس سے زیادہ کتابیں کیسے آپ کے مطالعہ میں رہ سکتی تھیں

حضرت مولانا عبدالحق خیر آبادی کی خدمت میں حاضری اور بد نصیبی

حضرت مولانا افضل حق خیر آبادی کے صاحبزادہ مولانا عبدالحق خیر آبادی رامپور میں اپنے وقت میں معقولات کے شیخ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں رامپور گئے۔ تو نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ مولانا خیر آبادی سے کچھ منطق پڑھ لیں۔ مولانا خیر آبادی سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے پوچھا منطق میں انتہائی کتاب آپ نے کون سی پڑھی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے کہا۔ قاضی مبارک۔ مولانا خیر آبادی نے جانتا چاہا کہ سچلی کتابیں ترتیب سے پڑھ آئے ہو یا کمال ذہانت سے اور سچی کتابوں پر دسترس پالی ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ شرح تہذیب پڑھی ہے۔ اب بجائے یہ کہنے کہ میں نے سچلی کتابیں سب ترتیب سے پڑھی ہیں۔ آپ نے شیخ وقت کے سامنے گستاخانہ لہجہ اختیار کیا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر مختار الدین صاحب کہتے ہیں، حضرت نے فرمایا کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ علامہ خیر آبادی نے گنگو کارُخ بدل دیا اور پوچھا بریلی میں آپ کا کیا مشغل ہے؟ فرمایا۔ تدریس و تصنیف اور افتاء۔ پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد و ہایہ میں۔ علامہ نے فرمایا۔ آپ بھی رد و ہایہ کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدایونی خطبی ہے کہ ہر وقت اس خطبہ میں مبتلا رہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت آؤردہ ہوئے۔

مولانا احمد رضا خاں اس وقت کے سامنے اگر یہ گستاخانہ لہجہ اختیار نہ کرتے۔ تو ممکن ہے آپ کو منطق میں کچھ شدید حاصل ہو جاتی۔ اس گنگو کا نتیجہ یہ رہا کہ پھر زندگی بھر اس فن میں دسترس نہ پاسکے اور کبھی مناظرہ میں کسی کے سامنے نہ آ سکے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں خالصتاً کو ان کی ایک اپنی تحریر کی روشنی میں

منطق کے آئینہ میں آماریں۔ خالصاً صاحب لکھتے ہیں :-

نسبت و اسناد دو قسم ہے۔ حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت میں متصف ہو اور مجازی کہ کسی علاقہ کی وجہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں۔ جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتہً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔ پھر حقیقی بھی دو قسم ہے۔ ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقتہً متصف کر دیا ہو۔ خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو۔ جیسے واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں۔ جیسے واسطہ فی الایات میں۔^{۱۵}

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں واسطہ فی الایات کی اصطلاح فقط استعمال کی ہے۔ واسطہ فی الایات اسے نہیں کہتے۔ جو خالصاً حب نے سمجھ رکھا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے ہم واسطہ کی کچھ ابتدائی بحث درج کیے دیتے ہیں :-

واسطہ مصطلحہ اہل حکمت

واسطہ موصوف اور صفت کے درمیان ایک علاقہ ہے جیسے العالم حادث لانہ متغیر اس میں عالم ذات ہے اور حادث اس کی صفت۔ عالم تغیر کے واسطہ سے حادث ہے۔ اس میں واسطہ متغیر اور ذوالواسطہ العالم دو نزل صفت کے ساتھ متصف ہیں۔ عالم اور متغیر ہر دو حدوث کے ساتھ متصف ہیں اور حادث ہیں۔ متغیر براہ راست حدوث سے متصف ہے اور عالم بالواسطہ — یہ مثال واسطہ فی الایات ہے۔

② واسطہ بالعروض۔ جیسے کشتی میں بیٹھے آدمی کو متحرک کہیں۔ وہ بذات خود حرکت میں نہیں ہوتا کشتی کے واسطہ سے حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ اس میں واسطہ کشتی ہے۔ جو حرکت کے ساتھ حقیقتہً

اور بالذات موصوف ہے۔ ذوالواسطہ (کشتی میں بیٹھا آدمی) حرکت سے مجازاً اور بالعرض موصوف ہے۔

③ واسطہ فی الثبوت — اس کی دو قسمیں ہیں :-

واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض — اس میں واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت سے

حقیقۃً متصف ہوتے ہیں۔ جیسے انسان قلم کے واسطہ سے لکھتا ہے۔ قلم واسطہ ہے اور ہاتھ ذوالواسطہ اور دونوں حرکت سے حقیقۃً متصف ہیں۔ ہاتھ کی حرکت ہاتھ کے ساتھ اور قلم کی حرکت قلم کے ساتھ قائم ہے — ہاتھ چابی سے تالہ کھول رہا ہے۔ ہاتھ بھی حرکت سے متصف ہے اور چابی بھی ہاتھ کے واسطہ سے حرکت کرتی ہے۔

واسطہ فی الثبوت سفیر محض — اس میں واسطہ صفت سے متصف نہیں ہوتا۔ نہ حقیقۃً

نہ مجازاً۔ صرف ذوالواسطہ صفت سے متصف ہوتا ہے۔ ایک شخص چھری سے مرعنی ذبح کر رہا ہے۔ ذبح سے مرعنی (ذوالواسطہ) تو متصف ہے۔ لیکن چھری (واسطہ) متصف نہیں۔ وہ ذبح میں صرف واسطہ ہے۔ ذبح سے حقیقۃً یا مجازاً موصوف نہیں۔ رنگ ساز کے واسطہ سے کپڑا رنگا جاتا ہے۔ لیکن رنگ سے صرف کپڑا موصوف ہے رنگ ساز نہیں۔ رنگ ساز واسطہ بنا کپڑا ذوالواسطہ ہے وہ رنگ سے موصوف ہے مگر واسطہ رنگ سے موصوف نہیں۔

الحاصل :- واسطہ فی الثبوت کی دو قسمیں ہیں۔ واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت

سے موصوف ہوں۔ تو واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ہے اور اگر واسطہ خود اس سے متصف

نہ ہو تو یہ واسطہ فی الثبوت سفیر محض ہوگا۔

اب دیکھئے مولانا احمد رضا خاں نے اس فن میں کتنی فاش غلطی کی ہے۔ خالصاً حب لکھتے ہیں :-

”وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسا واسطہ فی الثبوت

میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں ہے۔

اعلیٰ حضرت کی علم منطق میں یہ بے مانگی دیگر علماء عصر سے کچھ ڈھکی چھپی نہ تھی۔ خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف جو جناب پیر قمر الدین صاحب والوی کے استاد اور مولانا احمد رضا خاں کے سمعہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کی علمی قابلیت کے بارے میں لکھتے ہیں:-

اعلیٰ حضرت ایک عرصہ سے فنونِ عقلیہ کو بزعم خود طلاق مغلطہ دے چکے پس جس فن سے نا آشنا تھی جو اس میں دخل دینے سے سوائے اس کے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے کسی فائدہ کی توقع نہیں۔ لہذا اعلیٰ حضرت خواہ مغالطہ دہی ترک نہ فرمائیں۔ لیکن جن فنون کی ان کی بارگاہ تک رسائی نہ ہو اگر ان سے کندہ کش رہیں تو اس میں بڑی مصلحت ہے۔

اس علمی بے مانگی میں اگر آپ واسطہ فی البتوت غیر منفرض اور واسطہ فی الاثبات میں فرق نہ کر سکے۔ تو قارئین کو متوجس نہ ہونا چاہیئے۔

اہل علم حضرات اس عبارت کو غلط سے دیکھیں منطق کا ادنیٰ طالب علم بھی اس معنی میں واسطہ فی الاثبات کا لفظ نہ بولے گا۔ یہ عبارت خان صاحب کے علم کی تہہ کا پورا پتہ دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ آپ قاضی اعظم تھے۔ بریلوی علماء میں ایک صاحب حسن اتفاق سے منطق کی کچھ اصطلاحات پہچانتے تھے خان صاحب کی یہ عبارت دیکھ کر حیرت میں گھر گئے فی البدیہہ فرمایا "اعلیٰ حضرت کچھ پڑھے لکھے نہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں علم لدنی سے نوازا ہوا تھا اور منطق علم لدنی میں شامل نہیں۔

کچھ سنبھلے تو کہنے لگے کہیں سو کاتب نہ ہو۔ ہم نے کہا کاتب حروف اور الفاظ میں تو غلطی کر جلتے ہیں لیکن اصطلاحات کے مقابلے میں اور اصطلاحات لائے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ اس پر فرمایا ہو کتبہ کاتب کوئی دیوبند ہی ہو اور وہ عالم بھی ہو۔

مولانا احمد رضا خاں کے بار براج گئے

مولانا احمد رضا خاں کی مجلسوں میں نوجویوں کی باتیں عام رہتی تھیں۔ آپ کے معاصرین

میں ایک صاحب کمال بزرگ مولانا غلام حسین بھی تھے، جو بڑے نوجوی کے طور پر مشہور تھے:

ایک دن مولانا غلام حسین تشریف لائے اعلیٰ حضرت نے پوچھا فرمائیے بارش کا کیا انداز ہے؟ کب تک ہوگی مولانا نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا اس مہینے میں پانی نہیں آئے گا۔ آئندہ ماہ میں ہوگی یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بٹھایا حضرت نے دیکھ کر فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو مولانا نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی چال کو نہیں دیکھتے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ خدا کی قدرت کو بھی تو دیکھو وہ جس وقت چاہے ستاروں کی رفتار بدل دے آپ نے یہ سمجھانے کے لیے گھڑی کی طرف رخ کیا اور پوچھا کیا وقت ہے؟ وہ بولے سو گیارہ بجے۔ فرمایا بارہ بجے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا پون گھنٹہ۔ اس پر مولانا احمد رضا خاں صاحب اُٹھے اور اس وقت گھڑی پر بارہ بجادیئے

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اسی طرح رب العزت جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے

کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے

خدا کے کام کو اپنے عمل سے تشبیہ دینا کہاں تک درست ہے؟ اس وقت یہ بحث نہیں کہ مولانا نے اپنے آپ کو بارہ بجانے میں قادر مطلق کیسے سمجھ لیا۔ ہم یہ سوال بھی نہیں کرتے نہ ہم یہ پوچھتے کہ لفظ اسی طرح میں مشبہ کون اور مشبہ بہ کون تھا؟ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس

وقت بارہ ہرگز نہ بچے تھے مولانا کے گھڑی کی سوئی بدلنے کے باوجود اس وقت سوا گیارہ بجے کا وقت ہی تھا بارہ کا وقت ہنوز نہ ہوا تھا وقت کی حقیقت وہی رہی جو پہلے سے تھی مولانا کی حرکت صرف ایک ظاہری حرکت تھی خدا کا حالات کو بدلنا بھی کیا اسی طرح کا ہے۔ خدا جب چاہے اسباب سے ان کی تاثیرات کھینچ لے اس سے حقیقت بدلے گی صرف ظاہر داری نہ ہوگی مولانا احمد رضا خاں کے سوا گیارہ بجے ہی بارہ بج گئے تھے۔ یہ بات لائق تسلیم نہیں نہ ہم یہ مانتے ہیں کہ مولانا قادر مطلق تھے کہ پونے بارہ بجے ہی بارہ بج سکتے تھے۔

علم کلام میں آپ نے مولانا کی گفتگو دیکھ لی یہ بھی سمجھ لیا کہ ان کی مجلس میں نجومیوں کی سی باتیں کیسے چلتی تھیں اور آپ کا ذوق علم و جستجو کیا تھا آپ یہ بھی دیکھیں کہ بطور مفتی ان کی ملکی شہرت کیا کیا تھی اور علماء اور طلباء انہیں کہاں تک جانتے تھے۔

خانپور کے بریلوی مدرسہ دارالعلوم خانپور کے مفتی
سراج احمد صاحب مولانا کی ملکی شہرت کا پتہ دیتے ہیں۔

مولانا کا علمی حلقوں میں تعارف

افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتہ
معلوم نہ ہوا ۱۷

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک طلباء کے حلقے میں ان کا کوئی خاص تعارف
نہ تھا دو سال بعد تو آپ چل ہی بے تھے اب جتنی شہرت سو گئی وہ فوت شدہ کی ہوگی زندہ کی نہیں
حضرت اشیح مولانا عبد الغنی صاحب شاہجہانپوری لکھتے ہیں :-

علمائے ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علماء نے کبھی قابل خطاب ہی نہ سمجھا تھا ۱۸

اس علمی کمزوری کے باوجود آپ
کے معتقد آپ کو حضرت

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی برابری کا دعوے

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے برابر درجہ دیتے ہیں فتاویٰ رضویہ کا ناشر اس کی جلد اول کے

تعارف میں ایک فرضی نام سے بیان کرتا ہے :

میں خدا کی قسم کھا کر کثرت ہوں کہ اس فتاویٰ کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مولف کو اپنے اصحاب امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے زمرے میں شمار فرماتے لے

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے زیادہ تر تعلیم عراق میں پائی تھی۔ کوفہ (عراق) شیعہ لوگوں کا مرکز تھا اور یہ حضرات شیعہ نظریات و روایات سے ہرگز بے خبر نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کیا واقعی ان کے ہم پلہ تھے ؟ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ آپ اپنے مخالفین کا کہاں تک مطالعہ رکھتے تھے اسے ملاحظہ کیجئے :

شیعہ کتابوں سے بے خبری | حافظ امیر عبد اللہ بریلوی ایک صاحب تھے جنہوں نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں

ایک شیعہ سے اختلافی مسائل میں ان کی گفتگو ہوئی وہ پریشان ہو کر بریلی کے نامی علماء کے پاس آئے کہ ان کے سوالات کا جواب دیا جائے۔ حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی محمد رضا خاں صاحب کی طرف سے ان کو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ چاہیئے حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے ؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے لے

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے اب تک اس واقعہ کی تردید نہیں ہوئی۔

حدیث کے لیے دوسرے علماء کی طرف رجوع | مولانا عبد القیوم صدر مدرس مدرسہ حنفیہ خانپور جو مولانا

اشرف صاحب کچھوچھوی کے استاد تھے اپنے رسالہ میزان الحدیث میں لکھتے ہیں :-

لے فتاویٰ ضویہ جلد ۴ ص ۴۷ عرض ناشر مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰ تذکرۃ المخیل ص ۱۶۱ مطبوعہ کراچی

مولانا وحی احمد صاحب سورتی محدث پبلی بھیتی (۱۳۳۳ھ) کی خدمت میں امام
 المتکلمین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ہمارے زمانہ میں اپنے عقیدہ متقدم
 طلبہ کو علم حدیث پڑھنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے ۱۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں حدیث
 پڑھانے کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا نہ یہاں کوئی صاحب فن محدث موجود تھا۔ مولانا وحی احمد
 صاحب کے پاس بھیجا صرف مسلک کی پاسداری کے لیے تھا ورنہ یہی مولانا عبدالقیوم پہلے کلمہ لکھے ہیں
 مولانا محمد قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۷ھ کو خاندانِ دہلی سے تلمذ کا فخر حاصل
 تھا دیوبند مدرسہ کی بنیاد انہوں نے ڈالی اس میں شک نہیں کہ اس مدرسہ
 نے جو علم حدیث کی بظاہر خدمت کی ہے ہندوستان کا کوئی مدرسہ اس کا
 مقابلہ نہ کر سکا اور اپنی تمام عمر خدمت حدیث میں صرف کی ہندوستان کا
 ہر شخص اس سے واقف ہے ۲۔

ہندوستان میں یہی ایک مدرسہ ہے جو تمام مدارس کے مقابل پر ایک پہلو سے ممتاز اور ہماری
 کوششوں اور تائید سے مستفیض ہو اور پہنچانے کی قابلیت رکھنے والا نظر آتا ہے ۳۔

دارالعلوم دیوبند کی علمی عظمت اس وقت پورے ہندوستان میں مسلم تھی۔ مولانا غلام
 دینگر صاحب قصوری بڑی مہارت سے اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

موضع ستیہ والہ تحصیل و ضلع فیروز پور پنجاب میں ایک طوائف مستماتہ پیرانے مال کثیر
 صرف کر کے ایک مسجد کی مرمت کروائی۔ اپنے پیڑھے سے توبہ کر کے اپنی کمائی اس نیک کام
 میں صرف کی۔ علماء میں مسئلہ اٹھا کہ اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہ؟ ناجائز قرار دینے والوں نے

اپنے حق میں دیوبند کا نام بھی استعمال کیا۔ مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں:-
شرعی کوئی فتوے دیں۔ مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں:-

منظن غالب ہے کہ جو فتوے دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں
کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شے کو حرام بنا دیں۔
اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلا وجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور
غیر آباد کر دیں؟

دیوبند کی علیٰ عظمت اور شرعی ثقاہت کی اس سے بڑی شہادت کیا ہوگی کہ مولانا قصوری
یہ بات ناممکن قرار دیتے ہیں کہ علماء دیوبند بلا دلیل شرعی کسی چیز کو ناجائز بتلا دیں۔
قارئین اس سے ناواقف نہ ہوں گے کہ ان دنوں مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ بریلی کا کہیں
نام و نشان تک نہ تھا۔ اور دیوبند کی عظمت کے چراغ ہر گھر میں جل رہے تھے۔

اس تفصیل کے بعد کسی مبصر کو یہ کہنے کا حق نہیں رہتا کہ دیوبند اور بریلی کا اختلاف درہل
دو مدرسوں کا اختلاف تھا دونوں طرف کے لوگ اہل السنۃ والجماعۃ حنفی مسلک سے
انتساب رکھتے ہیں اس لیے اسے دو مسکوں کا اختلاف بھی نہیں کہا جاسکتا اسے علم اور
جہالت کا اختلاف کہیں تو یہ تعبیر پہلی تعبیروں سے حقیقت کے زیادہ قریب ہوگی۔

علمائے عرب کی تحسین

علمائے عرب کے مزاج میں تواضع اور فروتنی بہت
ہے عام علماء بھی انہیں ملتے ہیں تو وہ بڑی تواضع سے
پیش آتے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب ان کے سامنے ایک دینی ہم لے کر گئے تو ان
حضرات نے ان کے دینی جذبے اور محنت سے متاثر ہو کر ان کو اچھے القابات سے ذکر
کیا انہیں یہ علم نہ تھا کہ جن اردو عبارات کو یہ لے کر آئے ہیں اور خود ہی انکا ترجمہ کر کے

لائے ہیں ان عبارات کا ترجمہ اور مطلب کچھ اور ہے سو حسن ظن پر مبنی یہ القاب عزت مولانا کی علمی سطوت کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتے علم کی گہرائی کا پتہ یہ جانے بغیر ہمیں ملنا نہ پڑھا کہاں ہے اور پڑھایا کہاں ہے اور علمی کام کیا کیا ہے۔

ان علماء میں سے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں
حضرت مولانا سید احمد برزنجی کا مبع
 کی تحسین کی تھی حضرت مولانا سید احمد آفندی برزنجی
 مفتی مدینہ بھی تھے جب آپ کو علم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے بات پیش کرنے میں زیادتی ہے
 کام لیا ہے تو انہوں نے پھر مولانا کے رد اور شرکیہ عقیدے کی تردید میں غایت المامول تصنیف
 فرمائی اور اس میں مولانا احمد رضا خاں کو ایسے ذکر کیا جیسے کسی عالم کو ذکر کیا
 جاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے حسام المحرمین کی تصدیقات میں وہ مولانا کو اچھے القابات
 سے یاد کر چکے تھے اس واقعہ سے ان القابات کی حقیقت جو محض عزت افزائی کے لیے
 دیئے جاتے ہیں پوری طرح کھل جاتی ہے۔

حضرت مولانا سید احمد صاحب برزنجی اس میں لکھتے ہیں :-

ثم بعد ذالک ورد الی
 المدینة المنورة رجل من
 علماء الهندیة سید احمد رضا خاں
 پھر علماء ہند میں سے ایک شخص جسے
 احمد رضا خاں کہا جاتا تھا مدینہ منورہ
 آیا۔

آپ دیکھیں مولانا احمد رضا خاں کے نام کے ساتھ کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو ان
 کی کسی علمی عظمت پر دلالت کرتا ہو۔

مولانا سید احمد صاحب
مولانا احمد رضا خاں کے ہاں حضرت برزنجی کا علمی مقام
 برزنجی کا جو اپنا مقام تھا

وہ مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ میں حسام المحرمین میں اس طرح مذکور ہے۔

حائز العلوم الثقلیۃ وفائز الفنون العقلیۃ الجامع بین شرف
النسب والحسب وارث العلم والمجد اباً عن ابی المحقق الاملی
والمدقق اللوذعی مفتی الشافعیہ بالمسیندہ المحمیدہ مولانا
الید الشریف احمد البرزنجی عمت فیوضہ کل رومی وزنجی

حضرت ایشخ مفتی الید احمد البرزنجی مولانا احمد رضا خاں کے کردار سے اتنے ناراض
تھے کہ جب حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے علماء دیوبند کے عقاید پر المہند
علی المنفدر بی زبان میں لکھی تو حضرت ایشخ البرزنجی نے اس کی تائید میں ایک مستقل کتاب
کمال التشفیق والتقویم تالیف فرمائی۔

اس سے پتہ چلا کہ علماء عرب کی تحسین محض ایک اخلاقی رواداری اور حوصلہ افزائی
کے طور پر تھی اور پھر یہ بھی یقین نہیں کہ حسام الحرمین میں ان حضرات کے نام سے مولانا احمد رضا
خاں کے نام کے ساتھ جو القابات لکھے گئے ہیں وہ واقعی ان حضرات نے ہی لکھے تھے یا
یہ بھی مولانا احمد رضا خاں نے خود ہی لکھ لیے تھے اصل تحریریں اور قلمی دستخط کس نے دیکھے ہیں
جو ان کی تصدیق کر سکے حضرت ایشخ البرزنجی کی طرف سے ان القابات کی عملی تردید بتا رہی
ہے کہ یہ القابات سب ایجاد بندہ ہی تھے ورنہ ان تمام القابات کا حامل یک دم رجل من
علماء المہند کیسے بن گیا فاعتبر وایا ولی الابصار۔

اخلاقی حوصلہ افزائی اور علم کی سندیں بہت فرق ہے بریلویوں کو جب مولانا احمد رضا
خاں کی علمی عظمت ثابت کرنے کے لیے کچھ نہیں ملتا تو وہ ان الفاظ کا سہارا لیتے ہیں جو بعض
علمائے عرب نے (اگر واقعی انہوں نے کہے تھے) محض اخلاقی حوصلہ افزائی کیلئے کہے تھے۔
جہاں تک علمی سند کا تعلق ہے

مولانا برزنجی کے ہاں حضرت مولانا خلیل احمد کا مقام | حضرت ایشخ احمد برزنجی حضرت

مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری شارح سنن ابی داؤد کے بارے میں یہ الفاظ لکھتے ہیں یہ القابات ان کی ایک علمی سند میں مذکور نہیں۔

فمن ثم توجهت همته صاحب الفضل والسماحة والعلم والرحابة
 الهمام الا ورع والشهم السعيد الفائز من مدارك التقى
 باو فر نصيب والحائز من مسالك الهدى للسهم المصيب ذى المجد
 الشائخ اللوزعى الكامل والعلامه الفاضل حضرة جناب الشيخ
 خليل احمد بن الشاه مجيد على حفظه الله واوصله الله الى ما
 يتمناه لنيل هذه الطريقة المثلى والسبق الى غاية تلك القصوى
 فطلب منى ان اجيزه بمار ويناہ سماعاً واجازة من الاسانيد
 المختارة الممتازة وتلقيناه من علماء هذا الشأن واسلافنا
 الصالحين وسائر الاعيان فلبت ادعوة واسرعنا اجابته واجزاه
 اجازة خاصة وعامة وشاملة تامة بجميع مسوغاتنا ورواياتنا^{له}
 اب آپ ہی دیکھیں جس شیخ برزنجی کو مولانا احمد رضا خاں حام الاحمرین میں اتنے علمی القبا
 سے ذکر کرتے ہیں وہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو کون علمی القابات سے یاد کر رہے ہیں۔

فضیلتہ شیخ عبد القادر توفیق شہلی

حام الاحمرین پر دستخط اسی بے خبری میں ہوئے۔ اس کی تائید فضیلۃ الشیخ عبد القادر
 توفیق شہلی مدرس حرم نبوی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ جو القول الاظہر کے جہ پر درج ہے
 یہ اس فترے کا خلاصہ ہے جو مولانا عبد القادر توفیق شہلی کے قلم سے مولانا احمد رضا خاں کے
 خلاف صادر ہوا۔ مولانا احمد رضا خاں نے حام الاحمرین میں شیخ مذکور کو ان الفاظ میں ذکر کیا تھا
 صورة ما سطر من في العلم تصدر وفي الدرس تقرر ودقق النظر

وورد و صدر بتوفيق من القادر الشيخ الفاضل عبد القادر

۱۰ تذکرۃ الخلیل ۲۸ ص ۲۹ ۲ حام الاحمرین ص

ترجمہ۔ تقریظ ان کی جو علم میں صدر بنے اور مدرس ٹھہرے اور غور کیا اور مدارک علم میں آمد و رفت کی۔

ان شیخ عبدالقادر نے جب مولانا احمد رضا خاں کے خلاف لکھا اور ان کی قلعی کھولی۔ تو پھر یہی احمد رضا خاں صاحب انہی شیخ عبدالقادر اور ان کی تحریر کے بارے میں لکھتے ہیں،

ایا حق ذید شاید طرابلس میں بستا ہو۔۔۔۔۔ طرابلسی تحریر پر جب یہ قاہرہ میں

موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر کسی ذی انصاف یا شرم والے کو اس بے مغز تحریر

کا نام بھی زبان پر لانا نہ تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کی تحریروں کا یہ تناقض بتا رہا ہے کہ حامی اکبرین کے فتوے کس چال سے لئے گئے اور کس طرح مرضی کے فتوے دینے والوں کو القاب عالیہ سے نوازا گیا۔ اور پھر جب بھنے والے سمجھنے لگے۔ تو کس طرح اعلیٰ حضرت پھر ان پر پل پڑے۔ براہوں نے پیہ خان صاحب کے حق میں اگر کوئی اکرام کے الفاظ کہہ دیئے۔ تو وہ صرف حسن ظن کی بنا پر تھے۔ حقیقت حال اس طرح نہ تھی۔ مولانا احمد رضا خاں علماء کے سامنے آنے کی علمی قابلیت ہرگز نہ رکھتے تھے۔

مولانا کے جاہل پیرواب بڑی سعی سے کہتے ہیں کہ مولانا نے بڑے بڑے علمی مناظرے کئے اور بڑے بڑے میدان جیتے۔ لیکن جس نے بھی اس باب میں تحقیق کی وہ حسرت کے ہاتھ ملتا رہ گیا اور کوئی گوہر آبدار اس کے ہاتھ نہ لگا۔ نہ کہیں مولانا کی ذہانت چمکی۔

فخر اہلسنت حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب سے گریز پائی۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جب علمائے دیوبند پر کفر کا فتوے لگایا تو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے خان صاحب کو میدان مناظرہ میں آنے کی دعوت دی خطوط پر خطوط لکھے۔ رجسٹرڈ خط بھیجے۔ مگر خان صاحب نے ایسی چپ سادھی گویا سانپ سونگھ گیا ہو۔ اپنے ہم خیال علماء میں سے خان صاحب کا واسطہ علماء بدایوں سے پڑا۔ کراچی کے مولانا

عبدالحامد بدایونی اپنی علماء کی یادگار تھے۔ خانصاحب کا علماء بدایوں سے اذان جمعہ کے میں اختلاف ہوا۔ انہوں نے خانصاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ خانصاحب پر بھی وہی چال چلی۔ جو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن کے سامنے اختیار کی تھی۔ اس صورت حال خیر آبادی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیری شریف سے سنئے اور مولانا احمد رضا خاں کی دوسرے علماء کے سامنے آنے کی علم قابلیت پر سرزد سنئے۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں :-

علماء بدایوں نے جب تقریری مناظرہ کی بنیاد ڈالی اور ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ آٹھ بار اشتہار طبع کر کے مختلف طریقوں سے اعلیٰ حضرت کو ابھارا۔ خطوط علیحدہ لکھے۔ تمام جلسہ کا بار صرف اپنے ذمہ لیا۔ جن علماء کو مدعو کرنا تھا۔ ان کے نام تک ایک طویل اشتہار کے ذریعہ شائع کر دیئے۔ شرائط مناظرہ ایسے قرار دیئے جو اگرچہ علماء بدایوں کے حق میں نہایت بارگراں تھے اور اعلیٰ حضرت کے حق میں نہایت ہلکے اور خفیف — پھر اس قدر اس میں سہولت کا اور اضافہ کر دیا کہ آپ بذات خاص نہ سہی آپ کے خوشہ چین بزرگ ہی مناظرہ کے میدان میں آجادیں کہ ان پر الزام بعینہ آپ پر الزام ہو — غرض جو باتیں ان ہونی تھیں وہ بھی علماء بدایوں نے مناظرہ کی خاطر اختیار کیں اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت کو غیرت پر غیرت دلائی۔ مگر ① احیائے سنت کے مدعی اعلیٰ حضرت ② سُر شہیدوں کا اجر تقسیم کرنے والے اعلیٰ حضرت ③ دنیا بھر کو اپنی مجددیت منانے والے اعلیٰ حضرت ④ ایک عالم کی تکفیر کرنے والے اعلیٰ حضرت؛ مناظرہ کے لیے آمادہ نہ ہوئے — پر نہ ہوئے — اور نہ کسی کو اپنا قائم مقام کیا۔ افسوس کہ خانصاحب کے جاہل پیروں نے پھر بھی خانصاحب کا چال سے نہ نکل سکے اور انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے مناظرہ میں آنے سے کھٹے فرار کے باوجود یہ کہا۔

کسی کی کیا مجال جو حضور سے ہوں کر سکے۔ حضور ایسے اور دینے۔
پہلے کوئی حضور کے ہم رتبہ نہ ہوئے پھر کہیں مناظرہ کی ہوس کرے۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیری اس پر لکھتے ہیں۔

مطلب یہ کہ نہ نومن تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔ اللہ اکبر پہلو بچانے کے کیا
زبردست داؤ گھات چودہویں صدی کے مجدد نے ایجاد کیے کہ تمام عالم
کی تکفیر و تفسیق کے بعد بھی کسی کے ہتھ نہ چڑھے اور گھر میں بیٹھ کر تمام میدانِ حیرت

آپ کے بعض پیرو آپ کی اس کھلی گریز پائی کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت درس
و تدریس کی لائن کے آدمی تھے۔ مناظر نہ تھے کہ کبھی میدانِ مناظرہ میں نکلیں۔ افسوس کہ ان
حضرات کی یہ تاویل بھی کسی طرح لائقِ پذیرائی نہیں۔ حضرت درس و تدریس کی لائن کے آدمی
نہ تھے نہ آپ نے کبھی کسی مدرسہ میں بیٹھ کر پڑھا تھا۔ لیکن اپنی بات سنیں انہیں کیا رکاوٹ تھی؟

خواب میں درسی خدمات

مولانا احمد رضا خاں کے پیروں نے جب دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی کسی مدرسہ میں حجم کر
نہیں پڑھایا اور ظاہر ہے کہ بدولتِ تدریس علمِ یحیہ نہیں ہوتا تو انہوں نے ایک خواب تجویز
کیا اور بتایا کہ اعلیٰ حضرت کو خواب آیا تھا کہ وہ ایک مدرسے میں پڑھا رہے ہیں اور آپ نے

لے تجلیاتِ انوار ص ۳۵ ایضاً ص ۳

۳۵ ایک دفعہ اپنے مدرسہ میں حدیث پڑھانے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ کو پتہ نہ تھا کہ حدیث بیٹھ کر پڑھائی
جاتی ہے۔ کھڑے ہو کر حدیث پڑھانے لگے۔ عجب منظر تھا۔ استاد اور شاگرد سب کھڑے تھے۔
حیرت سے سب ایک دوسرے کا منہ نہک رہے تھے اور حدیث کا درس ہو رہا تھا۔ پوچھنے پر فرمایا۔
وہابیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعلیمی قیام کے قائل نہیں۔ اس لئے وہ حدیث بیٹھ کر پڑھاتے ہیں
خافضاب کے حدیث کھڑے ہو کر پڑھانے کا ذکر جاء الحق ص ۲۵۹ میں ملتا ہے۔

خواب میں علوم و فنون کی جملہ کتابیں پڑھائیں اور پھر آپ کو جاگ آگئی۔ بریلویوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کی خواب کی درسی خدمات بہت مشہور ہیں۔ جناب پیر قمر الدین صاحب سیالوی کے استاد مولانا معین الدین اجمیری کے مندرجہ ذیل بیان میں اس خواب کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا اجمیری مولانا احمد رضا خاں کے مجدد ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

منصب مجددیت ان کو کیسے حاصل ہوا، ظاہر ہے کہ محض فتوے نویسی اس کا سبب نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ہندوستان کے تمام مفتیان کرام اس منصب عالی کے کیوں سزاوار نہیں۔ کیونکہ اسلامی ریاستوں مثل حیدر آباد دکن، بھوپال ٹونک وغیرہ کے مفتیان کرام کہ وہ منجانب ریاست خدمت فتویٰ نویسی کے لئے فارغ کر دیئے گئے ہیں اور جن کا شب و روز یہی کام ہے اس وجہ سے یہ نہایت قرین قیاس ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت سے بھی زائد وسیع النظر ہوں۔ پس محض فتوے نویسی ہی اگر اس کا سبب ہوتی تو پھر مجددیت کا سہرا بجائے اعلیٰ حضرت کے ان کے سر بندھنا چاہیے۔ رہی تدریس تو اس کا اعلیٰ حضرت نے کسی زمانہ میں صرف خواب ہی دیکھا ہے۔ کہ وہ ان کو خواب پریشان کی طرح یاد بھی نہ رہا۔ کثرت تالیفات کے باعث بھی وہ اس منصب کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کثرت تعداد کی صورت میں کسی طرح وہ نواب صدر الدین حسین خاں صاحب بڑودہ سے نہیں بڑھ سکتے بلکہ

حضرت مولانا اجمیری و علماء دیوبند میں سے نہ تھے ایک غیر جانبدار مبصر کی حیثیت سے حضرت کا بیان بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں یہ دو باتیں کھل کر سامنے آگئیں۔

اعلیٰ حضرت میں کوئی ایسا علمی کمال نہ تھا۔ جو ان کے دیگر ہمعصروں میں نہ پایا جاتا ہو۔ بڑے بڑے منتقی اور مصنف موجود تھے۔ جو علم میں ان سے بڑھ کر تھے۔

اور یہ بات خانصاحب کے مخالفین میں ہی نہیں ان کے ہم مسلک حلقوں میں بھی مسلم تھی مولانا معین الدین اجیری نے آپ کے کچھ فضائل ذکر کئے ہیں اور بتایا ہے کہ آپ کیسے یہ مقام مجددیت پا گئے۔

علی حضرت کی شانِ مجددیت

مولانا احمد رضا خاں چودہویں صدی کے مجدد کیسے بنے؟ یہ سوال پہلے آپ کا ہے اور ناظرین جان چکے ہیں کہ حضرت میں کوئی علمی کمال نہ تھا جو اس مرتبہ عظمیٰ کا موجب ہو اور حضرت مولانا معین الدین اجیریؒ سلسلہ خیر آبادیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اس عنوان سے کہ وہ کیا فضائل ہیں جس نے خاک پاک بریلی کے ایک مفتی کو مجدد بنا دیا۔

اس پر پوری بحث کی ہے آپ کے یہ فضائل آپ کے علم و فضل اور زبان و عمل کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ حضرت اجیری نے آپ کے یہ فضائل ذکر کئے ہیں۔

فضیلت ① — پہلودار گوئی کئی کئی پہلوؤں والی بات کرنا۔

فضیلت ② — تکبیر مسلمانوں کو دہائی کہہ کر کافر بنانا

فضیلت ③ — عمل بالمحدیث صحابہ کرام کے فیصلوں سے گریز

فضیلت ④ — خود ستانی اپنی مدح و ثنا میں خوشی

پہلودار گفتگو میں آپ کو خوش گفتگو بہت پسند تھی۔ وہ اسے فحش تسلیم نہ کرتے تھے۔

پہلودار بات کہتے تھے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

انہیں کوئی پہلودار لفظ کہا اور ان مسلمان بننے والوں کی تہذیب میں آگ لگی تھی

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مقابل سنی مسلمان ہوتے تھے اور وہی آپ کی پہلودار

زبان کا تختہ مشق بنتے تھے اپنے مخالفین کو اس چھتے انداز میں مسلمان کہنا بتا رہا ہے کہ مسلمان مولانا کو بہت

چھتے تھے اور یہ بدوں اس کے نہیں ہو سکتا کہ آپ خود انگریزوں کے مورچہ پر بیٹھے یہ بات کہہ رہے ہوں۔

آپ کے علمی کمالات کی پوری جھلک دیکھنی ہو تو یہ دیکھئے کہ آپ نے تکبیر کی مہم کو سر کرنے کے لئے اپنے لئے کرن سازینہ اختیار فرمایا۔ ① پہلے دہابی قرار دینا۔ ② پھر کافر کہنا اور ③ پھر ملنا جلنا اور سلام و کلام سب کچھ حرام ٹھہرانا۔

اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو دہابی کر ڈالا۔ ایسا بد نصیب وہ کرن ہے جس پر آپ کا خیر دہابیت نہ چلا ہو۔ وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں دہابی بنانے کے عادی ہوں۔ وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ دہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو دہابی بنا کر عوام کا لالچہ کو ان سے بدظن کرادیا۔ جن کے اتباع کی پیچان یہ ہے کہ وہ وحظ میں اہل حق سینوں کو دہابی کہہ گالیں گے کا مینہ برساتے ہیں۔

دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہو گا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا۔ مگر درحقیقت یہ وہ فقیہیت ہے جو سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔ لہٰذا اس جنس گرامی جہد کس را نہ بند ہے۔

عملؑ باسحدیث کے عنوان سے صحابہ کرام کے نقش قدم اور فقہ حنفی کی حدود سے نکلنا امر لانا احمد رضا خاں کا عمل خاص رہا ہے۔ جس کا دل چاہے خانصاحب کی بدایہ نیوں سے معرکہ آرائی کا پورا نقشہ دیکھ لے۔ رہی آپ کی چرمختی فقیہیت جو آپ کی اپنے بارے میں خود ستائی ہے۔ وہ آپ کو ایک عالم کی حیثیت میں نہیں ایک جنگجو پہلوان کی حیثیت میں پیش کرتی ہے۔ ایک مقام پر اپنا تعارف ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

وہ رضا کے نیزے کا مار ہے کہ عدد کے سینے میں غار ہے
کے چارہ جوئی کا دار ہے کہ یہ وار غار سے پار ہے

پھر ایک دوسرے مقام پر اپنے بارے میں لکھتے ہیں :-
 محمدی کچھار کا شیر شرزہ حیدری نعرہ کے ساتھ سامنے آیا ہے یہ
 پھر سداقرار میں لکھا ہے :-

وہ اکیلا محمدی شیر جو اس بھرے میدانِ اعداء میں یا رسول اللہ کہہ کر کود پڑا
 اور تنہا چار طرف تلوار کبر ہا ہے یہ

یہ تلوار صرف کرہی رہا ہے چلا نہیں رہا۔ چلانے والے اور ہی لوگ ہوتے ہیں۔
 ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہونے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کس برأت
 و محبت سے میدان میں اُترتے تھے۔ اسے حضرت مولانا اجمیریؒ کی زبان سے سینے۔ اس
 غیر جانب دار شہادت پر ہم مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا باب ختم کرتے ہیں۔
 گھر بیٹھے قلم کے نیزے چلا رہا ہے۔ جس کو اس بازی سے اتنی بھی فرصت نہیں
 ملی کہ کبھی مجمع عام میں آکر کسی سے برسرِ پیکار ہوتا۔ پھر وہ خواہ مات کھا کر
 ہی گھر لوٹتا لیکن خلقت یہ کہنے سے تو باز رہتی۔ کہ از ابتداء معرکہ اور درمیان
 نبودے (حضرت پہلے سے ہی میدان میں نہ تھے)

مولانا احمد رضا خان کو اپنی علمی بے مائیگی کا پورا احساس تھا اسلئے آپ کبھی کسی کے سامنے علمی مبارزت
 میں نہ نکلے البتہ گھر بیٹھے گھوڑے خوب دوڑاتے تھے حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کی اس شہادت سے
 اعلیٰ حضرت کی علمی سطح پوری نظر آجاتی ہے۔

ان غیر جانبدار شہادتوں سے یہ بات پوری طرح کھل جاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان علمی میدان کے آدمی نہ
 تھے اور کبھی کسی علمی معرکہ میں نہیں دیکھے گئے تھے۔

مولانا احمد رضا خان فنونِ عقلیہ میں خاصے کمزور تھے اور اس بارگاہِ علم تک ان کی رسائی نہ ہوتی تھی۔
 ہاں مفاہیہ دہی میں بڑے مشاق تھے اور اکابرِ علماء برصغیر جانتے تھے کہ آپ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے پیروں کی علمی شان

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علمی کمالات کے تذکرہ میں نامناسب نہ ہو گا کہ ناظرین ان کے پیروں کی بھی ایک علمی جھلک دیکھ لیں۔ ہم اس سلسلہ میں علمائے دیوبند علمائے ندوہ۔ یا علمائے دہلی کی رائے پیش نہیں کرتے۔ سلسلہ خیر آبادیہ کے بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجیمیری صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجیمیر شریف جنہیں بریلوی علماء آفتاب علم تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

اعلیٰ حضرت کے مشنری اطراف ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے احکام کی جا بجا تبلیغ و اشاعت ان کا کام ہے۔ یہ لوگ گو خود علم سے محض نا آشنا ہوتے ہیں۔ جن کا مبلغ علم کل یہ ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے اردو رسالے اس طرح پڑھ دیں کہ فی سطر کم از کم دس جگہ غلطیاں ضرور کر جائیں۔ لیکن علماء ربانین کی تکفیر و توبہ ان کا شعار اور ان کی تفصیل و تفسیق ان کا دثار ہے۔ جس سر زمین میں جہالت عروج پر ہوتی ہے۔ وہاں ان کے قدم خوب جھتے ہیں۔ اور جس خطہ پاک میں علمی چرچا ہوتا ہے۔ اس طرف وہ اولاً رخ نہیں کرتے کیونکہ گو علوم سے واقف نہ سہی۔ لیکن اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوتے ہیں یہ

مولانا احمد رضا خاں کے علمی مقام کو سمجھنے کے لئے ان کے پیروں کی یہ علمی حالت بہت مفید راہنما ہے۔ اعلیٰ حضرت کا سایہ بھی جہاں پڑا وہاں کی زمین پر یہی بہار آئی ہے۔

لے علماء دیوبند کو کافر کہنا اور ان سے سلام و کلام کو حرام قرار دینا اور لوگوں کو اس پر اکسانا کہ جہاں ان کے قبرستان ہوں وہاں اپنے مردے دفن نہ کرو۔ یہ اعلیٰ حضرت کے احکام ہوتے تھے۔ لے اوڑھنا چادر۔ کبسل وغیرہ۔ لے یعنی جس خطہ میں یہ نہ ہوں وہی خطہ پاک ہوتا ہے۔ لے تجلیات انوار المعین ص ۱۸۵

عن المروء لا تسئل و ابصر قرینہ فان القرین بالمقارن یقتدی

ان جہلار میں یہ مشنری ولولہ کہاں سے آگیا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ علیحضرت کے پیرواگر واقعی ایسے ہی جہلار تھے جیسا کہ جمیر شریف کے بزرگوں نے کہا۔ تو وہ اس مخلصانہ انداز میں ان کے پیروکس طرح بن گئے؟

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے مدارس کے لیے انگریزوں سے گرانٹ (مالی امداد) لینے کو جائز کیا تھا۔۔۔۔۔ اس فتوے سے علیحضرت کو جو دنیوی منافع حاصل ہوئے ہوں گے۔ کیا ان میں ان کے پیروں کا حصہ نہ ہوگا۔۔۔۔۔ انگریزی حکومت کا یہ وہ مال تھا جس نے ان جہلار کو علم و عقل سے خالی کر رکھا تھا اور ان کی ذہانیں دن رات علماء دیوبند کے خلاف تکفیر کا لاوا اُلگاتی تھیں۔ حضرت مولانا معین الدین اجیریؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔۔۔۔۔ علیحضرت کے خاص اسخاص مشنریوں سے انصاف کی توقع اس لیے نہیں کہ ان کو علیحضرت کی ذات سے منافع دنیوی حاصل ہیں جن پر ان کا کارخانہ زندگی چل رہا ہے اور اسی لیے وہ دنیا کے قدر شناس، علم و عقل سے پاک ہے۔

اس پس منظر میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اس مشنری جوش سے کیسے چلتے تھے۔ اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے میں کس طرح ایک دوسرے آگے بڑھتے تھے۔ علیحضرت کے پیروں کی علمیت کا یہ بیان محض ایک ضمنی بات تھی۔ بات علیحضرت کے اپنے علمی کمالات کی ہو رہی تھی۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں بات کھٹکے کہ علیحضرت واقعی کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ تھے۔ شاعر سے عالم بن گئے تھے اور محض مطالعہ کے ذریعے کتابیں لکھتے تھے۔ تو انہوں نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے کس طرح ٹک لے لی۔

جو ابالگذارش ہے کہ انہیں زندگی بھر کسی مستند عالم سے رو در رو علمی مناقشے کی نوبت

نہیں آئی۔ نہ انہوں نے علمائے دیوبند میں سے کسی سے مناظرہ کیا۔ مولانا مرتضیٰ حسن بار بار انہیں مناظرے کے لئے للکارتے رہے۔ لیکن علیحضرت ایسے ہر موقع پر ہمدرد پڑ جاتے تھے۔ اس لیے یہ سوال اصولاً درست نہیں۔ جہاں تک تحریر کا تعلق ہے مولانا احمد رضا خاں نے اس کے ذریعہ بیشک بہت سے اکھاڑے بنائے۔ لیکن ان میں خالصاً حب ایسی زبان استعمال کرتے تھے کہ شریف آدمی ان کے خلاف لکھنے میں بہت بوجھ محسوس کرتا تھا۔ علی بے مانگی میں آپ کن حیلوں سے کام لیتے تھے۔ انہیں آپ حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کی زبانی سنئے۔

مولانا احمد رضا خاں کے مناظرانہ حیلے

① — علیحضرت جب دلائل مخالفین کے جواب سے معذور ہو جاتے ہیں۔

تو اپنی بند غلامی کے لیے اصلی دعوے ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مثلاً

② — الزام بہالم یلزم یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہ ہو نہ شرعاً نہ اس کا

لازم ہو اس کو اپنے مخالف کے سر تھوپنے دینا علیحضرت کی صفت خاصہ ہے۔ مثلاً

③ — مغالطہ دہی۔ یہ خامیت علیحضرت کی تمام تالیفات کی جان اور روح رواں ہے

(اس سے خالصاً حب کی تمام تالیفات کی حقیقت سامنے آگئی یہ وہ بنیادی بات ہے جس کی وجہ سے خالصاً حب کی کتابیں پڑھے لکھے حلقوں میں مقبول نہ ہو سکیں)

④ — بہتان طرازی مثلاً

⑤ — خروج از دائرہ بحث۔ جب علیحضرت جواب سے عاجز و درماندہ ہوتے

ہیں تو مبحث عمدہ کو چھوڑ کر غیر متعلق مباحث کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً

⑥ — مجادلہ۔ یہ صفت علیحضرت کا آخری حیلہ ہے۔ مثلاً

⑦ — حق پرستی مثلاً

⑧ — باد بدستی۔ علیحضرت سے جب کچھ نہیں بن پڑتا تو باد ہوائی باتیں شروع

کر دیتے ہیں۔ مثلاً

لے علیچمدن نے یہی حربہ ملاردیوبندکلیات استعمال کیا ان کے ذمہ وہ عقیدے لگا دیئے جو ان کے نہ تھے ان کے کواں دور تھے۔

⑨۔ کج کجی۔ جواب سے عاجزی کے وقت اس حربہ خام کا بھی استعمال

اعلیٰ حضرت یکمشت کرتے ہیں۔ ص ۱۸

⑩۔ خلاف بیانی ص ۱۸

⑪۔ افتراء و تحریف ص ۱۸

⑫۔ خود فراموشی، اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرامؓ

اور مجتہدین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے سید عادی ہیں۔ ص ۱۸

⑬۔ تحکم و حکومت طلبی کبھی اس طرح کہ ہاں میں ہاں ملائے والے شخص

کو منہ فضل و کمال کا صدر نشین بنا دیا۔ پھر جوں لہر آئی تو اس کو ایک دم جاہل و احمق

جیسے مہتر خطاب دے دیتے۔ ص ۱۹

حضرت مولانا اجمیریؒ نے مولانا احمد رضا خاں کی ان تیرہ خصوصیات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

اور ان کی ہر ایک خصوصیت پر ان کی تحریرات سے مثالیں پیش کی ہیں۔ حضرت اجمیریؒ

نے خان صاحب کے علم و فضل کو اس طرح بے نقاب کیا ہے۔ کہ اب خان صاحب کو اس آئینہ

میں آثار نے کی کوئی اور حجت نہیں رہ جاتی۔ المیزان بمبئی کے مدنی میاں کا یہ تاثر بالکل صحیح ہے۔

کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق پڑھنے لکھے حلقوں کی رائے یہ ہے۔

آج اہل دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں۔

ان کا اسم گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے۔

پروفیسر سعید احمد صاحب بھی درست لکھتے ہیں۔

کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق مدتوں یہی تاثر رہا ہے کہ گویا آپ جاہلوں کے

پیشوا تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کی یہ پچاس سالہ علمی تصویر ہے۔

لے تجلیات انوار المعین ص ۷ سے مزید کہ المیزان احمد رضا نمبر ص ۷۷ کے فاضل بریلوی اور ترک مولات ص ۲۸

کثرت تصنیف سے علمی برتری پر استدلال

مولانا احمد رضا خاں کی اس حقیقت پسندی کی ہم داد دیتے ہیں کہ آپ نے تفسیر یا حدیث کی کسی خدمت کا دعوے نہیں کیا اور نہ اس کی کوئی شہادت موجود تھی تاہم ان کے پیروؤں نے بمصدق پیراں نئے پرند و مریداں سے پرانند۔ آپ کو تفسیر و حدیث کی خدمتیں بھی اٹھانے کی بہت کوشش کی ہے۔ دیکھئے المیزان احمد رضا صفحہ ۳۲

۱۔ تفسیر میں بیضاوی شریف، معالم التنزیل اور درمنثور کے حاشیے لکھنے کا دعوے کیا ہے پڑھنے والے کا ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ جس طرح الصاوی علی الجلالین، الفتوی علی البیضاوی، خفاجی علی البیضاوی، عبد الحکیم علی البیضاوی اور انتصاف علی الکشاف وغیرہا تفسیری حواشی ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی کچھ ایسے حاشیے لکھے ہونگے اپنے حلقوں کو خوش کرنے کا یہ ایک حیلہ بنا رکھا ہے ورنہ کہاں مولانا احمد رضا خاں کا علمی مقام اور کہاں ان کتابوں کی علمی خدمت؟ آخر دونوں میں کچھ تو مناسبت چاہیے۔ جب پوچھا جائے کہ یہ علمی حاشیے کہاں ہیں؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ ابھی پچھے نہیں جب پوچھا جائے کہ کب بچیں گے اب تو مولانا کو وفات پائے ہی ساٹھ سال سے زیادہ ہوئے کو ہیں؟ تو کہتے ہیں پتہ نہیں، اگر کچھ ہو تو پتہ ہو۔

بات صرف یہ ہے کہ جس طرح علماء حضرات اپنی زیر مطالعہ کتابوں پر کہیں کہیں اپنی یادداشتیں اور نوٹ لکھ لیتے ہیں یا اضافی حوالے لگا دیتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت آسانی سے وہ مقام نکال سکیں مولانا احمد رضا خاں نے اپنی ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور کہیں کہیں یادداشت کے نوٹ لکھے ہوں گے ان پڑھ مریدوں نے انہیں علم تفسیر کی خدمت اور بیضاوی و معالم کے علمی حاشیے سمجھ لیا حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہیں۔ مولانا کو علمی دنیا میں لانے کی ایک جذباتی حرکت ہے۔

ان لوگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے پندرہ پندرہ بیس بیس صفحات کے رسالوں کو جن میں کسی ایک مسئلے کی بحث تھی علم تفسیر کی خصوصی خدمت سمجھ لیا اور یہ کہہ کر کہ مولانا نے تفسیر پر بڑی کتابیں لکھی ہیں اپنے آپ کو مطمئن کر لیا۔

۲۔ حدیث میں ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے پاس حدیث اور علم رجال کی ۸۴ کتابیں موجود تھیں ان میں مسند احمد فتح الباری، عینی علی البخاری مرقات اور تہذیب التہذیب جیسی ضخیم کتابیں بھی تھیں مولانا نے ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہونگے اور یادداشتیں لکھی ہوں گی ان کے پیرؤں نے انہیں بھی علم حدیث کی مستقل خدمت سمجھ لیا اور دعویٰ کیا کہ مولانا نے ان ۸۴ کتابوں پر علمی حاشیے لکھے تھے ان ۳۸ حاشیوں کی ایک لمبی فہرست آپ کو المیزان کے احمد رضا نمبر میں ملے گی۔ جب حقیقت حال کا جائزہ لیں گے تو بات کچھ نہ نکلے گی اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے ایک فہرست ضرور سامنے آجائے گی جس شخص نے حدیث باقاعدہ نہ کہیں پڑھی ہو نہ پڑھائی ہو اس کا حدیث کی کتابوں کے شرح و حواشی لکھنا کبھی کوئی لکھا ٹھٹھا آدمی تسلیم نہ کر سکے گا اپنے جاہل مریدوں میں بات چل جائے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ اس طرح عقائد و کلام کے عنوان سے بھی ایک لمبی فہرست دی گئی ہے اور عقائد کی جتنی کتابوں کے نام ان کے علماء کو یاد تھے یا انہوں نے سن رکھے تھے۔ ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہوں نے انہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تالیفات میں لکھ دیا ہے جسے حاشیہ شرح فقہ اکبر، حاشیہ خیالی، حاشیہ شرح عقائد عضدیہ، حاشیہ شرح مواہب حاشیہ شرح مقاصد شرح مسارہ و مسارہ حاشیہ بین التفرقة بین الکلام والزمذہب وغیرہ حالانکہ یہ علمی حاشیے نہ کہیں عالم وجود میں آئے نہ کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں دنیا کے کسی جیسے میں موجود ہیں مولانا احمد رضا خاں نے کسی کتاب کے حاشیہ پر کہیں یہ نوٹ بھی دیا کہ کتاب کس سن میں خریدی گئی یا کہاں سے لی گئی تو اسے بھی ان لوگوں نے حاشیہ کتاب کے نام سے حضرت کی تالیفات میں لکھ دیا اور دنیا کو بتایا کہ حضرت نے یہ علمی کام بھی کیا ہے اور ان کی عقائد و کلام پر گہری نظر تھی۔

متوازی عقائد کا انہیں کہاں تک علم تھا اس باب میں شیعہ فرقہ کو ہی لیجئے آپ نے شیعوں کے رد میں ایک رسالہ رد الرفضہ بھی تالیف فرمایا لیکن آپ شیعہ حضرات کی اصل کتابوں

سے کہاں تک آشنا تھے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایت پر غور کیجئے۔
حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی کی کبھی شیعہ عالم سے تکرار ہو گئی تو انہوں نے شیعہ اعتراضات کے جوابات کے لیے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طرف رجوع کیا آپ نے کیا کہا اس کیلئے اس روایت کو دیکھیے اور خاں صاحب کی علمی قابلیت کی داد دیجئے۔

حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے انکو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ ہونا چاہیئے حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔

۴۔ پھر اسی طرح فقہ اور اصول فقہ کی خدمات میں جتنی کتابوں کے نام ان حضرات کو یاد تھے یا سُنے تھے انہوں نے ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں شمار کر دیا جیسے حاشیہ فوائد الرحموت، حاشیہ حموی شرح الاشباہ، حاشیہ الاسعاف، حاشیہ اتحاف، حاشیہ کشف الغمہ، حاشیہ کتاب الخراج، حاشیہ معین الحکام، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ بدائع الصنائع، حاشیہ جوہرہ، حاشیہ مراقی الفلاح، حاشیہ مجمع الانهر، حاشیہ جامع الفصولین، حاشیہ جامع الرموز، حاشیہ بحر الرائق، حاشیہ تبیین الحقائق، حاشیہ غنیۃ المستملی، حاشیہ رسائل شامی، حاشیہ فتح المعین، حاشیہ طحاوی علی الدر المختار، حاشیہ فتاویٰ عالمگیری، حاشیہ فتاویٰ خانیہ، حاشیہ فتاویٰ سر اجیہ، حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ، حاشیہ فتاویٰ بزازیہ، حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ۔

یہ ایک الف بیلہ کی داستان ہے جو مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کے نام سے مریدوں کو سنائی جا رہی ہے یہ علمی حاشیے دنیا کے کسی کونے میں مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں موجود نہیں جتنی کتابوں کے ان لوگوں نے کہیں سے نام سُنے ہوئے ہیں لفظ شرح بجا کر کھٹ

سے اسے الف لیلہ کی داستان میں شامل کر دیتے ہیں۔ احساں گھٹری کی انتہا ہے۔
۵۔ فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ ضخیم جلدیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا کچھ کام اگر کسی شکل میں موجود ہے تو وہ فتاویٰ رضویہ ہے آپ کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے آپ کی تصنیفات کی ایک فہرست المجمل المعداد لتالیفات المجدد شائع کی جس میں آپ نے آپ کی ۲۵۰ کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں ان لوگوں کو بعد میں کچھ اور نام بھی ملے اور انہوں نے پھر ۵۴۸ تصنیفات کی فہرست ایک نئی ترتیب سے پیش کی اس وقت وہی ہمارے سامنے ہے اس میں فتاویٰ رضویہ نمبر ۲۶۳ میں مذکور ہے۔ ہم نے فتاویٰ رضویہ مکمل حاصل کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ یہ ۱۲ ضخیم جلدیں کہیں موجود نہیں اب تک صرف اس کی پانچ یا چھ جلدیں شائع ہوئی ہیں کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مولانا موصوف کی وفات کو اب ۱۹۴۸ء میں تقریباً ساٹھ سال ہوئے ہیں اور ان کا فتاویٰ رضویہ اب تک مکمل صورت میں چھپا ہوا دنیا میں کہیں موجود نہیں۔

اس فہرست میں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ہمیں ان کتابوں کے نام بھی ملے جن میں سے بعض کو ان کے متعلقہ نمبر کے ساتھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۵۱۔ تبیان الوضوۃ - الاحکام والصل فی اشکال الاحکام والبلبل

۲۳۲۔ الجود الخلو فی ارکان الوضوۃ - تنویر القنیل فی احکام المبدال

۲۳۴۔ الطراز العلم - لمع الاحکام ان لا وضوۃ من الزکام

۲۸۵۔ قوانین العلماء

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہ رسالے ان کے فتاویٰ رضویہ کی جلد اول میں بھی ص ص ص ص ص ص پر دیئے گئے ہیں اور فہرست مذکور میں انہیں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ مستقل کتابوں کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کی یہ

ایک تدبیر تھی اور دوسری طرف مولانا کی کثرت تصنیفات اور علمی خدمات کا شہرہ بھی پیش نظر تھا پھر ہم نے مندرجہ ذیل رسالوں کو اس فہرست کے ان نمبروں میں دیکھا۔

- ۱۲۷ - منیر العین فی حکم تقبیل الالبھا میں
۱۳۲ - الاصلی من الاسکر
۱۸۲ - سلب الثلب عن الثالین بطبارة الکلب
۱۸۷ - حاجز البحرین الواتی عن جمع الصلوٰتین
۲۵۸ - ایدان الاجر فی اذان القبر

منیر العین ۱۰۵ صفحات پر - الاصلی من الاسکر ۲۷ صفحات پر سلب الثلب ۲۵ صفحات پر - حاجز البحرین ۱۱۳ صفحات پر اور ایدان الاجر بڑی قطع کے ۱۵ صفحات پر مثل رسالجات ہیں اور ان کے مجموعی صفحات ۲۸۵ بنتے ہیں۔

یہ رسائل بھی فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم جو ۵۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اس میں ص ۲۲۵ ص ۵۸۷ اور ص ۵۲۵ پر ملے ہم پھر حیران ہوئے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کے لیے کس طرح ان کتابوں کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے اور پھر یہ کہ فہرست تالیفات میں ان کا نام فتاویٰ رضویہ کے نام کے علاوہ مستقل تصنیفات کی حیثیت سے بھی اس میں موجود ہے اس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ان رسالوں کو فہرست تالیفات میں ان نمبروں میں دیکھا۔

- ۱۴۰ - انوار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار
۱۴۲ - النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراعدی التقلید
۱۵۷ - التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد
۱۶۲ - سرور العید فی حل الدعار بعد صلوٰۃ العید
۱۷۹ - القلاۃ المرصعة فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ
۱۸۸ - وصاف الریح فی بسملة التراویح
۱۹۰ - القطوف الدانیہ من احسن المجاہد الثانیۃ
۲۱۶ - تيجان الصلوب فی قیام الامام فی المحراب
۲۱۹ - مرقاة البجانب فی المہبوط عن المنبر لمحہ السلطان
۲۲۲ - ودی اللعنة فی اذان الجمعہ
۲۳۶ - حدایۃ المتعال فی حد الاستقبال
۲۴۳ - نعم الزاد لروم الفضا
۲۴۷ - اجتناب العمال عن فتاویٰ البھال
۲۷۷ - ازھار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار

ہم نے دیکھا کہ یہ سولہ کتابیں بھی فتاویٰ رضویہ کی تیسری جلد کے ۵۴۳ ص ۲۹۷ ۵۹۹
 ۷۹۶ ص ۷۷۸ ص ۲۴۱ ص ۲۵۸ ص ۱۳۱ ص ۲۴۷ ص ۷۵۳ ص ۷۹۱
 ۳۸ ص ۷۸۳ ص ۱۲۵ ص ۵۱۰ ص ۵۷۱ میں درج ہیں تب معلوم ہوا کہ
 فتاویٰ رضویہ کی جلد اتنی ضخیم کیسے ہو گئی۔

پھر ہم نے فہرست تصنیفات میں ان نمبروں پر ان کتابوں کے نام بھی دیکھے

۷۳ - حیات الموات	۱۴۳ - صیقل الرین
۱۴۴ - ازکی الهلال	۱۵۵ - الزهر الباسم
۱۵۶ - تجلی مشکوٰۃ	۱۶۱ - الحجۃ الفاحشہ
۱۶۰ - الحرف الحسن	۱۷۰ - جلی الصوت
۱۷۴ - بذل الجواز	۱۹۵ - النھی الحاجر
۲۰۰ - الاعلام بحال الخور فی الصیام	۲۰۲ - الوفاق المبین
۲۰۴ - تفاسیر الاحکام	۲۱۳ - افصح البیان
۲۱۵ - طریق اثبات الهلال	۲۲۸ - ہدایہ الجنان فی احکام رمضان
۲۲۵ - المحادی الحاجب	۲۵۴ - البدور الاجلہ
۳۵۳ - آیان الارواح	۳۴۳ - رادع التعسف
۳۷۹ - العروس المطار	۳۸۰ - المنۃ الممتازہ
۳۸۵ - اعز الاکتانز	

یہ چوبیس رسالے پھر ہمیں فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم کے ۲۳۵ ص ۶۷۱ ص ۵۲۳
 ۷۷۸ ص ۲۰۶ ص ۱۹۵ ص ۱۲۶ ص ۱۳۸ ص ۲۳ ص ۳۴
 ۷۸۷ ص ۳۲۴ ص ۶۰۲ ص ۴۶۲ ص ۵۴۶ ص ۶۳۱ ص ۷۷۰
 ۷۹۷ ص ۴۴۴ ص ۲۳۱ ص ۶۵۲ ص ۸۸ ص ۴۳۳ میں بھی ملے اس

جلد چہارم میں مولانا احمد رضا خاں کی کتابیں بریق المنار لشموع المزاج جل النور اور انوار البشارة فی مسائل الحج والزیارة بھی شامل ہیں اور اس طرح فتاویٰ رضویہ جلد ۴ کی صفحہ ۲۲۲ مت ۲۲۲ صفحہ ۲۲۱ مت ۲۲۱ گئی ہے اختصار سے فتاویٰ رضویہ کا یہی حال ہے کہ موصوف کے رسالوں کو اس میں شامل کر کے اس کی جلدیں ضخیم کی گئی ہیں ہم نے یہاں چار جلدوں کا حال لکھ دیا ہے باقی کا اندازہ اس سے کر لیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے سو کے قریب چھوٹے بڑے رسالے لکھے تھے اور کوشش کی کہ ایک ایک مسئلے کو ایک ایک رسالے کا عنوان دے دیا جائے اور پھر ان رسالوں کو فتاویٰ رضویہ میں لاکر فتاویٰ کو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش کیا جائے سو مولانا کا اگر کوئی کام ہے تو صرف یہی فتاویٰ رضویہ ہے اسکے علاوہ جو ان کی تصنیفات کا ڈھنڈورا ہے وہ صرف اعلان ہی اعلان ہے جس میں کوئی حقیقت منظوی نہیں۔

ان کتابوں کو فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے اس کا حجم بڑی حکمت سے بڑھایا گیا ہے اور اپنے حلقوں میں اثر دیا گیا ہے کہ گویا فتاویٰ رضویہ مولانا کی ایک بہت بڑی خدمت تھی اس کی ۱۲ ضخیم جلدوں کا ڈھنڈورا مولانا کے وقت سے اس عمل کے ساتھ پٹیا جا رہا ہے اور پھر لطف یہ کہ ان کتابوں کے نام فتاویٰ رضویہ کے بالمقابل مستقل تالیفات کی حیثیت سے بھی اس فہرست میں مذکور ہیں قارئین کرام انہیں ان نمبروں میں جو ہر کتاب سے پہلے ہم نے لکھ دیئے ہیں المیزان کے احمد رضا نمبر کی فہرست تالیفات میں دیکھ لیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تالیفات میں بس یہی ایک فتاویٰ رضویہ ہے جس کی چند جلدیں ان کی دیگر تالیفات کو اپنے میں شامل کر کے ضخیم بنائی گئی ہیں لیکن اس کی ۱۲ جلدیں اب تک بھی کیس دیکھی نہیں جاسکیں اب یہ ان حضرات کی مرضی ہے کہ مولانا کی تالیفات پانچو سائیں یا ہزار کسی کے قلم کو کوئی کیسے روک سکتا ہے۔

باقی رہے متفرق رسائل جن کو شامل کر کے فتاویٰ رضویہ کی چند جلدیں اب تیار ہوئی ہیں ان کا حال بھی دیکھیے اور انہیں ملاحظہ کیجئے خانصاحب نے ان میں وقت کے کن کن اہم اور نازک

مسائل پر قلم اٹھایا ہے آپ کو ان کی تحقیق ان رسائل کے عنوانوں سے بھی ہو جائے گی۔

”انہار الاخوار من یصلوہ الاسرار“ اس کا موضوع فرست میں یہ بیان

کیا گیا ہے ”نماز غوثیہ کے بیان میں“ ایک دوسری کتاب ”انہار الاخوار من صبا

صلوۃ الاسرار“ ہے اس کا موضوع حسب بیان یہ ہے۔ ”نماز غوثیہ کے نکات اور

طریقہ۔ یہ عزومات مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کا پتہ دیتے ہیں کہ آپ نے عمر کس قسم کی

باتوں میں صرف کی اور کس قسم کے سہرتہ رازوں سے پردہ اٹھایا اور قوم کو آپ کی کاوشوں سے

کیا ملا۔ ناظرین ان کتابوں کے عربی اور فانیہ دارناموں سے یہ نہ سمجھیں کہ ان میں کوئی علمی مسائل

ہوں گے ان کے زیادہ تر موضوعات ختم حلوہ اور پلاؤ شیعہ سنی فیرنی قبور وارواج کے گرد گھومتے

ملیں گے۔

فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ جلدیں نہ بھی

یہ تین چار جلدیں تو آخری ہیں ہی جو

فتاویٰ رضویہ کی عدم مقبولیت کی وجہ

متعدد رسائل پر متل ہونے کے ساتھ ضخیم نظر آتی ہیں ان کی بھی خاطر خواہ مقبولیت نہیں ہو سکی خود

بریلوی حلقے بھی ان سے اچھی طرح مستفید نہیں ہو سکے کتاب کی عدم مقبولیت کا اندازہ اس سے

ہو سکتا ہے کہ اس کی دوسری اور تیسری جلدیں اب جب کہ خان صاحب کو وفات پائے ساٹھ

سال گزر گئے ہیں میں پہلی بار چھپی ہیں اس دوران خود ان کے حلقوں میں بھی اس

کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی — آخر کیوں؟

مولانا اپنے رسالوں میں اپنے فتاویٰ رضویہ کا ذکر بار بار کرتے تھے اس پر رئیس المناظرین

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے ۱۴ محرم ۱۳۲۶ھ کو انہیں خط لکھا۔

آپ جو اپنی تصنیفات میں اکثر جگہ فتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں ان جلدوں کا نہایت

مشاق ہوں اور بہت کوشش کی مگر دستیاب نہ ہوئیں اگر یہ فرضی کتاب نہیں تو عنایت کر کے

اس مجموعہ فتاویٰ کی تمام جلدیں ضرور دی پی کر دیجئے۔^۱

۱۲ جلدیں کہیں ہوتیں تو بیعتیجے اس خط کو اب ایک پون صدی گزر رہی ہے لیکن یہ ۱۲ جلدیں اب تک کسی لائبریری میں یا کسی شخص کے ہاں دیجھی نہیں جاسکیں اس سے آپ کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ اس کی عدم مقبولیت کی یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ فتاویٰ کی شکل میں نہیں یہ بہت سے الجھے ہوئے موضوعات کا ایک الجھا ہوا مجموعہ ہے اور فتاویٰ عام لوگوں کی راہنمائی کے لیے ہوتے ہیں کہ وہ انہیں دیکھیں اور عمل کی راہ معلوم کر لیں اردو خواں حضرات کے پاس نہ اتنا وقت ہوتا ہے نہ اتنی استعداد کہ وہ اختلافات کو سمجھیں مراجع و مصادر کی طرف رجوع کریں اور مسائل کی تحقیق میں لگے رہیں انہیں علماء کے اعتماد پر صرف جائز اور ناجائز کو معلوم کرنا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس کے لیے چند سطری جواب کافی ہوتا ہے اب یہ علماء کا کام ہے کہ پورے ذخائر علیہ سے چند ایسی سطور ترتیب دیں جن میں مسئلہ پوری طرح آجائے اور اگر کوئی شخص خود بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے اور مسئلے کی چھان بین کرے تو اسے اس کا وہی حاصل ملے جو ان چند سطروں میں سمودیا گیا ہو ہاں مفتی صاحبان کہیں کہیں کسی عام متداول کتاب کا حوالہ ضرور لکھ دیتے ہیں اور اس کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ مقامی علماء اور آئمہ مساجد اگر مسئلے کا ماخذ معلوم کرنا چاہیں تو ان کی کچھ راہنمائی ہو سکے سو فتاوے کی کتابیں تحقیقات کے لیے نہیں معلومات اور جائز و ناجائز کی رہنمائی کے لئے ہوتی ہیں۔

اس معیار پر اگر آپ دیکھیں تو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کا فتاویٰ کفایت المفتی جو نو جلدوں تک چھپ چکا ہے عصر حاضر کا بہترین فتاویٰ نظر آئے گا اس کے سامنے فتاویٰ رضویہ فتاویٰ کی حیثیت سے کوئی وزن نہیں رکھتا یعنی اس کی عدم مقبولیت کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب تک یہ پورا کہیں چھپ نہیں سکا اور نہ اس کی کہیں ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ اس کی عدم مقبولیت کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ علماء اس میں دیئے گئے حوالوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ مولانا علماء دیوبند کینکلاف جس دیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسکی وجہ سے لوگ ان کی کسی بات پر بھروسہ نہیں کرتے۔

فقہی حوالے غلط دینے کی عادت

فتاویٰ رضویہ تو ہر بیروی کے پاس نہیں ہو گا لیکن مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات تو ہر جگہ عام ملتے ہیں مولانا کی فقہی ثقاہت کی ایک جھلک ان میں دیکھ لیجئے۔ قبرستان میں جو تہ پہن کر چلنے کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں خان صاحب لکھتے ہیں:-

① فتح القدیر اور موطاویٰ اور رد المحتار میں ہے۔ المرو فی سکتہ حادثہ فی المتابر حرام۔ قبرستان میں جو نیاراستہ نکلا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

فتح القدیر میں یہ عربی عبارت بھی نہیں ملی۔ ایک دفعہ مولانا سر دار احمد لائبریری سے گذر ایش کی کہ فتح القدیر میں اس کی نشاندہی فرمائیں تو انہوں نے فرمایا بدعتیہ کو حوالہ دکھانا جائز نہیں در مختار کے حواشی اور رد المحتار میں مسئلہ تو یہ موجود ہے لیکن عربی عبارت یہ نہیں خان صاحب کے فی المتابر کے الفاظ ان میں نہیں ہیں۔ اصل عبارت یہ ہے۔ المرو فی سکتہ حادثہ فیہا حرام۔ اور جو توں سے چلنا اور جو توں کے بغیر چلنا اس کی سرے سے اس میں بحث ہی نہیں۔

② خان صاحب علامہ شامی کی کتاب العقود الدیہ کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے گوشت کا حکم قرآنی کے گوشت کا ہی ہے بچہ کے ماں باپ اُسے کھا سکتے ہیں عقود الدیہ میں ہے احکامہا احکام الاضحیۃ عقود الدیہ کی عبارت یہ ہے حکمہا کا حکام الاضحیۃ۔ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں کو حوالے غلط دینے کی داد دیجئے۔

③ مولانا احمد رضا خاں یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہ شیعہ کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا فتاویٰ عالمگیری کی ایک عبارت اس طرح پیش کرتے ہیں:-

لا یجوز نکاح المرتد مع مسلمة ولا کافرة اصلية ولا مرتدة وکذا لا یجوز نکاح المرتدة مع احدہ

۱۔ ملفوظات حصہ ۱ ص ۱۷۱ موطاویٰ علی الدر المختار جلد ۱ ص ۱۶۶، رد المحتار للشمی جلد ۱ ص ۳۴۴ ۲۔ ملفوظات حصہ ۱ ص ۲۶ ۳۔ العقود الدیہ جلد ۲ ص ۲۱۳ ۴۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۲۱۳

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت یہ ہے :-

ولا يجوز للمرتدة ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك

لا يجوز نكاح المرتدة مع احد^۱

خالصاحب کی پیش کردہ عبارت میں نکاح کا لفظ ہے اصل عبارت میں تزوج کا لفظ تھا۔ پھر خالصاحب کی پیش کردہ عبارت میں (۱) مسلمہ (۲) کافرہ اصلیہ (۳) اور مرتدہ کی ترتیب ہے جب کہ اصل عبارت میں (۱) مرتدہ پھر (۲) مسلمہ اور پھر کافرہ اصلیہ کی ترتیب ہے۔

حدیث میں بھی آپ کی یہی عادت کارفرما رہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کرنا جو آپ نے کی یا کہی نہ ہو اپنے لئے جہنم خریدنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء باندھنے والا اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھنے کا مرتکب ہے۔ دینی حدیث جان بوجھ کر بیان کرنا جہنم کی راہ اختیار کرنا ہے مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خان فاضل حدیث میں بھی اپنی عادت سے مجبور رہے اور کئی اہل کفر و فسق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں۔

۱ : مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ ایک پری مسلمان ہو کر حضور کی خدمت میں رہتی تھی ایک دفعہ وہ ^{سنان} منہ ^{پہنڈ} آئی اور ابلیس کو ایک پہاڑ پر نماز پڑھتے پایا۔ مولانا احمد رضا خان کا تاثر یہ ہے کہ ابلیس خوفِ خدا سے نماز پڑھا تھا۔ علامہ ذہبی^۲ منہ ^{پہنڈ} بن حکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں یہ روایت موضوعات میں سے ہے۔

۲ : دوسری حدیث سخت تر ہے لا تمارضوا فتمرضوا فتموتوا فقد خلوا النار۔ ترجمہ : جھوٹے بیمار مت بنو ورنہ سچے بیمار ہو جاؤ گے اور مرؤ گے تو جہنم میں داخل ہو گے۔ سیدنا ملا علی قاری^۳ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ جاہل عوام نے اپنی طرف سے بنالی ہے۔ فموتوا فقد خلوا النار فلا اصل له اصل^۴۔

۱ فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ ص ۲۸۳ ۲ طغولات حصہ اول ص ۳۵ ۳ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۱۹ ۴ طغولات حصہ چہارم ص ۱۳۵ ۵ موضوعات کبیرہ ص ۱۱۸

۳ : حدیث پاک میں ہے ان الحدۃ نقترئ قرأ امتی بعزۃ القرآن فی اجوافہم۔
 میری امت کے علماء کو اگر می پیش آنے کی قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں (ملفوظات ص ۳۹)
 اس کی سند میں البخاری و مسلم بن وہب کذاب ہے اور حدیث موضوع ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔
 ہذہ احادیث مکذوبۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (میزان الاعتدال ص ۲۵۲)
 یہ وہ احادیث ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھی گئی ہیں، آپ نے نہیں کہیں۔

جدید ترجمہ قرآن کی ضرورت

فتاویٰ رضویہ کے علاوہ مولانا احمد رضا خاں کی اگر کوئی تالیفی خدمت ہے تو قرآن پاک کا ایک نیا اردو ترجمہ ہے اس وقت تک حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ (صاحبزادگان حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے با محاورہ اور لفظی اردو ترجمے کل اسلامیان ہند میں ٹکسالی اور تحقیقی ترجمے سمجھے جاتے ہیں چونکہ مولانا احمد رضا خاں کی زندگی کی پوری جدوجہد یہی رہی کہ جس طرح بھی بن پڑے مسلمانوں کو محدثین دہلیؒ سے بدگمان کیا جائے اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک جہاد کو جہاں تک ہو سکے بدنام کیا جائے اس لیے ضروری تھا کہ مولانا احمد رضا خاں قرآن کریم کا ایک ایسا ترجمہ سامنے لائیں جو دہلی کے ان مرکزی ترجموں سے ہٹا ہوا ہو اور دونوں کے تقابلی مطالعہ میں کسی جیلے بہانے سے پہلے ترجموں کے خلاف کوئی پراپیگنڈہ کرنے کا موقع مل سکے آپ نے اس پر پوری محنت کی اور کنز الایمان کے نام سے ایک نیا اردو ترجمہ کیا اب جب یہ حضرات کہیں اپنے ترجمہ کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے ترجمہ پر فائق کرنے کے لیے کچھ مثالیں وضع کرتے ہیں وہاں اعتراض دراصل حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ پر مقصود ہوتا ہے کیونکہ حضرت شیخ الہند کا ترجمہ دراصل انہی کے ترجمہ کی ایک جدید صورت ہے حضرت

۱۔ مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۷۵ھ سے فتویٰ نویسی شروع کی ان کے مستحقین نے ۱۳۸۵ھ میں احمد رضا فیر کلاں کے صوبہ پر مذکور ہے کہ اب تک فتاویٰ کی صرف پانچ جلدیں چھپی ہیں جب پانچ جلدوں کے ترتیب پانے اور شائع ہونے میں اسی سال لگ گئے تو باقی سات جلدیں (اگر کہیں ہوتی تھیں) تو ظور ہدی کے وقت میں کہیں ظاہر ہونگی کتاب کی مقبولیت اور افادیت کا قارئین اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

شاہ عبدالقادر صاحبؒ پر اعتراض کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی تو نام حضرت شیخ الہند کالے لیتے ہیں تاہم اصل مقصد ان کا یہی ہوتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کا محدثین دہلی پر اعتماد کمزور کیا جائے۔

مولانا احمد رضا خاں نے کوشش کی کہ
رضا خانی ترجمہ قرآن کی خصوصیت
 جاہل لوگوں کے لیے اپنے اس نئے ترجمے

میں اپنے مخصوص نظریات سمودیں قطع نظر اس سے کہ قرآن کے عربی الفاظ اس ترجمے کے متحمل ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسا ترجمہ جو علمی قواعد پر مبنی نہ ہو محض اپنے مسلک کے پرچار کے لیے ہو غیر مسلم اردو داں حضرات کے لیے کشر اسلام کا باعث کبھی نہ ہو سکے گا جب کہ کسی مفہوم میں اختلاف ہو گا لوگ اصل عربی الفاظ کی طرف رجوع کریں گے اور بات وہیں آجائے گی جس سے بچنے کے لیے یہ نیا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے پرانے علماء تشریح اور تفسیر میں تو اپنی بات کہتے رہے لیکن ترجمہ انہی الفاظ میں کرتے رہے جو اصل عربی الفاظ کی رو سے ہو غیر مسلموں کے اعتراضات سے بچنے کے لیے اصل ترجمہ کو ہی بدل دینا یہ کوئی بہادری نہیں ترجمہ وہی ہونا چاہیے جو الفاظ بتائیں ہاں پھر ان کی وضاحت ایسے طرز پر ہونی چاہیے کہ حق کا چہرہ اتحاد والتباس سے پاک ہو کر سامنے آجائے۔

مشرکین بشریت اور رسالت میں تنافی کے قائل تھے ان کا عقیدہ تھا کہ رسالت بشر نہیں مل سکتی قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور رسالت کا واضح اعلان فرمایا۔

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الی انما الھكم الھ واحد ۱۱۱

(ترجمہ) تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں)

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں نے کس طرح قرآن کے الفاظ میں اپنے الفاظ داخل کئے ہیں تحریف قرآن کی اس جرات پر عالم اسلام کیوں خاموش ہے؟ ظاہر صورت بشری کے الفاظ قرآن کے نہیں یہ مولانا کا اپنا اضافہ ہے قرآن کی تحریف ہے اور برکیٹ بھی یہاں نہیں۔

مولانا کا اس سے مقصد اپنے جاہل عوام کو ایک ایسا ترجمہ ہم پہنچانا ہے جس کے حوالے وہ حضورؐ کی بشریت پاک کا انکار کر سکیں لیکن اپنے یہ سوچا کہ جو تعبیر آپ اپنے اختیار کی ہے وہ اس سے زیادہ بے ادبی پر مشتمل ہے جو ان کے عوام آپ کے اقرار بشریت میں محسوس کرتے ہیں۔ نوع بشری کی کوئی اپنی صورت نہیں اسے ہم افراد بشری کے ضمن میں ہی دیکھ سکتے ہیں۔ افراد بشری اسی نوع بشری کا اظہار ہیں۔ یہ ظاہری پہرے خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی۔ سعادت مند بھی اور بد بخت بھی۔ باندنی بھی اور اداس بھی۔ لیکن نوع بشری میں یہ تنوع نہیں ہوتا کافر اور مسلمان دونوں اس ایک نام میں آ سکتے ہیں لیکن جہاں تنوع موجود ہو وہاں انبیاء کو کھانا کھانا لانا یقیناً بے ادبی ہے۔

دیکھئے کس دے انداز میں مولانا احمد رضا خاں نے اپنی بات قرآن میں داخل کر دی کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر صورت بشری میں کافروں کی طرح تھے؟ استغفر اللہ العظیم افسوس خانصاحب نے کچھ بھی نہ سوچا ظاہر صورت بشری میں تو کوئی مسلمان بھی آپ کے مماثل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ کافروں کو ظاہری صورت میں آپ کے برابر کیا جاسکے آپ کا چہرہ تو ایسا دکھتا تھا گویا چاند کا ایک ٹکڑا جلوہ ریز ہو۔

رہی حقیقت بشری تو اس میں کفار حسب نص قرآن اولئک کالانعام بل هم اضل چوپایوں سے بدتر ہیں۔ انسانی صفات کی نفی کے باعث گویا وہ اس نوع سے نکل گئے۔ انہیں حقیقت بشری میں بھی اب حضورؐ کے برابر کھڑا نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں ہم نہ ظاہر صورت بشری میں حضورؐ کے برابر کہہ سکتے ہیں نہ حقیقت بشری میں۔

قرآن کریم میں صرف نوع بشری کا بیان تھا جس میں تمام انسان شریک ہیں اور ذات میں سب متفق۔ لیکن سب ایک دوسرے کے برابر ہرگز نہیں۔ نہ ظاہری صورت بشری میں نہ حقیقت بشری میں۔ قرآن مجید میں صرف نوع بشری کا بیان ہے۔ حضرت امام ربانی محمد اہل ثانیؒ نے درست فرمایا۔

انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات ما عامہ در نفس الانیث برابرند و در حقیقت
ذوات ہر متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است و آنکہ صفات کاملہ

نہاں گویا ازال نوع خارج است بلہ

مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ قرآن میں اپنی بات ڈال کر کس بے ادبی سے حضور کو ظاہر صورت بشری میں کفار کے مماثل کر دیا۔ استغفر اللہ العظیم۔ ظاہر صورت بشری میں تو حضرت یوسف بھی آپ کی برابری نہ کر سکیں۔

عالم اسلام کا ردِ عمل عرب امارات کا حکم امتناعی

عالم عرب کو تحریف قرآن کی اس مازش پر اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس ترجمہ پر پابندی لگادی۔ وزیرستان میں جرگے نے فیصلہ کیا کہ جس شخص کے پاس یہ تحریف والا ترجمہ قرآن ملے گا اُسے پانچ ہزار روپے جرمانہ کی سزا ہوگی۔ عرب امارات میں اس پر پابندی کس آڑی منس کے تحت لگی اس کے حوالہ اور نمبر کے لئے اس کا عکس فوراً ملاحظہ فرمائیں۔

عرب امارات ایک ریاست کا نام نہیں اس میں کئی ریاستیں شامل ہیں اور ہر ایک ریاست کے اپنے علماء اور مشائخ ہیں والبطہ عالم اسلامی بھی صرف سعودی عرب کا نام نہیں مسلمان ملکوں کا یہ ایک باضابطہ لاطبطہ ہے اس کا مرکز مکہ مکرمہ ہے۔ سعودی عرب کے اپنے ادارے ”ادارۃ البحوث الاسلامیہ“ اور ”الافتاء“ ہیں جن کا مرکز ”الریاض“ ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے اس محرف ترجمہ کو ان سب اداروں نے غلط اور گمراہ کن قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس میں مولانا احمد رضا خاں اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے قرآن کریم کے نام پر شرک و بدعت اور الحاد و ضلالت پھیلایا ہے۔ بریلویوں کی ”مجلس الدعوة الاسلامیہ“ سیال شریف نے اس سلسلہ میں ایک مکتوب صفائی جلالۃ الملک شاہ فہد کے نام بھیجا جو ماہنامہ ”فضیلتِ حرم“ نے جنوری ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں شائع کیا۔ عربی ملک اور امارات کے محقق علماء نے اسے مسترد کر دیا۔ یہ غلط ترجمہ اور غلط حواشی اس لائق ہیں کہ انہیں جلادیا جائے۔ ان اس سے پہلے قرآن کریم کے اصل الفاظ دھو ڈالے جائیں تو بہتر ہے تاکہ جلالۃ کا عمل ماسوی القرآن پر وارد ہو۔

نیک کام کے اُرات بھی نیک ہوتے ہیں جن علماء ربانی نے بلاد عربیہ میں کُنز الایمان، کو خلافت قانون قرار دیا ہے اسکے پیچھے خلاص کارفرما ہے کوئی جذبہ عناد نہیں اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب اہل بدعت چھوٹے اسلام کی طرف لوٹنے لگے ہیں اور اسلام کے وہ بنیادی عقائد جنکا انکے واعظین اور جاہل مناظرین شیخ پرست خزانے تھے انکے بڑوں نے اسانکا بڑا اقرار کر لیا ہے اور سعودی عرب کے حضور اپنی وضاحتیں اور صفائیاں پیش کی ہیں۔

بھیرہ کے پیر کرم شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں قدم اٹھایا ہے اور سعودی عرب کے حضور ایک مفصل خط لکھا ہے جو آء وزارت اور فرما سے بھرپور ہے یہ خط انہوں نے سیال شریف کے صاحبزادہ غلام حمید الدین صاحب کے نام سے لکھا ہے صاحبزادہ غلام حمید الدین صاحب نے بھی اپنے مریدوں کے زیر اثر اسے اپنے نام سے چھپنے کی اجازت دیدی ہوگی ورنہ سیال شریف کے جناب خواجہ ضیاء الدین صاحب مرحوم تو دارالعلوم دیوبند کے معتقد تھے اور وہاں چندہ بھی دیتے تھے جناب پیر قزالدین صاحب بھی اپنے استاد مکرم حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کے زیر اثر مولانا احمد رضا خان کے سخت مخالف تھے مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب تنذیر الناس میں جو تحریف کی اور اسکی عبارتوں کو ایک نئی ترتیب سے جوڑا تو پیر قزالدین نے اسکی پرزور تردید کی تھی اور کہا کہ جن لوگوں نے ہمیں انکا ختم نہایت کی بُرائی ہے وہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بات کو سمجھ نہیں سکے حضرت کی علمی بات تک انکا دماغ نہیں پہنچ سکا۔ پیر کرم شاہ صاحب خود بھی اسی موقف پر تھے معلوم نہیں اب انہوں نے کیا حکمت دیکھی کہ صاحبزادہ پیر حمید الدین صاحب کو جن کے بیٹے مولانا احمد رضا خان سے بیزار رہے تھے انہیں مولانا احمد رضا خان کی حمایت میں لاکھڑا کیا ہے۔

اسوقت ہمیں اسکے وجوہ و علل سے بحث نہیں اسوقت صرف یہ بتلانا ہے کہ کُنز الایمان پر پابندی لگنے سے اہل بدعت نے بہت سے اسلامی عقائد بڑا تسلیم کر لئے ہیں جنہیں وہ پہلے نشاۃ تمسخر بناتے تھے مثلاً۔۔۔

۱۔ پہلے ان کے جاہل مناظرین مسئلہ بشریت کو اختلافی مسئلہ بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح حضرت جبریلؑ انسانی صورت میں مخص بطور متشکل ظاہر ہوئے تھے حقیقت میں وہ فرشتہ تھے، اور جس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاطھی سانپ کے تشل میں ظاہر ہوئی مگر حقیقتہً سانپ نہ تھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صرف بطور تشل انسانی صورت میں ظاہر ہوئے تھے حقیقت میں انسان نہ تھے بشریت صرف ایک لباس تھا اور آپ اندر سے بشر نہ تھے۔

لیکن اب پیر کرم شاہ صاحب نے صاحبزادہ حمید الدین صاحب کے نام سے لکھا ہے
 ”انبیاء و رسل بشر میں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔۔۔ قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور سرتہ
 بیان کر رہا ہے کہ انبیاء و رسل بشر میں۔۔۔ جو شخص انبیاء و رسل کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ دائرہ اسلام
 سے خارج ہے“ (ضیائے حرم ص ۲۹، ۳۰)

انکے جاہل مناظرین پہلے علم غیب کے مسئلے میں یہ کہتے تھے کہ اللہ اور رسول دونوں علم غیب رکھتے ہیں فرق صرف
 ذاتی اور عطائی کا ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات بھی مخفی نہیں مگر اب اس مکتوب میں جو بریلویوں نے صاحبزادہ
 حمید الدین صاحب کے نام سے شاہ فہمد کو لکھا ہے اور جنوری ۱۹۸۳ء کے ضیاء حرم میں چھپا ہے اسمیر لکھا ہے۔
 ”اللہ تعالیٰ کے علوم غیر قیامی ہیں (جیسی کوئی حلالہ و کنا انہیں) اور حضور علیہ السلام کے علوم قیامی (جیسی حلالہ
 نہایت ہے) اور حضور کے علوم قیامیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علوم غیر قیامیہ کی طرف اس سے بھی کہ ہے نسبت پر مبنی
 چونکہ میں ایک قطرہ آب کو سارے جہان کے بحر زخار سے ہے“ (ضیائے حرم ص ۲۹)
 پیغمبر خود اپنے علم کو اس تشبیہ سے بیان کرے تو اس پر کوئی اعتراض ذکر کیا کیوں یہ تشبیہ جیسا کہ اٹلی کی زبان سے صادر ہو
 تقدیر ہر پڑھنے والا اسے محسوس کر لیا۔ امتی کے لئے کیس طرح زیبا ہے کہ اپنے نبی کے علم کا یوں احاطہ کرے۔

عرب ممالک میں کئی ایسے عرب عالم بھی ہیں جو اردو جانتے ہیں اور اردو میں لکھے اس قسم کے مضامین کو سمجھ لیتے
 ہیں انہیں نے ضیاء حرم کے اس خط کو ”باتھنی کے دکھانے کے دانتوں“ سے تعبیر کیا ہے کہ اس سلسلہ میں
 مولانا احمد رضا خاں کے دکھانے کے دانت اور بھی ہیں۔ انہیں بریلویت کے پورے پس منظر کی روشنی میں سمجھ جائے تو اس بات کو
 تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ قرآن کریم کا نام نہاد ترجمہ قرآن کترالایمان تحریف قرآن کی ایک بڑی جیسی سازش ہے۔

اب جگائے اسکے کہ اس مذکورہ خط کے نتیجہ میں کترالایمان سے پابندی اٹھتی ہے اور بریلوی علماء کے دخلہ عربین پر بھی
 پابندی لگادی گئی ہے مگر مولانا احمد رضا خاں کے یہ سپوا اس ارض پاک میں اب اُٹل نہیں ہو سکتے۔ انما المرکون بخش فلاحہ و بوالعزم کرام۔

لے یہی حضرت جبریل علیہ السلام کی توحید ہے لیکن کسی کی اولاد میں کبھی شمار نہ ہونے یا جبریل علیہ السلام کی اولاد سے اسٹے دلاسانہ کی
 سانپ کی اولاد میں سے سمجھا گیا اسی طرح حضور کی بشریت کو نہ سمجھو آپ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حضرت آمنہؓ کے ماں پیدا ہوئے
 آپ کا نورا بشر میں سے ہونا ایک حقیقت ہے بعض ایک دکھلا دانت تھا۔

لے علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں اور نہ عطا کردہ اطلاعات غیب کو قرآن و حدیث میں کس علم غیب کی گالہ ہے۔ پران جابلوں کو کوں سمجھا؟

کنز الایمان ترجمہ قرآن نہیں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ :-

مولانا احمد رضا خاں کی زندگی بھر کی جدوجہد یہ رہی کہ جہاں تک ہو سکے اور جس طرح بھی بن بڑے محدثین دہلی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اولاد و احقر سے حدیٰ اعتماد اٹھایا جائے، یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں میں اسی خاندان کے تراجم قرآن زیادہ تر رائج تھے، مولانا احمد رضا خاں نے ان تراجم کے بالمقابل ایک مختلف ترجمہ لانے کی سوچی اور کنز الایمان نام سے ایک نیا ترجمہ قرآن لکھا۔۔۔ یہ ترجمہ ہے یا تفسیر؟ یہ بات ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی، اسے دیکھیں تو یہ نہ ترجمہ ہے نہ تفسیر۔۔۔ جب سے شائع ہو رہا ہے مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے تفسیری حاشیے کے ساتھ یا مفتی احمد یار صاحب کے تفسیری حاشیے کے ساتھ۔۔۔ اس سے اتنا تو یہ چلتا ہے کہ یہ تفسیر نہیں ورنہ اس پر تفسیری حواشی لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ پھر جب ہم اسے ترجمہ کہتے ہیں تو اس میں ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جو عربی متن میں سرے سے ہیں ہی نہیں۔۔۔ سو اسے ترجمہ کہنا بھی خاصا مشکل ہے اس میں ترجمے کی کوئی ادانظر نہیں آتی۔۔۔ نہ اردو لفظ اصل عربی الفاظ سے کچھ مناسب نظر آتے ہیں۔

بریلویوں نے اس مشکل سے تنگ اگر لفظی ترجمے اور بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ ایک

یسری قسم نکالی ہے — — — وہ کیا ہے؟ تفسیری ترجمہ — — — ہم اسے بھی ترجمہ کی ایک قسم سمجھتے آتے اگر اس پر تفسیری حواشی نہ ہوتے کہ یہ ترجمہ تفسیری ترجمہ قرار پا جائے اور تفسیروں سے بے نیاز کر دے۔

مولانا احمد رضا خاں نے قواعد ترجمہ سے گریز کیوں کی؟

بریلوی علمائے اپنے گرد جن عقائد اور مسائل کی باڑ بنا رکھی ہے اور انہیں اپنے مسلک کی ضروریات بتلاتے ہیں، قرآن پاک میں ان کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا، مولانا احمد رضا خاں اس صورت حال سے بہت تنگ تھے۔ — — — بخلاف اس کے علامہ دیوبند توحید و رسالت کے باب میں جو کچھ کہتے وہ مضمون الفاظ قرآن میں صریح مل جاتا۔ بشریت انبیاء، علم غیب کا خاصہ باری تعالیٰ ہونا، اللہ نے کسی مخلوق کو مختار کل نہیں بنایا، صرف خدا کی ذات قدیم ہے باقی سب حادث ہیں، شفاعت النبی باذن الہی ہوگی کوئی مخلوق از خود شفاعت کا اختیار نہیں رکھتی واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان کوئی واسطہ نہیں وغیرہامضامین بہت آسانی سے الفاظ قرآن میں تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ — — — بریلوی علماء قرآن کریم کے اس انداز و ضابطہ اور توحید کی اس نکھری نشان سے بہت پریشان تھے، مولانا احمد رضا خاں نے ہمت کی اور اور ایک ایسا ترجمہ سامنے لے آئے جو الفاظ قرآن سے ہٹ کر ایک نئی راہ قائم کرتا تھا۔ — — — یہی بریلویت ہے۔

بریلویوں نے قرآن کریم کے لفظی ترجمہ میں ان تمام خرابیوں کا اقرار کیا ہے جو غیر مسلم اقوام قرآن کریم کے ذمہ لگاتی چلی آ رہی تھیں، پادری عبدالحقؒ کی ”صحف مقدسہ“ کی اس عبارت کو غور سے پڑھیے۔

”قرآن کہیں انبیاء کو بے گناہ نہیں بتلاتا، آدم اور داؤد کے واقعات خود سے پڑھو عصمت کہاں ہے؟ خدا واقعات ہو چکنے پر انہیں جانتا ہے لَعَلَّمُ اللہ کے الفاظ مسلمانوں کے خدا کا علم حادث بتا رہے ہیں، قرآن کا مطالعہ کریں تو

کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو اور کوئی عیب نہیں جو اس کے انبیاء میں نہ ہو، محمدی
 علما تفسیروں میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ خود
 کے تفسیر ہیں اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں، مسلمانوں کا قرآن کچھ
 کہتا ہے اور ان کی تفسیر میں کچھ، ہر نجات کی راہ صحف مقدسہ میں ہے،

مقدمہ کنز الایمان، میں جناب رضا المصطفیٰ اعظمی بھی یہی کہتے ہیں:-

”اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی
 کہیں شان الوہیت میں بے ادبی ہوگی تو کہیں شان انبیاء میں، او کہیں اسلام
 کا بنیادی عقیدہ مجروح ہوگا،“

ہم اس وقت اس پر بحث نہیں کرتے کہ رضا المصطفیٰ نے کس بے دردی سے شان الوہیت
 اور شان انبیاء کو اسلام کے بنیادی عقیدہ سے خارج کر دیا ہے، ہمیں اس وقت صرف
 یہ شکایت ہے کہ بریلوی علماء نے الفاظ قرآن کو اسی طرح گمراہ کن ٹھہرایا ہے جس طرح پادری
 عبدالحی کا ازہم تھا۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ بریلوی علماء ان تمام اردو تراجم کو صحیح سمجھے
 مان رہے ہیں، مولانا رضا المصطفیٰ لکھتے ہیں:-

”تمام مترجمین نے قرآنی الفاظ کے اعتبار سے براہ راست اردو میں ترجمہ صحیح کیا
 ہے مگر اس کے باوجود تراجم کانوں پر گراں ہیں،“

یہ وہی بات ہے جس کا ڈھنڈورا پادری عبدالحق نے بٹیا تھا اور اب وہی بات بریلوی علماء
 کہہ رہے ہیں جب یہ اردو تراجم نہ تھے تو یہی اعتراضات جو بریلوی علماء نے ان اردو تراجم
 پر قائم کیے ہیں عربی دان سیدی علماء الفاظ قرآن کے حوالے سے کرتے تھے اور علماء اسلام وہی
 جوابات دیتے تھے جو آج علماء دیوبند مخدثین دہلی کے ان تراجم کا دفاع کرتے ہوئے
 بریلوی داعیین کو دے رہے ہیں۔

۱۔ صحف مقدسہ مکہ ۲۔ کنز الایمان ۳۔ ایضاً ۴۔

نہ تھا کہ یوں کہہ دیا جاتا، ترجمہ تو یہی ہے ”تیرے گناہ“، لیکن اس سے مراد امت کے گناہ ہیں فتح مکہ بھی تو مسلمانوں کے لیے ہی تھی اسے بھی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا کہا گیا ہے۔

بریلوی علامہ بھی عجیب مخلوق ہیں جو صرف اپنے ان پڑھ مقتدیوں کا سوچتے ہیں اور انہیں پتہ ہے کہ ان کے عوام نہیں جانتے کہ قرآن کریم کے عربی الفاظ میں وہی تعبیر موجود ہے جسے یہ اردو تراجم میں بے شمار غرایبوں کا موجب بتلا رہے ہیں اور محمد بن دہلی کے اردو تراجم کے متاثر ہے ہیں۔

علامہ حق ان اردو تراجم اور قرآن کریم کے اصل عربی الفاظ دونوں کا تحفظ کرتے ہیں، عربی الفاظ اور ترکیب پر اعتراض ہو تو بھی وہی جواب دیتے ہیں، اور اردو تراجم اور ترکیب پر اعتراض ہو تو بھی وہی جواب دیتے ہیں، زبان بدلنے سے بات نہیں بدل جاتی نہ اس کلیدیہ بدلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے علامہ حق کو علم کی دولت دی ہے، وہ جانتے ہیں کہ کس طرح قرآن کریم کی اس سطح الفاظ سے اعتراض اٹھایا جاسکتا ہے اور کس طرح متشابہات قرآن کو اس کی محکمات کے تابع کیا جاسکتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان اپنی علمی بے مائیگی یا احساس کمتری سے یہ سمجھتے تھے کہ شاید قرآن کریم کی اس سطح الفاظ کا ان سے دفاع نہ ہو سکے گا، سو انہوں نے موقع کو غنیمت جانا اور ان مقدمات کا ترجمہ ہی بدل دیا، قواعد کی پرواہ نہ کی، اصل الفاظ کو ان کی ترکیب میں برقرار نہ رکھ سکے۔ یہ ان کی اپنی کمزوری تھی جس پر بددہ ٹھابنے کے لیے انہوں نے ترجمہ قرآن میں تحریف کی راہ اختیار کی اور ترجمہ وہ کیا جو ہرگز قرآن پاک کے الفاظ کا ساتھ نہیں دیتا۔

ترجمہ کی حقیقت

ترجمہ کی ضرورت اصل زبان نہ جاننے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے، ترجمہ ایسا ہونا چاہیے

جو اصل الفاظ کے ساتھ چلے اور اصل الفاظ کی حدود میں ڈھلے، ترجمہ پڑھنے والا جان جائے کہ قرآن پاک کج بھارت کیلئے ہے اور اس میں کبھی کبھی بات کتنی اور کیا ہے۔ ہر لفظ کا ترجمہ اس لفظ کے نیچے، نو تو یہ ترجمہ تحت اللفظ کہلائے گا جیسا کہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کا ترجمہ ہے اور اگر اسے دوسری زبان میں ترتیب دینے کے لیے الفاظ میں تقدیم و تاخیر کی جائے اور جملوں کے حروف ربط ساتھ شامل کر لیے جائیں تو یہ ترجمہ با محاورہ سمجھا جاتا ہے، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (۱۲۴۰ھ) کا ترجمہ، با محاورہ ترجمہ قرآن ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ہو یا با محاورہ ان میں الفاظ کی پابندی اور ان کی حدود کی نگہداشت بہر حال ضروری ہے ورنہ ترجمہ ترجمہ نہیں رہتا۔ اپنی طرف سے کوئی لفظ ڈالنا، ہوتا تو اسے برکیٹ () میں لکھتے ہیں تاکہ اسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھائے، وضاحت مقصود ہو تو اس کے لیے جاشیہ یا تفسیر ہوتی ہے۔ ترجمہ بہر حال ترجمہ ہی ہوتا ہے، ترجمہ کی حد یہ ہے کہ ہر دو زبانیں جاننے والا غیر مسلم بھی اسے دیکھے تو تسلیم کرے کہ مترجم نے اسے غیر اہل زبان کے سامنے لفظ بلفظ پیش کیا ہے اور یہ واقعی ترجمہ ہے اس میں کمی بیشی نہیں کی گئی۔

مترجم کی ذمہ داری

ترجمہ قرآن کے بہانے، قرآنی الفاظ میں اپنے الفاظ ملا لیاؤں سمجھئے دوسری زبان میں تحریف قرآن ہے، دوسری زبان کے لوگ جو اصل زبان کے الفاظ بھی کچھ پہچانتے ہوں، آسانی سے جان سکتے ہیں کہ کہاں کہاں مترجم نے قرآن کے نام سے اپنے الفاظ داخل کئے ہیں۔ برکیٹ () کے خطوط، یعنی کی تعبیر اور تفسیری جملوں سے تحریف نہیں ہوتی لیکن اپنے الفاظ ترجمہ قرآن کے نام سے پیش کرنا بڑی جسارت اور تحریف ہے۔ یہ تحریف ترجمہ قرآن میں ہے قرآن میں نہیں عربی قرآن ہر تحریف سے پاک اور بلند بالا آسمانی کلام ہے۔ لایاتہ الباطل من بین یدہ ولا من خلفہ۔

کنز الایمان کی حقیقت

نہایت افسوس ہے کہ اردو تراجم میں کنز الایمان میں یہ تحریف سب سے زیادہ کارفرما ہے، مولانا احمد رضا خان نے اپنے الفاظ اس بے دردی سے قرآن کریم میں بڑھائے ہیں کہ قرآن پاک کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی اور مقبول احمد دہلوی نے بھی ترجمہ قرآن میں اس درجہ میں کہیں الفاظ زیادہ نہ کیے ہوں گے۔ تفسیر اور مرادات میں یہ قادیانی اور دہلوی بے شک ارتداد اور الحاد کی گھاٹی پر زیادہ دور تک چڑھتے گئے ہیں لیکن ترجمہ میں یہ لوگ غلط یا صحیح کے درجے میں ہی رہے ہیں، قرآن کریم کے الفاظ میں اتنے لفظوں کے اضافے انہوں نے بھی نہیں کیے، کنز الایمان ترجمہ ہے یا نہیں، مثال ملاحظہ کیجئے :-

پہلے پارے میں ہے ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ ہو، اور پھر مولانا احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ دیکھیے :-
 ”وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں، اس میں لفظ فیہ (اس میں) کا ترجمہ کس طرح اڑایا گیا ہے اور اگر اسے اگلے جملہ ھُدٰی لِّلْمُتَّقِیْنَ سے متعلق کرنا تھا تو جگہ کو ظرف بنا کر کیوں یہاں لے آئے، حالانکہ یہ آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں تھا نہ کہ کوئی لفظ دیکھنا تھا تو جگہ یہاں کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے
 معلوم ہوتا ہے کہ خان صاحب ترجمہ میں صرف اپنی روانی کی ٹھوس گمراہی سے تھے کہ یہ نہ کہیں ٹوٹے، اس سے انہیں کوئی غرض نہیں تھی کہ کون سا لفظ باہر سے آ رہا ہے اور قرآن کا کون سا لفظ باہر جا رہا ہے۔

پھر چپا سورہ شوریٰ کی آیت ۱۷۷ کا ترجمہ دیکھیے :-

فَاَنْذَرْنَا عٰلٰی قَلْبِکَ (ترجمہ) سو اگر اللہ چاہے تو ہم کو دے تیرے دل پر۔

اب خانصاحب بریلوی کا ترجمہ دیکھئے :-

”اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر کر دے“ — یہاں لفظ قلبك (تمہارے دل پر) کو فیہ کی طرح مضم کر گئے اور اپنی رحمت اور حفاظت کے الفاظ اپنی طرف سے لے آئے، عجیب سیدہ زوری ہے جو ترجمہ کے نام سے دکھائی جا رہی ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر نہ لگائی تھی — ہاں اگر وہ چاہے تو بے شک لگا سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) اور سینے اور خانصاحب کے ترجمہ قرآن پر سر دھینتے :-

الرحمن ہ علم القرآن ہ خلق الانسان ہ علمہ البیان ہ (پٹ)

(ترجمہ) رحمن نے — سکھلایا قرآن — بتایا آدمی — پھر سکھلائی اس کو بات —

(ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ح)

رحمن نے — اپنے محبوب کو — اُن سکھایا — انسانیت کی جان کو پیدا کیا —

ماکان وما کیوں کا بیان انہیں سکھایا — (مولانا احمد رضا خان)

ترجمہ پڑھنے والا جب اصل قرآن میں ان خط کشیدہ الفاظ کو تلاش کرتا ہے تو اسے وہاں ان کے بالقابل عربی الفاظ نہیں ملتے جن کا ان خط کشیدہ الفاظ کو ترجمہ کہا جاسکے اور یہاں کوئی برکیٹ () بھی نہیں کہ انہیں اپنا اضافہ کہہ دیا جائے۔ اس صورتحال میں ترجمہ پڑھنے والا یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ”کنز الایمان“ ہرگز ترجمہ قرآن نہیں — اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ کسی عالم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی تفسیر اور تشریح کو خدا کے الفاظ بتا کر پیش کرے۔ مفسرین کی مرادات اور ان کے مختارات سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن خدا کے الفاظ سے کسی کو اختلاف کرنے کا حق نہیں۔ سوچا بیٹے کہ ترجمہ ترجمے کے درجے میں رہے اور تفسیر تفسیر کے درجے میں۔ مولانا احمد رضا خان نے ترجمہ قرآن کے نام سے ان خط کشیدہ الفاظ کو خدا کے کلام میں شامل کیا ہے اور انہیں بدوں برکیٹ اور بدوں

اداء تفسیر خدائی کلام میں شامل کیا ہے یہ قرآن پاک پر ایک بڑا ظلم ہے، رحمانی کلام سے انسانی کلام کو ملانا ہے، اس قسم کا اضافہ ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے۔

ترجمہ کنز الایمان کی ایک مثال

کنز الایمان کے ایک مداح سرا کہتے ہیں کہ الترجمہ علماء القرآن میں لفظ علم کو دیکھئے، علم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے، علم القرآن کے ترجمہ میں ہر مترجم نے ایک ہی مفعول ذکر کیا ہے، اعلم حضرت نے دوسرا مفعول ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ علم کے متعدی بدو مفعول ہونے کا تقاضا پورا ہو سکے، یہ تقاضا کسی اور مترجم نے پورا نہیں کیا

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ علم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے لیکن ایک مفعول کبھی مذکور ہوتا ہے اور کبھی اسے مقدر مانا جاتا ہے اور ہر دو استعمال برحق ہیں، اللہ تعالیٰ نے عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا میں دو مفعولوں کو ذکر کیا ہے، یہ بھی حق ہے اور الترجمہ علماء القرآن میں صرف مفعول ثانی مذکور ہے مفعول اول مقدر ہے اور یہ بھی حق ہے۔ مترجم کو چاہیے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے مفعول ثانی کو ذکر کیا ہے مفعول اول کو حذف کیا ہے وہاں وہ مفعول ثانی کو اسی طرح ذکر کرے جس طرح خدا نے اسے ذکر کیا ہے اور جسے حذف کیا ہے وہاں وہ اسے حذف رکھے۔ ۱ سے بین السطور ترجمے میں ذکر کرنا گویا خدا کو مشورہ دینا ہے کہ یہاں مفعول ثانی ذکر کرنا چاہیے تھا، علم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے خدا نے اسے ذکر کیا نہیں کیا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اس سے زیادہ گستاخی اور کیا ہوگی کہ ترجمہ خدا کو مشورہ دینے لگے، افسوس مولانا احمد رضا خاں نے یہاں کچھ نہ سوچا۔

پھر خَلَقَ الْإِنْسَانَ میں مطلق انسان کی پیدائش مذکور ہوئی تھی، جان انسانیت یہ ترجمہ کہاں سے آگیا؟ مولانا اگر تفسیر جلالین بھی دیکھ لیتے تو انہیں خلق الانسان کے ساتھ یہ لفظ مل جاتا ای الجنس کہ اللہ تعالیٰ نے جنس انسانی کو تخلیق بخشی۔ الصاوی علی الجلالین میں ہے

ای الجنس ای الصادق بآدم واولاده وحينئذ فالمراد بالبيان النطق الذي يتميز به عن سائر الحيوان وهذا احد اقوال في تفسير الانسان وقيل هو محمد صلى الله عليه وسلم لانه الانسان الكامل انسان في تفسير میں جب اتنے اقوال ہیں اور اتنے اختلافات تو کسی ایک قول کو پسند کر کے ترجمہ قرآن میں داخل کر دینا گویا کہ یہ خدا کے الفاظ ہیں، ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے۔ پھر انسان سے اگر حضور ہی مراد لینے تھے تو بریلوی علما کو پھر یہ کہنے کا کوئی حق نہیں رہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے انسان نہ تھے۔

اللہ نے انسان کو بات کرنا سکھایا، ظاہر ہے کہ بات کرنا زبان سے ہی ہوگا، زبان حقہ بدن ہے حقہ روح نہیں، کلام زبان کرتی ہے جان نہیں، پھر جان انسانیت کے معنی کہاں آگئے۔ دیکھئے مترجم آپ کو کہاں لے جا رہا ہے علمہ البیان کے ترجمہ میں ماکان و مایکون کو لانا مترجم کی جرات اور جسارت کا ایک اور نشان ہے دیکھئے اور غور کیجئے کس بے باکی سے خلائی کلام میں اپنا کلام داخل کرتا جا رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں تفسیر میں اپنی بات کہتے تو شاید ہم اعتراض نہ کرتے لیکن ترجمہ قرآن میں تحریف کرنا ایسی غلطی نہیں جسے آرام سے گوارا کر لیا جائے۔

غلط ترجمہ قرآن کی دوسری مثال

بعض طلبہ پوچھتے ہیں جہاں مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ میں اپنے الفاظ نہیں بڑھائے وہاں اس ترجمے کا کیا حال ہے۔ یہ بھی سن لیجئے!

سب کو معلوم ہے کہ یہود و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہوئے انہوں نے آپ پر اور آپ کی والدہ محترمہ پر طرح طرح کے بیہتان باندھے اور انہیں ازیتیں دیں ظاہر ہے کہ ان کی زبان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کوئی کلمہ عظیم صبح طور پر ادا نہ

ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے، وہ یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا ہے۔۔۔۔۔ شہید کا لفظ تو ان کے احترام میں ہی کہا جا سکے گا، قرآن کریم نے یہاں مخالفین کے حوالے سے قتل کا لفظ ذکر کیا ہے۔

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله وما قتلوه

و ما صلبوه۔ (پچ سو مائے النصار)

ترجمہ اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ (شیخ الہند)

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ سنئے:-

”اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی“

شہید کرنے کا دعویٰ یہاں کیسا بے عمل ہے جب کلام مقتضائے حال کے مطابق نہ ہو تو بلاغت سے گر جاتا ہے، مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمے کا یہی حال ہے کہ یہودی زبان سے کہلوار ہے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا۔ حضرت عیسیٰ شہید کے طور پر نہ پہلے کہیں معروف تھے نہ بعد میں ہوئے نہ کوئی فرقہ ان کی شہادت کا مدعی ہوا۔ مسلمان مطلقاً ان کی موت کے منکر ہیں، عیسائی صلیب سے کفارہ کے قائل ہوئے شہادت کے نہیں، اور یہود صلیب کی موت کو لعنت کی موت کہتے رہتے۔۔۔۔۔ سو کوئی فرقہ یہودی ہوں یا عیسائی یا مسلمان، حضرت عیسیٰ بن مریم کی شہادت کا قائل نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس شہرت عام کی وجہ سے یہودیوں نے کہہ دیا ہوگا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا ہے، شہرت کی بنا پر یا تہکم کی بنا پر وہ آپ کے لیے رسول اللہ کا لفظ قبول کر سکتے تھے شہادت کا دعویٰ ان کی زبان کے کسی طرح متصور نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمے میں رسول اللہ

کے ترجمہ کو دیکھئے کس عذگی سے اسے ان کے دعویٰ قتل کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے جو رسول تھا اللہ کا، تاکہ اسے اگلی بات سمجھا جاسکے، مگر کفر الایمان میں ان الفاظ کو یہود کے مقولہ میں پہلے جملے میں ہی ذکر کر دیا ہے، اب کون مسلمان ہوگا جو کفر الایمان کو ترجیح دے گا، قرآن پاک کے اب تک جتنے بھی تراجم ہوئے کسی نے یہودیوں کے اس مقولہ انا قتلنا المسیح کا ترجمہ یہ نہیں کیا تھا کہ ہم نے مسیح کو شہید کر دیا ہے اور نہ کوئی صاحب علم یہ ترجمہ کر سکتا تھا، یہ کارنامہ مولانا احمد رضا خان کا ہی ہو سکتا ہے۔

غلط ترجمہ قرآن کی ایک اور مثال

اور سنیئے اور مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کفر الایمان پر رد جھینٹے :-
اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ وہ ان مشرکین کے مقابل میں آپ کے لیے کافی ہوگا آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں، ارشاد فرمایا :-

فَسَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پارہ ۷، ص ۱۷۷)

(ترجمہ) ”ثواب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ“ (شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)
”ثواب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ“ (حضرت شیخ الہند)

ان تراجم سے یہ بات ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کافی ہے ان سے خود نبٹ لیں گے، مگر مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام کی بجائے ان مشرکین کی طرف سے پیش کر دیا۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)

”سوائے محبوب عفریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا“ (احمد رضا خان)

مولانا احمد رضا خان نے جس طرح ترجمہ یہاں بگاڑا ہے اور ترجمین دہلی کے خلاف عمداً پٹے ہیں اس کا معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے حضور علیہ السلام سے خوب نبٹے گا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ استغفر اللہ العظیم)

افسوس بریلوی اسی پر بھولے نہیں سماتے کہ مولانا نے حضور کو ”اے محبوب“ تو کہا ہے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہاں یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ — اور اگر اسی میں حضور کی شان ہے کہ اے محبوب کہا جائے تو دوسری جگہ مولانا احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے مسلمان کہہ کر عام لفظوں سے کیوں ذکر کیا ہے۔

حضور کو عامی کے انداز میں بلانے کی غلطی

وَإِنْ أَحْكَمُ بَيْنَهُمْ يَأْتِزِلَ اللَّهُ وَلَا تَقْبِيعُ أَهْوَاءَهُمْ۔ (پہلا اندعشہ)
(ترجمہ) علمائے عرب میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت پیل ان کی خوشی پر۔ (شیخ الہند)
اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ پیل۔ (احمد رضا خاں)
مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ سو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے عامی انداز سے مخاطب کرنے کی اس بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اضافے سے کہ ”اے محبوب“ کہا، دھویا نہیں جاسکتا۔
اسی طرح ایک دوسرے مقام پر دیکھئے، سورہ بقرہ رکوع ۱۳۱ میں ہے :-

وَلَنْ اتَّبِعَ أَهْوَاءَ هُوَ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَصِيرٍ۔

(ترجمہ) ”اور اگر بالفرض تو تابع لاری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھے تک پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار“
(شیخ الہند)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطاب اگر اور بالفرض کے ساتھ ہے ورنہ ایسا ممکن نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اس طرح کریں نہ کبھی اس کا سوال پیدا ہوا ہے۔ اب

مولانا احمد رضا خاں کا گستاخانہ ترجمہ دیکھئے :-

”اے سننے والے کے باشد اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا..... الخ (احمد رضا خان)

براہ راست علم کس کے پاس آیا تھا؟ حضورؐ کے پاس ہی — اب آپ کو اس طرح مخاطب کرنا راسخ سننے والے کے باشد (کس قدر گستاخانہ انداز ہے، خانصاحب کے باشد کے عموم میں حضور علیہ السلام کو اپنے مقام سے گرا کر لارہے ہیں کہ جو انسان لیا کرے گو حضور ہی کیوں نہ ہوں کے باشد اللہ کے ہاں اسے بچائیو الا کوئی نہ ہوگا۔

غلط ترجمہ قرآن کی غرض کیا تھی؟

ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ یہ سوچیں کہ مولانا احمد رضا خان کو اس طرح ترجمہ بگاڑنے سے کیا ملتا تھا؟ اس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں :-

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے بیٹوں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے ترجموں سے اعتماد اٹھانا اور دہلی کے اس پورے خاندان محمدین کو جو نقشبندی مشائخ بھی تھے، عوام کی نظروں سے گرائنا۔ تاکہ عامۃ الناس اس خاندان کے ساتھ آزادی وطن کی کسی تحریک میں نہ اٹھیں۔

(۲) ترجمہ قرآن میں مختلف موقعوں پر ایسے الفاظ ڈال دینا جو آئندہ عوام میں شرکیہ عقائد کے لیے بڑھی بن سکیں، مثلاً

واذکر عبادنا ابراہیم واسحق و یعقوب اولی الایدی والایصار (تیسروں کے)

(ترجمہ) ”اور یاد کرو ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب، ہاتھوں والے

اور آنکھوں والے“ (حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ)

”اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب قدرت و علم والوں کو“۔ (احمد رضا)

دیکھئے قدرت کا لفظ جو عام طور پر خدا تعالیٰ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مولانا کسے پھرتی سے اسے پیغمبروں کے لیے لے آئے ہیں، سلف کے ترجمہ سے رُخ موڑ کر مولانا احمد رضا خان نے اپنے عوام کو وہ سیڑھی مہیا کر دی کہ اب جب چاہیں اور جیسا چاہیں کسی جگہ سے بھی شرک کی چھت پر چڑھ جائیں۔ حضرت ابراہیم، حضرت احمق اور حضرت یعقوب کو کس پھرتی سے شانِ قدرت پر فائز کیا جا رہا ہے۔

اولیاء کرام کے لیے اللہ کی سی قدرت اور علم ثابِت کرنا

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے اس میں سبقت کی اور مذکورہ سلاق آیت پر لکھ مارا۔ ”اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے مقبولوں کو اپنی قدرت اور اپنا علم بخشا ہے جس سے وہ عالم کی خبر رکھتے ہیں اور عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ اللہ کی سی قدرت اور اللہ کا علم کسے حاصل ہے؟ کسی کو نہیں، نہ اس کی قدرت میں کوئی شریک ہے نہ اس کے علم میں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی قدرت کسی کو بخش دے یا اپنا علم کسی کو دے دے، یاد رکھیے خدا کا کوئی شریک نہیں۔

مولانا احمد رضا خان پیغمبروں کو اٹھانے پر آمین تو خدا کی قدرت اور خدا کا علم ان کیلئے ثابت کریں اور اگر گرنے پر آمین تو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اے مسلمان کا عام خطاب اختیار کریں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کفر پانے کی تصدیق کر دیں، اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے لیے کفر پانے کا غلط دعویٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَمَّا احْسَ عِيسٰی مَنَعُوْهُ الْكُهْرَ قَالَ مِّنْ اَنْصَارِیٍّ ۙ

لے نور العوقان ص ۲۸ ۲۹ سچ سورۃ آل عمران رکوع ۵

(ترجمہ) ثور جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں ۱۱۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ
 ”اور جب حضرت عیسیٰ نے ان کا انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے“ (مولانا اشرف علی تھانویؒ)
 اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے :-

”اور جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف“
 استغفر اللہ العظیم حضرت عیسیٰؑ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا وہ خدا کے پیغمبر تھے کفر انہوں نے ہرگز نہیں پایا، پیغمبر کفر کو کیسے پا اور اپنا سکتا ہے، پیغمبر کسی کے کفر کو معلوم تو کر سکتا ہے اسے اس میں محسوس بھی کر سکتا ہے، اس کے آثار بھی دیکھ سکتا ہے لیکن وہ خود کفر سے بالکل پاک اور مبرا ہوتا ہے، سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کفر یا نہ کادعوئی ہرگز لائق قبول نہیں۔

مولانا احمد رضا خان ہی نہیں دیگر بریلوی علماء بھی حضرت عیسیٰؑ کی توہین کے بری طرح مرتکب ہوئے ہیں انہی دوبارہ آمد پر کہتے ہیں کہ دوسری دفعہ امتحان میں وہی بیٹھتا ہے جو پہلی دفعہ فیل ہوا ہو۔ دیکھئے نواز شریفؒ

اللہ بخش دے آپ کی اگلی پچھلی خطائیں

مفتی احمد یار صاحب خلیفہ مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دے رکھی تھی کہ ان سے آخرت میں کیا معاملہ ہوگا اور یہ بھی بتلادیا تھا کہ آپ کے صحابہ کا انجام کیسا رہے گا؟ مفتی صاحب فرماتے ہیں :-
 لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخرہ تاکہ اللہ بخش دے آپ کے لیے اگلی پچھلی خطائیں) میں حضورؐ کے انجام کی خبر ہے اور وَكَلَّمَ اللّٰهُ الْحَسَنَی (اور ہر ایک سے اچھائی کا وعدہ ہے) میں صحابہ کے بہتر انجام کا وعدہ ہے۔

مفتی صاحب آیت ما ادری ما یفعل بی ولا بک۔
کے تحت لکھتے ہیں :-

”یہ مطلب نہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ تم سے اور مجھ سے کیا معاملہ ہوگا، رب فرماتا ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم اور صحابہ کے لیے فرماتا ہے وکلاً وعد الحسنی حضور کو سارے انسانوں کے انجام کی خبر ہے۔“

مفتی صاحب نے یہاں صریح طور پر لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کو حضورؐ سے متعلق کیا ہے اور وکلاً وعد الحسنی کو امت سے متعلق بتلایا ہے۔ سو اگر مفتی صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ رتا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے (کو تسلیم نہیں کیا اور اسے حضورؐ کے انجام سے ہی متعلق بتلایا ہے تو بتلائیں اس میں مفتی احمد یار صاحب کی کیا غلطی ہے، غلطی اگر ہے تو مولانا احمد رضا خاں کی۔ ذنبک کے معنی ”تمہارے پیرودوں کے گناہ“ عربی کے لحاظ سے کسی طرح درست نہیں۔ پھر ما تقدم سے ”پہلے گزرے انسان مراد لینا“ اور ما اور من دہو اصلہ جانداروں کے لیے آتا ہے) میں فرق نہ کرنا اور بلا قاعدہ ایک نیا ترجمہ پیش کر دینا کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ذنبک کے معنی تیری خطا کے بھی ہو سکتے تھے اور اس سے سب مغالطے بھی دور ہو جاتے، کیا یہاں وہ تعبیر اختیار نہیں ہو سکتی تھی جو مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اختیار کی تھی، آپ کی یہ دعا قرآن کریم میں اس طرح ہے :-
والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتہ یوم الدین۔

ترجمہ، اور وہ ذات ہے جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطا میں قیامت کے دن بخشے گا۔
اس پر مفتی صاحب لکھتے ہیں :-

”آپ (ابراہیم علیہ السلام) گناہوں سے معصوم ہیں، خطا سے مراد وہ ہے جو غیر کی

شان کے لحاظ سے خطا ہو، حسنات الابرار سیئات المقربین — اس
کلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اشارہ یہ فرمایا کہ کوئی شخص اگر چہ کتنا ہی
پرہیزگار ہو اپنی مغفرت پر یقین نہ کرے بلکہ رب سے امید و خوف رکھے
اسی لیے آپ نے اطمح فرمایا ^۱

مفتی صاحب کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ تجویز کرنا کہ انہیں اپنی مغفرت کا
یقین نہ تھا، اس سے ہمیں اتفاق نہیں، مفتی صاحب کا استدلال غلط ہے لیکن مفتی صاحب
کی یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف خطا کی نسبت ان کے اپنے مقام
کے لحاظ سے ہے وہ حقیقت میں گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔

اب آپ فیصلہ کریں کہ مولانا احمد رضا خاں نے لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبك کا
ترجمہ صحیح کیا ہے یا ان کے خلیفہ مفتی احمد یار نے؟ مفتی صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ
لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبك میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان کے انجام کی خبر دی ہے اگر
یہ صحیح ہے تو خانا صاحب کا یہ کہنا کہ انہیں اس سے مراد حضور کے پیروؤں کے گناہ ہیں، غلط
اور گرامر دونوں سے ناواقف ہے۔

کوئی صاحب یہ نہ کہیں کہ اس بحث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم میں فرق کرنا ضروری ہے، مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے
حسنات الابرار سیئات المقربین کا قاعدہ استعمال کیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے یہ قاعدہ لائق قبول نہیں — ایک اور جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت چاہنے کی ہدایت

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ
لِجُورِ الْغَافِلِينَ ۝۹۹

لِّلْعَٰثِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(ترجمہ) ”بے شک ہم نے آپ کی طرف سے کئی کتاب اتاری سو تم لوگوں میں فیصلے کرو جس طرح اللہ نے تمہیں دکھایا اور آپ دعا بازوں کی طرف سے نہ جھگڑیں اور اللہ سے مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے“

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مغفرت مانگنے اور بخشش طلب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، اس پر مفتی احمد یار صاحب نے وہی قاعدہ استعمال کیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کیا تھا کہ خطا سے مراد وہ ہے جو پیغمبر کی شان کے لحاظ سے خطا ہو گو حقیقت میں وہ خطا نہ ہو مفتی صاحب لکھتے ہیں :-

”اگر حضورؐ سے خطاب ہے تو اسی بناء پر کہ اہل رب کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں حضورؐ نے چاہا تھا کہ گواہی پر فیصلہ فرمادیں جیسا کہ شرعی قاعدہ ہے فرمایا گیا کہ اس ارادے سے توبہ کریں“ ^۱ واستغفر اللہ“

مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس قاعدہ کو بیان کرتے ہوئے لفظ خطا استعمال کیا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات کہتے ہوئے آپ لفظ گناہ لے آئے ہیں، گواہی سے حسنات الاہل و سیئات المقربین کے قاعدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس میں اگر بے ادبی کا کوئی پہلو ہوتا تو مفتی احمد یار صاحب اسے کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرتے اور اگر اس میں بے ادبی نہ تھی تو مولانا احمد رضا خاں نے حضرت شاہ عبدالقادر عتث دہلویؒ کے اس مسئلہ ترجمہ ”تامعاف کرے تبھ کو اللہ“ سے انحراف کیوں کیا اور یہ ترجمہ کیوں کیا ”تا کہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے“ جو لغت اور گرائمر دونوں کے خلاف ہے امت کی بخشش یہاں مراد نہیں وہ وکلّ وعد اللہ الحسنیٰ میں موعود تھی۔

برہموی حضرات اگر اپنے اس دعوے میں مخلص ہیں کہ اس آیت کے ترجمہ میں خطا کی نسبت حضور کی طرف کرنا سخت بے ادبی ہے تو وہ مفتی احمد یار صاحب پر گستاخ رسول ہونے کا فتویٰ کیوں نہیں لگاتے؟

ذنبک کا ترجمہ بدلنے میں کوئی فائدہ نہیں

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے زعم میں بڑی مہم سر کی کہ ذنبک کے معنی ”تیرے اگلوں پچھلوں کے گناہ“ کر دیئے، اب تیرے گناہ یا تیری خطاؤں کے معنی کی کچھ گنجائش نہ رہی، برہموی اس پر بڑے خوش ہیں کہ خان صاحب نے بڑا میدان مارا، لیکن یہ لوگ یہ جاننے سے کیسے قاصر رہے کہ خان صاحب نے اپنے اس من گھڑت ترجمے میں کن کن بزرگوں کے ترجموں سے ٹکری ہے، یہ مگر صرف حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی یا حضرت شیخ الہند سے ہی نہیں صحابہ کرامؓ اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترجموں کے بھی خلاف ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیت کا معنی کیا کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہد میں آتی مشقت اٹھاتے کہ پاؤں مبارک کو درم آجاتا اس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی :-

لو تصنع هذا يا رسول الله وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر
(ترجمہ) ”اُپ اس قدر مشقت کیوں فرماتے ہیں اے اللہ کے رسول اور بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی آئندہ اور پچھلی خطائیں سب بخش چکا ہے“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا :-

افلا حيت ان اكون عبداً شكوراً

(ترجمہ) ”کیا میں یہ بات نہیں چاہتا کہ ہو جاؤں اپنے رب کا شکر گزار بندہ“

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے عقیدہ میں لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر کی خبر حضور علیہ السلام سے متعلق تھی نہ کہ اس میں امت کے اعمال کا بیان تھا ورنہ حضرت عائشہؓ اسے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذکر نہ فرمائیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ وہ اسے اپنے پہلے اور پچھلے سب نقصانات کی مغفرت جلتے تھے۔ آپ کی یہ دعائی صمیم بخاری میں منقول ہے۔

اللهم اغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت
المقدم وانت المؤخر وانت على كل شيء قدير۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر یہ باب باندھا ہے۔

”باب قول النبی اللہم اغفر لي ما قدمت وما اخرت“ ۱۰

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مضمون مغفرت کو اپنے سے متعلق کرتے تھے، اور یہ کہ امام بخاریؒ کا بھی یہی مسلک تھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے آیت کا معنی کیا کیا

صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بھی کہتے ہیں کہ حضورؐ سے عرض کی گئی غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

افلا اكون عبدًا شكورًا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ حضرت مغیرہؓ نے ما تقدم من ذنبك وما تاخر کو حضورؐ سے متعلق بتلایا ہے یا آپ نے اسے امت کے اگلے پچھلے گناہوں کے معنی میں لیا ہے؟ صحابہؓ کے ترجمہ سے روگردانی کن کا کام ہے؟

ان روایات کی روشنی میں سورۃ فتح کی ابتدائی آیت کا صحیح ترجمہ وہی ہے جو

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے بیان فرمایا اور مفتی احمد یار صاحب سے بھی اسی کی تائید منقول ہے، وہ اسے حسنات البرار کے قاعدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کرنا جائز سمجھتے ہیں، اور اس کی انہوں نے نور البعران میں تصریح کی ہے۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی اور مولانا احمد رضا خان میں سے کون لا سکتی پر ہے اور کون بے ادب؟ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں، ہم دونوں کے بارے میں دوسرا فیصلہ رکھتے ہیں تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بریلوی علماء کا یہ ٹکراؤ ایک دوسرے سے ہی نہیں اپنے آپ سے بھی ہے۔

ممکن ہے بعض بریلوی مفتی احمد یار صاحب کا ترجمہ ٹھکرا دیں اور کہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب ان سے متقدم تھے ہم کہیں گے مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری تو خان صاحب سے بھی متقدم ہیں۔ چلو ان کا ترجمہ لے لو۔ کیا آپ انہیں بھی گستاخ کہہ کر گزر جائیں گے؟

پادری عماد الدین صاحب نے لکھنؤ کے شیعہ مجتہد مولوی سید علی محمد صاحب سے عقائد اسلامیہ پر چودہ سوال بایں شرط کیئے تھے کہ موصوف ان کا جواب خالصتہ قرآن سے دیں۔ مجتہد مذکور خود موجودہ قرآن کو نہ مانتے تھے۔ وہ کوئی شافی جواب کیا دیتے۔ صحیح جواب نہ ملنے پر پادری عماد الدین نے جواب الجواب میں ایک رسالہ نغمہ طنزی شائع کیا۔ مجتہد مذکور اس کے جواب سے عاجز رہے تو اس کا جواب مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری نے لکھا اور شیعہ اور عیسائیوں دونوں پر حجت تمام کر دی۔ سوال نمبر ۹ یہ تھا:-

عصمت انبیاء کے کیا معنی ہیں؟ پیدائش سے موت تک ان کا گناہ میں پڑنا ناممکن ہے یا نبوت کے بعد گناہ نہیں کر سکتے یا کوئی اور معنی عصمت انبیاء موجود ہیں؟

جواب: محققین اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک انبیاء کی عصمت کے یہ معنی ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کبھی معاصی میں نہیں پڑتے، اور کوئی کام خلاف مرضی حق تعالیٰ نہیں کرتے ہیں۔ پھر مولانا غلام دستگیر صاحب سوال نمبر ۱۳ جو خاص حضورؐ کی نبوت کے متعلق تھا۔ اس

کے جواب میں لکھتے ہیں :-

آنحضرت کی عصمت کا بیان تو قرآن پاک میں ایسے طور پر لکھا ہے کہ کوئی دقیقہ اس کے دقائق سے نامرعی نہیں کھلا ہے۔ ایک عصمت تو وہ ہے جو سوال ۹ اور ۱۰ میں قرآن عظیم سے لکھی گئی اور دوسری عصمت یہ ہے کہ جس کے سب اگلے پچھلے گناہ دنیا میں ہی خدا بخش دے۔ وہ بھی معصوم ہوتا ہے۔ سو ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور کوئی گناہ آپ سے صادر نہیں ہوا تھا لیکن دوسری قسم کی عصمت کے ثبوت کے لئے سورہ فتح میں فرمادیا :-

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَتَمَّ

نَعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا۔ پ ۲۲ الفتح

(ترجمہ) تحقیق ہم نے فتح دی تجھ کو فتح روشن۔ تاکہ خدا بخش دیوے تیرے اگلے

پچھلے گناہ اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے اور سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

اب بتائیے مولانا غلام دستگیر قصوری کا یہ ترجمہ صحیح ہے یا نہیں ؟ اور پھر آپ خود ہی

فیصلہ کریں کہ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قواعد عربی کے لحاظ سے کس قدر غلط ہے۔

ایک بریلوی تاویل اور اس کا جواب

بعض بریلوی کہہ دیتے ہیں کہ مولانا غلام دستگیر نے یہ ترجمہ اس لئے کیا تھا کہ مخاطب ایک عیسائی پادری تھا اور وہ عربی جانتا تھا۔ اس لئے ذنبک کا کوئی اور ترجمہ وہاں نہ ہو سکتا تھا۔ سو یہ ترجمہ محض الزامی تھا۔ ہم جو ابا عرض کرتے ہیں کہ اس رسالہ کا صفحہ ۳ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ وہم کلیتہً دور ہو جائے گا۔ مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں :-

تحقیق نے اس رسالہ میں تمام تحقیقی جواب دیئے ہیں اور باوصفیکہ بہت الزامی جواب

موجود تھے وہ پیش نہیں کیے گئے ہیں۔

۱۔ جواب نمبر ۱۲۹ ص ۱۵۰ مولانا غلام دستگیر یہ رسالہ مولوی فضل حق کے زیرِ اہتمام قصور کے مطبع ۱۲۹۳ھ میں چھپا تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کے والد کی تصدیق

لیغفرلک اللہ کا تعلق حضورؐ سے ہے اس میں امت مراد نہیں مولانا مفتی علی خاں لکھتے ہیں :-
ایسی جگہ وقوع ضروری نہیں۔ دیکھو آیت کریمہ لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبك وما
تاخر باوجود عصمت انبیاء کے وارد ————— کبھی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرب کو
ایک قسم کی خصوصیت کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے اور اس سے مقصود صرف عزت
بڑھانا ہے نہ وقوع اس کا جیسے بعض مصاحبوں اور دوزیروں کے لئے حکم ہوتا ہے۔
ہم نے تین خون تجھے معاف کیے۔ حالانکہ بادشاہ جانتا ہے ایسے شخص مہذب سے
خون کبھی واقع نہ ہوگا۔
پھر لکھتے ہیں :-

خیل نے طمع مغفرت کی۔ واطمح ان یغفرلی ربی۔ حبیب کو بے طمع یہ دولت دے
دی گئی۔ لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔

کیا اب کوئی بریلوی کہے گا کہ مولانا غلام دستگیر کا ترجمہ غلط ہے اور مولانا احمد رضا خاں
کا صحیح ہے۔ مؤرخ الذکر تبجے میں اگر کچھ بھی علمی وزن ہوتا تو اسے مفتی احمد یار اس بے دردی سے
ڈٹھکراتے —————

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصدیق

حضرت شیخ جو فرماتے ہیں قرآن پاک ناطق ہے کہ گناہوں کی نسبت یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی بیجیگی
یہ اصناف اشرف کے طور پر رہے کہ گو آپ سے کوئی گناہ وجود میں نہیں آیا پھر بھی اللہ رب العزت رکھنے نما کر نیک اعلان فرمائیں۔

۱۔ سرور القلوب بزرگ المحبوب ص ۲۲۶ ۲۔ ایضاً ص ۲۲۷ دعائے خیر میں آیت یوں ہے والذی اطمع
ان یغفرلی خطیعتی۔ ۱۹۔ الشعر آیت ۸۲۔ معلوم نہیں بریلوی احمد رضا خاں نے اسے کیوں بدل دیا ہے

حضرت ایضاً شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

در توجیہ عفران ذنوب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ قرآن مجید ہاں ناطق است اقوال
است بہترین قول آنست کہ ایں کلمہ شریف است مرا حضرت را از جانب مولیٰ تعالیٰ
بے آنکہ ذنب وجود داشته باشد۔ (اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۱۲۷)

حضور کو بخشش چاہنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح و تحمید اور استغفار کا حکم دیا ارشاد ہوا:

فسبح بحمدك ربك فاستغفرک انه كان تواباً۔ پ ۲۰ سورہ نصر
ترجمہ مولانا احمد رضا خاں: تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی

بولو۔ اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حضور کو تو کہہ جانے کی گنجی بے شک ناقابل معافی ہے۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ مولانا

احمد رضا خاں نے یہاں وہ تاویل اختیار نہیں کی جو سورہ فتح کی آیت میں کی تھی یہاں مولانا نے
صاف لفظوں میں تسلیم کیا کہ حضور کو اللہ سے بخشش مانگنے کا حکم تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی
توبہ قبول کرنے والا ہے۔ کیا یہاں بریلویوں کے خیال میں عصمت نبوت و خروج نہیں
ہوتی؟ جب حضور مغموم ہیں اور کبھی گناہ کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہوتی تو یہ بخشش مانگنا
کیا اور توبہ کرنا کیسا؟

لیجئے مفتی احمد یار نے اس بخشش مانگنے کی اور توفیق کر دی ہے منشی صاحب لکھتے ہیں:

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ پڑھتے تھے۔ سبحان اللہ

بحمدہ استغفر اللہ و اتوب الیہ۔ (اللہ پاک ہے اور اس کی حمد ہے اور میں

اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں)۔ نور العرفان ص ۵۵

حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ حضور اس آیت کی تمہیل میں کئی کئی دفعہ استغفار کرتے دیکھے گئے

کیا فرماتے ہیں علماء فرقہ بریلوی اس مسئلہ میں کہ جو شخص حضورؐ کی طرف بخشش چاہنے اور توبہ کرنے کی نسبت کرے کیا اس نے عصمت نبوت مجروح نہیں کی؟ اگر اس سے عصمت نبوت مجروح نہیں ہوتی تو خان صاحب کو سورہ فتح کا ترجمہ بدلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا ترجمہ چھوڑنے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی تھی؟

افسوس کہ خان صاحب نے سورہ فتح کے ترجمہ میں لیغفلک اللہ ما تقدم من ذنبک من ذنبک سے حضورؐ کے نہیں آپؐ کی امت کے گناہ مراد لیے۔ لیکن خان صاحب کو یہ پتہ نہ رہا کہ امت کے مومنین اور مومنات کے لیے بخشش مانگنے کا حکم تو اس کے آگے مستقل طور پر موجود ہے۔

— سورہ محمد میں یہ بات پورے فرق سے سمجھا دی گئی تھی۔ ارشاد ہوا تھا۔

فَاعْلَمُ أَنه لَأَإِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ پ ۱۶ ع ۱

یہاں ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف علیحدہ کی گئی اور مومنین و مومنات کی طرف علیحدہ کی نسبت ہے سو ذنبک سے امت کے گناہ مراد لینے کا یہاں احتمال نہیں رہتا۔ مفتی احمد یار صاحب کو یہاں تسلیم کرنا پڑا ہے کہ تاویل کو کچھ ہو گناہ کی نسبت ہے حضورؐ کی طرف ہی۔ یہ نسبت کسب کی نہ ہو تفسیر کی ہو۔ لیکن ذنبک کی اضافت بہر حال حضورؐ کی طرف ہی ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ یہاں گناہ کی نسبت حضورؐ کی طرف کسب کی نہیں تفسیر کی ہے بلکہ خان صاحب مفتی صاحب کی راہ پر چلتے تو سورہ فتح کی پہلی آیت میں ترجمہ ایسا نہ کرتے جو قواعد عربی کی رو سے سراسر غلط ٹھہرتا ہے۔ ایک جھوٹ کو سچ بنانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ سچ نہیں بنتا۔ خان صاحب سے تو مفتی صاحب ہی ہوشمند نکلتے کہ ذنب کی نسبت قواعد عربی کے مطابق حضورؐ کی طرف ہی رکھی اور تفسیر کی تاویل اختیار کر لی۔ گو آپ بھی پہلے حنات الابراہیمات المقرین کا قاعدہ مان کر اسے کسب کی نسبت کہہ چکے ہیں۔

یہاں مولانا احمد رضا خان اور مفتی احمد یار دونوں نے بخشش چاہنے کی نسبت حضورؐ کی طرف کی ہے۔

خدا کی کلام میں تشکیک نہیں

ترجمہ قرآن میں جو بات کسی جاتی ہے وہ خدا کی طرف سے کہی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ اسی کا کلام ہے سو اس میں کوئی بیاریہ بیان ایسا نہ ہونا چاہئے کہ کہنے والا شک میں مبتلا نظر آئے کہ بات یوں ہے یا یوں ہے۔ کلام الہی میں اگر کوئی ایسا لفظ آئے جس کے کئی معنی ہوں تو مرد خداوندی اس میں یقیناً کوئی ایک معنی ہی ہونگے۔ گو لفظ وہ لفظ کئی معنی میں آتا ہو قرآن کریم کے ترجمہ میں دو متوازی معنی لانا نشانِ خداوندی کو نظر انداز کرنا ہے۔ اس کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ایک موضوع میں کس لفظ کو یا کے ساتھ بیان کرے۔

دو دو ترجمے کرنے کا شوق

کتنے مقامات ہیں جہاں مولانا احمد رضا خاں ایک ترجمہ نہیں کر سکے، بین السطور دو دو لفظ لارہے ہیں اور یا۔ یا۔ کے حروف لا کر دبی زبان سے گلگنار ہے ہیں یہ نہ یہ کہتے ہی بنتی ہے نہ وہ کہتے ہی بنتی ہے رہیں اپنی جگہ دونوں عبارت اس سے سمجھتی ہے

اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو کہا تھا: ”اے اولاد اسرائیل، ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات بخشی وہ تم پر برا عذاب ڈھا رہے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رکھتے“ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَفِي ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ (پ سوۃ بقرہ رکوع ۷۷)

(ترجمہ) اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ————— ذبیح الہند

اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا انعام، ————— (مولانا احمد رضا خاں)

عربی میں بلا، ابتلاء، آزمائش کے معنی میں ہے، مبتلاء کے معنی ہیں ”آزمائش میں یا ہونا“ اللہ تعالیٰ نعمت اور محنت دونوں میں آزماتا ہے، بچوں کو ڈرانے کے لیے بڑی بلا،

ڈائن اور چڑیل وغیرہ کے الفاظ عام استعمال کیے جاتے ہیں، جب کہا جاتا ہے وہ بڑی بلا ہے تو یہاں بلا کا عربی لفظ ملحوظ نہیں ہوتا جس کے معنی آزمائش کے ہیں، مولانا احمد رضا خاں کو قرآن حکیم کے الفاظ وافی ذلک بلا میں بچوں والی بڑی بلا نظر آئی تو وہی ترجمہ کر دیا، پھر جب شبہ ہوا تو لفظ ”انعام“ بڑھا دیا، ایک لفظ کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ میں اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ میں ایک ہی تھا، مولانا احمد رضا خاں نے ایک لفظ کے دو ترجمے یکے کے ساتھ پیش کر کے اپنے تذبذب اور پریشانی کا کھلا اقرار کیا ہے۔ اگر کسی ترجمے پر اطمینان نہیں ہوتا تھا تو ترجمہ کرنے کے لیے بیٹھے ہی کیوں تھے، مولانا کو ہندوستان کی بڑی بلا لے بیٹھی اور اسی کو ترجمہ قرآن میں لے آئے۔

اور سنیئے مولانا کے تذبذب، ان میں قوت فیصلہ کے فقدان اور ان کی الجھی ہوئی طبیعت پر سر دھینے۔

دو دو ترجمے کی ایک اور مثال

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيًّا۔ (پل البقرہ ۹)

اس میں لفظ امانی قابل غور ہے یہ اُمتیہ کی جمع ہے اور اس کے معنی آنسو کی ہیں۔

سوا مانی کے معنی آرزو میں ہوں گے۔

(ترجمہ) ”اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے بھوٹی آنسوؤں کے“
(حضرت شیخ الہندؒ)

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے:-

”اور ان میں کچھ ان بڑھے ہیں کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی بڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت۔“
طلبہ سے گزارش ہے وہ دیکھیں ”من گھڑت“ کس عربی لفظ کا ترجمہ ہے جو مولانا احمد رضا خاں

نے لکھا ہے اور اگر یہ لفظ ان کا اپنا من گھڑت ہے تو آپ نے اسے یا کے ساتھ

ایک دوسرے ترجمے کے مقابل کیوں رکھ دیا ہے، ”زبانی پڑھ لینا“ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ کیا اسی ترجمے کے بل بوتے پر رضا خانی حضرات پھوٹے نہیں سماتے — تنہم داغ داغ شد ان میں پڑھے لکھے لوگ ہوتے تو اس ترجمہ کو مسترد کرنے کے لیے مترجم کا یہی تذبذب کافی تھا۔

مولانا احمد رضا خاں اس ترجمہ میں بھی عجیب تذبذب کا شکار ہوئے ہیں، ترجمہ میں دو دو لفظ بھر رہے ہیں مگر دل کسی ایک معنی پر ٹھہرتا نہیں، ایک عجیب مترجم عجیب صورتحال سے دوچار ہے۔

دو ترجمے کرنے کا ایک اور واقعہ

ع حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا وہ بھی نہیں یہ بھی نہیں
ذرا آگے چلیے — دیکھیے مولانا احمد رضا خاں کس طرح پہلے ترجموں سے بغاوت کر کے دو ترجمے کر رہے ہیں۔

وَجَعَلْنَا كُؤُومَةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (پٹ البقرہ رکوع ۷)

(ترجمہ) اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور رسول تم پر گواہی دینے والا۔ (حضرت شیخ الحداد)

اور بات یوں نہیں ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ (مولانا احمد رضا خاں)

یہاں صحابہ کرامؓ کے لیے بھی گواہ کا لفظ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی گواہ کا لفظ — بریلویوں کو یہاں ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے وہ گواہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا مراد لیں تو تمام صحابہ کرامؓ کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا پڑتا ہے اور اگر گواہی میں ہر جگہ کا حضور و منظور ضروری نہ ہو تو ان کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر وقت ہر جگہ

حاضر و ناظر ہونے کا تصور بالکل ہی ناپید ہو جاتا ہے، مجبوراً انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہ کے ساتھ ایک اور لفظ کی ضرورت محسوس کی اور گواہ سے پہلے نگہبان کا لفظ بڑھا دیا۔

ترجمے کا مابعد یہاں پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن کریم میں جب لفظ ایک ہے — شہید — کہ ”ہو رسول تم پر گواہی دینے والا“ تو ترجمے میں یہ دوسرا لفظ ”نگہبان“ کہاں سے آگیا اور اگر یہ لفظ نگہبان ”شہید“ کا ترجمہ تھا تو پھر آگے دوسرے ترجمے کی کیا ضرورت تھی ”گواہی دینے والا“ ایک لفظ کے یہ دو ترجمے آخر کا ہے کو آ رہے ہیں جو مترجم کے تذبذب اور پریشانی کی خبر دے رہے ہیں — پھر صحابہ کرامؓ کے لیے بھی جب یہی لفظ ہے شہداء علی الناس (لوگوں پر گواہ) تو وہاں دو ترجمے کیوں نہیں لائے جا رہے — یہ بھی سوچنے کی بات ہے مولانا احمد رضا خاں عجیب مترجم ہیں کہ تذبذب میں پوری طرح گھرے ہیں کسی ایک معنی پر انہیں اطمینان نصیب نہیں ہو رہا — ترجمہ نہیں کر سکتے تھے تو کنز الایمان لکھنے کی ہمت آخر کیوں کی تھی؟

بعض بریلویوں نے دفاعاً کہا کہ ترجمہ تو ایک ہی لفظ میں ہے ہو سکتا ہے دوسرا لفظ کتاب نے ویسے ہی لکھ دیا ہو مقصود کلام نہ ہو، ہم کہتے ہیں کہ یہ غلطی ہرگز نہ ہو کہ کتاب قرار نہیں دی جا سکتی اس لیے کہ ایک دوسرے مقام پر بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ہی حرکت کی ہے۔

دو دو ترجمے کرنے کا ایک اور واقعہ

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (پ، سورۃ النساء، رکوع ۵)

(ترجمہ) پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلائیں تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتلانے والا۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

تو کسی ہوگی جب ہم ہر امت کے لیے ایک گواہ لائیں گے اور اسے محبوب
تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں گے۔ (مولانا احمد رضا خاں)

دیکھئے یہاں پھر لفظ شہید کے دو معنی گواہ اور نگہبان کر دیئے اور اسی آیت میں جہاں یہ
لفظ دوسری امتوں کے لیے آیا وہاں اسی لفظ شہید کا ایک ہی معنی لکھا گیا ہے، دنیا سے اگر
انصاف ختم نہیں ہو گیا تو خدا را مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمے کا پوری توجہ سے نوٹس لیں
اور اگر اس میں عربی قرآن کی مطابقت عمداً چھوڑی گئی ہے تو پھر اس ترجمے کا حق ہے کہ اسے
خلاف قانون قرار دیا جائے۔ مولانا احمد رضا خاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کے ساتھ نگہبان
مخص اس لیے بنا رہے ہیں کہ جملہ کار جہاں بھی آپ کے ہی سپرد کردیں کہ پوری دنیا کی حفاظت
آپ کے ہاتھوں ہی ہو رہی ہے اور آپ ہی جملہ کائنات کے نگہبان ہیں۔ مولانا
احمد رضا خاں جب خود تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت پر نگہبان نہیں ٹھہرایا تو
پھر مولانا آپ کو گواہ کے ساتھ نگہبان کیوں لکھتے ہیں اور ایک لفظ کے ترجمے میں دو لفظ
لکھ کر اپنے ترجمے کو کیوں بگاڑتے ہیں۔ قرآن کریم میں صاف کہا گیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر نگہبان نہیں ٹھہرایا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ

بِوَكِيلٍ (پس سورۃ الانعام ع ۱۳)

(ترجمہ) اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہیں کرتے اور ہم نے تم کو ان پر نگہبان نہیں کیا

اور تم ان پر کروڑے نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں خود تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر
گواہ تو ہیں لیکن نگہبان نہیں، نگہبان سب کا اللہ تعالیٰ ہے اور یہ جو فرمایا ”تم ان پر
کروڑے نہیں“ کروڑا کے معنی وکیل اور کارساز کے ہوتے ہیں، ششہ اردو میں معنی یہ
ہونگے ”تم تمہارے حوالے ان کی ذمہ داری ہے“ ترجمان القرآن لابی الکلام رحمہ اللہ طبع ٹائپ

لفظ کو ڈبل کرنے کی ایک اور مثال

لادیب فیہ: ہدی للمتقین۔ میں فیہ (اس میں) ایک ہی دفعہ ہے اسے لادیب سے لگائیں (نہیں کوئی شک اس میں) یا ہدی للمتقین سے لگائیں (اس میں ہدایت ہے پر ہیزگاروں کے لیے) لگے گا ایک ہی طرف۔۔۔ بیک وقت دونوں طرف نہیں لگ سکتا ورنہ لفظ کو اپنی طرف سے ڈبل کرنا پڑے گا جو درست نہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اسے لادیب کے ساتھ لگایا ہے اور مولانا احمد رضا خاں نے اسے دونوں طرف رکھا ہے جو قواعد کے لحاظ سے بالکل درست نہیں۔

”اس کتاب میں کوئی شک نہیں، راہ بتلاتی ہے ڈر نے والوں کو“ (حضرت شیخ الہندؒ)
 ”وہ بلند مرتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں، اس میں ہدایت ہے ڈر نے والوں کو“ (مولانا محمد)
 مولانا کے کمزور علم معقول مولانا کے اس ڈبل ترجمہ سے بہت خوش ہیں۔
 انہوں نے فیہ کا ترجمہ ظرف (جگہ) سے کیا ہے کہ شک کی جگہ ہی اس کتاب میں نہیں۔ (مقدمہ کنز الایمان ص ۱۷)
 طلبہ خود دیکھ لیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے ایک فیہ کو دونوں طرف لگا کر لفظ کو ڈبل کرنے کی کتنی غیر عالمانہ حرکت کی ہے۔

کنز الایمان میں بھاری بھر کم الفاظ کی غلطت

مولانا احمد رضا خاں نے مفردات کے ترجمے میں بھی یہ محنت کی ہے کہ پہلے تراجم کے شے الفاظ چھوڑ کر بھاری اور سخت الفاظ پسند کیے ”تم ان پر کروڑے نہیں“ ان الفاظ پر غور کیجئے اور مولانا کی غلطت پسندی کی داد دیجیئے، لیجئے ٹینٹ بھی آگئے ہیں

وجعلنا علی قلوبہم اکتۃ ان یفقهوہ و فی الادانم و قرآ۔ (پ، الانعام، ع ۲)

(ترجمہ) ”اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان

کے کانوں میں بوجھ“ (حضرت شیخ الحداد)

”اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے

کان ٹینٹ“ (مولانا احمد رضا خاں)

وقرا کا معنی تقریباً سب مترجمین نے بوجھ کا کیا ہے وقار کے معنی وزن اور بڑائی کے

ہیں مالک کولاً (ترجون للہ وقار) (پہ سورۃ نوح)۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کا

ترجمہ ”ٹینٹ“ کیا ہے، وہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے کانوں میں ٹینٹ لگے ہیں کہ ہدایت ان کے

اندز نہیں اترتی۔ غور کیجئے کیا کانوں میں بھی کبھی ٹینٹ لگے ہیں؟ مولانا کا عجیب ذوق ترجمہ

ہے مفردات میں کیسے بے عمل شبیہ نگار ہے ہیں۔

مفرد الفاظ کے بے ڈھب معنی

ربوہ کے معنی بلند جگہ اور ٹیلے کے ہیں قرآن کریم میں الی ربوۃ ذات قرار ومعینہ^۱
وارد ہے اس میں بتایا گیا کہ اونچی جگہ جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب بھی تھی۔

یہ لفظ اسی معنی میں ہے، قرآن کریم میں مکمل جنة بریۃ (جیسے باغ اگا ہو بلند زمین پر)

میں بتلایا گیا کہ ربوہ بلند ٹیلے کو کہتے ہیں اور اس پر باغ بھی لگ سکتا ہے، ربوہ ریگستان کو

نہیں کہتے جس میں کچھ اگل نہ سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کی کہاوت جو اپنے مال میں اللہ کی رضا چاہتے ہیں خرچ

کرتے ہیں اور اپنے دل کو جباتے ہیں اس باغ کی سی ہے جو کسی اونچے ٹیلے پر ہو اس پر

زور کا پانی پڑا تو وہ دو گنا پھل لایا، اگر زور کا پانی نہ ملے تو اسے اوس ہی کافی ہے۔ اس میں

ان الفاظ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

مکمل جنة بریۃ۔ (ترجمہ) جیسے باغ اگا ہو بلند زمین پر۔

۱۔ المؤمنون، ص ۳۳ مفردات للراغب ص ۳۸۸، ص ۳۶۰، البقرہ ۳۶

جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر۔ (حضرت شیخ الہند)

اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو۔ (مولانا احمد رضا خاں)

دبّوہ کا ترجمہ بلند زمین کتنا شستہ اور صاف ترجمہ ہے مولانا احمد رضا خاں اس کا ترجمہ بھوڑ کر کے کتنا ثقیل لفظ لا رہے ہیں اس کا ثقل کروڑے سے کم نہیں، تاہم اس غلط ترجمے میں لفظ بھوڑ پر بھی غور فرمائیں، علمی اردو لغات میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں :-
”ریستی زمین جس پر کچھ نہ اُگ سکے، ریگستان“

غور کیجئے مولانا احمد رضا خاں نے کنز الایمان میں دبّوہ کے لیے کس لفظ کا انتخاب کیا ہے جس آیت کے ترجمے میں اس لفظ بھوڑ کو جگہ دی ہے اس آیت کا مضمون ہی بھوڑ کی کھلی ترویہ ہے، معلوم نہیں مولانا احمد رضا خاں کو اس انتہائی ثقیل ترجمہ سے کیا ملا ؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جو پایوں کی تخلیق اور ان کے فوائد کا عجیب نقشہ کھینچا ہے۔
وَلَكُمْ فِيهَا جَال حِينَ تَسْرَحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشَقِّ الْأَنْفُسِ۔

(ترجمہ) ”اوتھ کو ان سے عزت ہے جب شام کو چٹا لاتے ہو اور جب چرانے لجاتے

ہو اور اٹھالے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر

جان مار کر“ (حضرت شیخ الہند)

یہاں الْإِشْقُ الْإِنْفُسِ کا ترجمہ لائق غور ہے، جان مار کر کام کرنے سے مراد اس کام

کے لیے زحمت شاقہ اٹھانا ہے، مفردات امام راغب میں ہے الْإِشْقُ الْإِنْفُسِ

زحمت شاقہ کے بغیر۔ الشقة وہ منزل مقصود جس تک یہ شقت پہنچا

جائے، قرآن پاک میں ہے: بَعُدْتُ عَلَيْهِمُ الشَّقَّةَ۔ (پک، سورۃ التوبة کو ع ۵)

”سافٹ ان کو دور دراز نظر آتی، یہ بہت جالفتشانی کے کام ہیں۔ اب آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:-
 (ترجمہ) ”اور مہی جانور ہیں جو تمہارا بوجھ اٹھا کر ایسے شہروں تک لے جاتے ہیں کہ تم وہاں تک
 نہیں پہنچ سکتے مگر بڑی جان کا ہی کے ساتھ“ (مولانا ابوالکلام آزاد)
 ”اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں ایسے شہر کی طرف کہ تم اس تک نہ پہنچتے
 مگر ادھر سے ہو کر“ (مولانا احمد رضا خاں)

ادھر سے کا بے ڈھب ترجمہ

شیق الانفس کا ترجمہ ادھر سے کتنا بھلا ترجمہ ہے۔ جان مارنا، جان کا ہی اور جالفتشانی
 کے ترجمے چھوڑ کر ”ادھر سے“ سے ترجمہ کرنا مترجم کے ادھر سے ہونے کی حالت کا پتہ دیتا
 ہے، معلوم نہیں علم و بصیرت کے اس فقدان سے یہ لوگ ترجمہ قرآن کی کیوں جسارت کرتے ہیں،
 کنز الایمان کتنا بھونڈا ترجمہ ہے اگر اسے ترجمہ کہا جاسکے، ترجمہ مفردات میں مولانا احمد رضا خاں
 عجیب ادا سے چلتے ہیں، اور مثال لیجئے:-

زمین ہمارا بچھونا ہے اور آسمان چھت، یہ بات آپ پہلے سے سُننے چلے آ رہے
 ہیں، قرآن کریم میں بھی اسے دہرایا گیا:-

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فُرُشًا وَالسَّمَاءَ بَنَاءً ۖ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
 مَاءً۔ (پل، سورۃ البقرہ، رکوع ۲)

(ترجمہ) جس نے بنایا تمہارے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور آتا آسمان
 سے پانی، (حضرت شیخ الہندؒ)

”وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو

چھت اور برسیا آسمان سے پانی، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

”وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو عمارت بنایا“ (احمد رضا)

آسمان کو چھت کہنے کی بجائے عمارت کہنا ایک نیا ترجمہ ہے اردو میں عمارت کا لفظ ان معنوں میں نہیں آتا۔
 آسمان کو عمارت قرار دے کر خاں صاحب کو کون سا ستون ہاتھ میں آیا
 چھت کی بجائے عمارت کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں کے علم و بصیرت کی کھلی شہادت ہے
 کتنا ادھم راز ترجمہ ہے۔

الفاظ کے غلط ترجمے کی ایک اور مثال

سَيَصْلِي نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ - (پہلا سورہ تبت)

(ترجمہ) اب پڑے گا پٹیں مارتی آگ میں۔ (حضرت شیخ الحداد)

اب دھنستا ہے پٹ مارتی آگ میں۔ (مولانا احمد رضا خاں)

صلی کے معنی آگ جلا نے کے ہیں صلی بالنار آگ میں جلا۔ تصلیۃ جحیم۔
 جہنم میں ڈالنا۔ (پہلا واقعہ) اصلوہا الیوم۔ آج آگ میں جاؤ۔ (پہلا سورہ یسین)
 یصلی النار الکبریٰ وہ بڑی آگ میں جلے گا (پہلا الاعلیٰ) تصلی نارا حامیہ
 وہ جائیں گے بھڑکتی آگ میں (پہلا انفاسیہ)

صلی کے معنی دھنسنے دھسانے کے نہیں ہیں، مولانا احمد رضا خاں کو غالباً اس
 کے معنی معلوم نہ تھے ورنہ وہ یہ ترجمہ (دھنستا ہے) نہ کرتے، بعض بریلوی اسے
 سہو کا تب یا الغرض قلم کہہ کر ڈالتے ہیں، یہ ہرگز درست نہیں کیونکہ یہی معنی انہوں نے ایک
 دوسری جگہ میں بھی کیے ہیں۔

وتصلیۃ جحیم۔ اور بھڑکتی آگ میں دھسانا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے مفردات ص ۵۹۲ کو بھی دیکھ لیجئے، ہاں فتنہ کا کوئی علاج نہیں
 بریلوی اسی میں اپنی عزت سمجھتے ہیں۔

مفردات کے غلط ترجمہ کی ایک اور مثال

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ۔ (پ، البقرہ ۲۲۸)
 (ترجمہ) اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر، تو آمادہ کرے اس کو غور گناہ پر ہو کافی ہے اس کو دوزخ“۔ (حضرت شیخ الہند)
 ”اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر، تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے“ (مولانا احمد رضا خاں)

عزّت کا ترجمہ بڑائی اور غرور کے تو سمجھ میں آتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ غرور اور بڑائی انسان کو گناہ تک لے جاتے ہیں لیکن ضد سے گناہ کرنا اور عزّت کا ترجمہ ضد سے کرنا ۱ اور فحسبہ میں ف کے ترجمہ کو بلاوجہ چھوڑنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا، مولانا احمد رضا خاں نے عزّت کا یہ ترجمہ ضد سے کیا ہے کہ جس طرح بن پڑے پہلے ترجموں سے اختلاف کیا جائے۔

مولانا عبید اور عبید میں فرق نہ کر سکے

عَبْدُ اسم ہے (بندے اور غلام کو کہتے ہیں) اور عَبَدَ فَعِل (عَبَدَ کے معنی ہیں اس نے بندگی کی) قرآن کریم میں ہے۔
 ۱۱
 جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ النُّطَّاغُوتَ۔

(ترجمہ) ”اور ان میں سے بعضوں کو بند کر دیا اور بعضوں کو سُور اور تنہوں نے بندگی کی شیطان کی“ (حضرت شیخ الہند)

”اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سُور اور شیطان کا بیجاری“ (مولانا احمد رضا خاں)

افسوس مولانا عبید اور عبید میں فرق نہ کر سکے عبید کی جگہ عبید کا معنی کر دیا، یہ نور العرفان میں ہے اور خزائن العرفان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اگر اسے عبید پڑھا تو اسے عبید کی جمع سمجھ لیا حالانکہ عبید کا لفظ جب غلام کے معنی میں ہو تو اس کی جمع عبید یا عبید آتی ہے اور جب عبید بمعنی عابد ہو تو اس کی جمع عباد ہوگی ہو سکتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے اسے عبید پڑھ رکھا ہو۔ بہر حال یہ ترجمہ شیطان کا بجاری بہت عجیب ترجمہ ہے۔

اطاعت کے معنی خوشی کرنا

اطاعت کے معنی بات ماننا اور پیروی کرنا کے معلوم نہیں ————— نہیں معلوم تو مولانا احمد رضا خاں کو، وہ اس کے معنی خوشی کرنے کے کرتے ہیں۔

لو یطیعک فی کثیر من الامر۔ (پہلا، الحجرات ۷۷)

(ترجمہ) ”اگر وہ تمہاری بات مان لیا کریں بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے“
(شیخ الہند)

”بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو“
(احمد رضا خاں)

خوشی کرنا کس لفظ کا معنی ہے، کیا اس مادے نے باب افعال میں کہیں یہ معنی دیا ہے ————— کیا بریلویوں میں کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں جو اس کا ثبوت فراہم کرے؟
واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیہا ویخرجکم

اخراجا۔ (پہلا، سورۃ نوح)

(ترجمہ) ”اور اللہ نے اگیا تم کو زمین سے جہاں کہ پھر تم کو اگلے گاتم کو اس میں اور نکالے گا تم کو باہر“
(حضرت شیخ الہند)

اس کے آخری جملے ویخرجکم اخراجا کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں نے

یہ کیا ہے۔ ”اور دوبارہ نکالے گا“ یہاں کو کی ضمیر موجود ہے مگر ترجمہ نلارد۔

مولانا احمد رضا خاں اس کے لیے یہ عید کو کی ضمیر کو کی کافی سمجھ رہے ہیں، جب قرآن کریم میں ضمیر کو دوبارہ منکود تھی تو اس کا یہ ترجمہ کرنے میں کیا نقصان تھا ”اور دوبارہ نکالے گا تمہیں“

جب تم قرآن میں ایک لفظ موجود ہے تو ترجمہ میں اسے بلاوجہ نہ چھوڑنا چاہیئے۔ پھر خانصاحب نے دوبارہ کا لفظ اپنی طرف سے داخل کر کے کیا ترجمہ قرآن میں تحریر نہیں کی؟

ایک اور ترجمہ دیکھئے

قد كان لكم آية في فتين التقتا فقتلوا قتيل في سبيل الله واخرى

کافرة برونهم مثليهم وداى العین ۵ رپٹ، سورۃ آل عمران

(ترجمہ) ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا ایک فوج

ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے

سے دو چند فوج آنکھوں سے۔۔۔۔۔ اسی میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے، (دشمن الہند)

”بے شک تمہارے لیے نشانی تھی دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑپڑے، ایک جتھہ

اللہ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر کہ انہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دو ٹا بجھیں۔۔۔۔۔

بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے“ (مولانا احمد رضا خاں)

یہ بات تو تسلیم کی جاسکتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے سکھوں کو قریب کرنے کے لیے

فوج کی بجائے جتھہ کا لفظ زیادہ پسند فرمایا، مقابلہ ہوا کی بجائے بھڑپڑے کو زیادہ پسند کیا

لیکن یہ کہنا کہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دو ٹا بجھیں، کسی طرح لائق تسلیم نہیں۔۔۔۔۔ سمجھیں میں سے

تو یہی مفہوم نکلتا ہے کہ وہاں فرشتے نہ اترے تھے اور مسلمان حقیقت میں ان سے دو چند نہ

تھے صرف ظاہر ان کو دو چند سمجھ رہے تھے، پھر عبرت کا لفظ اردو میں خاصا لائق تھا اسے

اسی طرح اردو ترجمے میں لے آنا چاہیئے تھا، مولانا احمد رضا خاں نے اس کا کتنا بھدا ترجمہ کیا ہے

بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔۔۔۔۔ ضرور دیکھ کر

یکھنا کیا ہوتا ہے؟ عجیب عاورتی زبان ہے۔

اصلحو کا تیرجمہ آپا سنبھالا

الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَاصْلَحُوا فَاتَى اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

رپٹ، سورتہ ال عملان رکوع ۹۔

”مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کیے تو بیشک اللہ غفور رحیم“
(حضرت شیخ الہند)

”مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور آپا سنبھالا تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے“
(مولانا احمد رضا خاں)

اصلحو کا ترجمہ ”آپا سنبھالا“ بریلویوں کے ہاں مجددانہ ترجمہ کہلاتا ہے۔

ترجمہ لَا زَيْنَ لَكَ فِي الْأَرْضِ

ابلیس نے رب العزت کے حضور کہا تھا:-

قَالَ رَبِّ إِنَّمَا أَغْوَيْتَنِي الْأَرْضِ لَمْ تُعِنِّي وَلَا تَنْصُرْنِي وَلَا زَيْنَ لَكَ فِي الْأَرْضِ - رپٹا الحجۃ ۳

(ترجمہ) اے رب جیسا تجھے مجھ کو راہ سے کھو دیا میں بھی ان سب کو بہا ریں دکھلاؤں

غازین میں“ (حضرت شیخ الہند)

”اے میرے رب قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں سے

بھلاوے دوں گا“ (مولانا احمد رضا خاں)

زینت دکھلانا کا معنی بہار دکھلانا تو بے شک سمجھ میں آجاتا ہے، اغوا کا معنی لہ سے

کھودینا بھی سمجھ میں آ رہا ہے لیکن مولانا احمد رضا خاں کا غرایت کا معنی ضلالت کا کرنا اور زینت

دکھانے کا معنی بھلاوے دینا عجیب ترجمہ ہے۔ زینت کا معنی بھلانا اصل لفظ کو یکسر بھلانا

اُقہات المؤمنین کی شان میں کچے ادبی

ان تتوبوا الى الله فقد صغت قلوبكما

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُوبیوں دام المؤمنین حضرت حفصہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو غنا طبع کر کے ارشاد فرمایا تھا :-

ان تتوبوا الى الله فقد صغت قلوبكما۔ (پہلے، سورۃ التحريم، رکوع ۱۱)

اگر تم توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

یہاں ترجمے میں یہ مذکور نہیں کہ دل کس طرف جھکے ہیں، صرف ان کا جھکنا مذکور ہے دل جب کسی طرف جھکے ہیں تو کسی طرف سے ہٹے بھی ہوں گے، یہ ہٹنا بھی اس آیت میں مذکور نہیں کہ کہہ رہے ہٹے ہیں یہ بڑا جامع ترجمہ ہے، اگر کوئی شخص اس سے یہ سمجھے کہ تمہارے دل توبہ کی طرف مائل ہیں خدا کے آگے جھک گئے سو تم توبہ بجالاؤ تمہاری توبہ یقیناً قبول ہوگی تمہارے دل جھکے ہوئے ہیں، اس معنی کی بھی اس ترجمہ میں گنجائش ہے اور اگر کوئی شخص وہ معنی لے جو بعض تفسیروں میں منقول ہیں کہ تم جلد توبہ کرو تمہارے دل اعتدال سے ہٹ گئے دوسری طرف جھک گئے ہیں تو ان معنی کا بھی انکار نہیں تاہم یہ ضرور ہے کہ ترجمہ قرآن میں یہ دوسرے معنی نہ ہونے چاہئیں تاکہ پہلے معنی کا انکار لازم نہ آئے، یہ ازواج مطہرات کی عزت کا معاملہ ہے، تفسیر میں بات ہوگی تو تاویل ساتھ ہو سکے گی لیکن متن قرآن کی طرف وہ بات منسوب کرنا جو قرآن میں صریح نہیں وہ بھی ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ہرگز مناسب نہیں ہے ادبی ہے۔

افسوس کہ یہ برات مولانا احمد رضا خاں کو نصیب ہوئی، اب دونوں ترجموں کو ملاحظہ کیجئے :-

”اگر تم توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے“ (حضرت شیخ الہندؒ)

”نبی کی دونوں بیویاں اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے ہٹ

گئے ہیں“ (مولانا احمد رضا خاں)

عتل کا ترجمہ جس کی اصل میں خطا ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مشرکین آئے اور گزارش کی کہ آپ ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کیا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ آپ ان جھوٹی قسمیں کھانے والوں کی بات نہ مانیں جو طعنہ دیتے پھرتے ہیں، چغلیاں کھاتے ہیں، خیر کے کاموں سے روکتے ہیں اور بڑے غلط کار ہیں۔ ان میں ولید بن مغیرہ بھی تھا جو بڑا بدکار اور بدنام تھا، قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا:-

عتل بعد ذلک زنیم - (پہلے سورہ ن، رکوع ۱)

(ترجمہ) ”اجدان سب کے پیچھے بدنام“ (حضرت شیخ الہند)

”درشت خواں سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا“ (مولانا احمد رضا خاں)

اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے، کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اس کا اپنا گناہ نہیں اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے، یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کیے جا رہے ہیں کسی کو حرام زادہ کتنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زنیم کا لفظ کتنا مناسب ہے اس کا معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں، مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندامعنی نکال کر گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؛ لسان العرب میں اس کے یہ معنی دیئے گئے ہیں المصلق بالقوم ولس منھو رجس کسی قوم میں آئے لیکن حقیقت میں ان میں سے نہ ہوں حضرت حنان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے :-

زنیم تداعاہ الرجال زیا دۃ کما زید فی عض الاذیم الاکارع

(ترجمہ) زنیم وہ شخص ہے جسے لوگ زائد کہتے ہوں جیسے کھال میں ناگیں زائد معلوم ہوتی ہیں۔

امام بخاریؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش میں ایک شخص کا

وَضَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا كَاتِرْجَمَ

قرآن کریم میں منکروں کو اس طرف متوجہ کیا گیا کہ تاخیر عذاب سے دھوکہ نہ کھائیں، پہلے قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئی تھیں حتیٰ کہ اہم سابقہ میں ایسے اوقات بھی آئے کہ پیغمبران کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے یہاں تک کہ پیغمبروں کو گمان ہونے لگا کہ جو ایمان لائے ہوئے تھے وہ بھی ساتھ نہیں دے رہے، ان کی پیغمبروں کا ساتھ دینے کی باتیں سب جھوٹ ہیں، پیغمبر سوچنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔

پیغمبروں کا اپنے ماننے والوں کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ شاید وہ بھی دل سے ساتھ نہیں، محض اس اندیشہ کی وجہ سے تھا جس سے وہ پیغمبر گند رہے تھے۔ ایمان لانے والوں کے بارے میں یہ دوسرہ کسی درجے میں ایمان یا عصمت کے منافی نہیں۔ پیغمبروں کو بعض امتیہوں کے بارے میں خلاف واقع گمان ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ اس حالت پر بھی پیغمبروں کو رہنے نہیں دیتے، فوراً نصرتِ خداوندی اترتی ہے اور ایمان لانے والوں کو تائید ملتی ہے اور محرم سزایاتے ہیں :-

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا جَاءَ نَصْرُنَا
فَنَجَّىٰ مَن نَّشَاءُ وَلَا يَرُدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (پاک سورۃ یوسف)
(ترجمہ) ”یہاں تک کہ جب رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے
جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا گناہ کی تم نے چاہا اور پھر تا
نہیں عذاب ہمارا قوم گنہگار سے“ (حضرت شیخ الہند)
”یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں
نے ان سے غلط کہا تھا تو جیسے ہم نے چاہا بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں
سے پھیرا نہیں جاتا“ (مولانا امجد رضا خاں)

پیغمبروں کی مایوسی خدا سے یا خدا کے پیدا کردہ اسباب سے نہ تھی منکروں کے ایمان لانے سے تھی اور ان کا گمان بھی خدا کے بارے میں یا اس کے پیدا کردہ اسباب کے بارے میں نہ تھا مولانا احمد رضا خاں کو یہی بات سمجھ میں نہ آئی اور ظنوا کا فاعل انہوں نے لوگوں کو بنا دیا اور ترجمہ میں تحریف کی بہت بری مثال قائم کی۔

مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ قرآن کو اس بے دردی سے بگاڑا ہے کہ بے اختیار زبان سے نکلا: ”انگریزوں سے گرانٹ لینا چھوڑ دو“

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله۔ (پہلے البقرہ ص ۳۸)
 (ترجمہ) ”پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ بڑے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے“
 (حضرت شیخ الہندؒ) اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ بھی دیکھئے:-

”پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا“
 فاذنوا کا معنی یقین کر لو یہ کہاں سے آگیا، مولانا احمد رضا خاں اذن اور اذعان میں فرق نہیں کر سکے۔

ایک نیا ترجمہ ملاحظہ کیجئے

حضور نے صحابہ کو تعلیم دی اور ان کا تزکیہ کیا

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امتین میں مبعوث فرمایا ”ہو الٰہی بعث فی الامتین رسولاً“ تو ساتھ ہی یہ بتایا کہ آپ صرف انہی کی طرف نہیں کچھ اور لوگوں کی طرف بھی مبعوث ہیں جو ابھی انہیں نہیں ملے:-

والاخرین منہم لما یلحقوا بہم وہو العزیز الحکیم۔ (پہلے سورۃ الحجہ)
 (ترجمہ) ”اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا“ (حضرت شیخ الہندؒ)

اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے
اور وہی عزت و حکمت والا ہے“ (مولانا احمد رضا خاں)

حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ میں وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کا عطف اِتِّبْنَ پر ہے اور یہ
جور ہے فِیْ حَرْفِ جَار سے جو اِتِّبْنَ سے پہلے ہے، مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ
میں یہ معطوف ہے یَعْلَمُہُمْ اور یَزِکِّہُمْ کی ضمیر مفعول پر یہ اس صورت میں منصوب ہوگا۔

مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا حاصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اِتِّبْنَ کا تعلیم و تزکیہ بھی فرماتے ہیں جو آپ کے صحابہ
ہیں اور آپ کے عہد میں ہیں اور ان آئندہ آنے والوں کا بھی تعلیم و تزکیہ کرتے ہیں جو ابھی
ان اگلوں سے نہیں ملے قیامت تک جو لوگ آتے رہیں گے، سب کی تعلیم اور تزکیہ حضور ہی
فرمائیں گے (کس طرح؟ یہ صورت مولانا احمد رضا خاں کو ہی معلوم ہوگی) اگر سب ہی نوع انسان
حضور ہی کے شاگرد ہیں اور حضور سے ہی براہ راست تعلیم و تزکیہ پارہے ہیں تو پھر صحابہ کرامؓ کی
خصوصیت کیا ہی جو حضور کے شاگرد اور باقی سب کے استاد سمجھے جاتے ہیں۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی کی ہمت لائق تحسین ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے
اس خیال کی کھلی تردید کر دی اور فرمایا۔

”کوئی غیر صحابی مومن خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ
وہ فیضیافتہ صحبت نہیں ہے“

شیخ الہندؒ کے ترجمے کا حاصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تعلیم و تزکیہ صرف صحابہ کا ہے، اگلے آنے والے

ترجمہ قرآن میں انہی قیدیوں لگانا

جس شخص نے حج اور عمرہ دونوں ادا کیے قرآن کی صورت میں یا تمتع کی صورت میں اس کے ذمہ قربانی ہے دم قرآن یا دم تمتع۔ اور اگر کوئی ایسا غریب ہو کہ قربانی نہ دے سکے تو اس کے ذمہ دس روزے ہیں۔ تین ایام حج میں اور سات جب وہ حج سے فارغ ہو جائے وہ واپس لوٹے جہاں چاہے یہ روزے رکھے، سفر میں رکھے کسی اور شہر جانا ہو وہاں رکھے یا اپنے گھر جا کر رکھے، ہر طرح سے گنجائش ہے ضروری نہیں کہ گھر جا کر ہی رکھے۔ قرآن کریم میں ہے:-

فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم تلك
عشرة كاملة۔ (پہلے البقرہ، ع ۲۱)

(ترجمہ) اگر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے جب تم لوٹو، یہ دس روزے ہوئے پورے، (شیخ الہند)

اب مولانا احمد رضا خاں کا غلط ترجمہ ملاحظہ ہو:-

”پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ، یہ پورے دس ہوئے“

اپنے گھر پہنچنے کی یہ قید کہاں سے آگئی، کیا وہ واپس لوٹتے رستے میں یہ روزے نہیں رکھ سکتا۔ گھر نہ بھی لوٹے حج سے فارغ ہو کر مکہ میں رہ رہا ہے تو کیا وہاں یہ روزے نہ رکھ سکے گا؟ حنفی فقہ یہ ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد وہ جہاں بھی چلا ہے یہ روزے رکھ سکتا ہے۔ دیکھا کنز الایمان کے غلط ترجمے نے کس طرح آپ کو حنفی مذہب سے فارغ کر دیا۔

الہدایہ میں ہے۔

وان صامها مملکۃ بعد فراغہ من الحج جائز۔ وقال الشافعی لا يجوز لانہ
معلق بالرجوع۔۔۔۔۔ ولنا ان معناه رجعت عن الحج لما فرغتم له
(ترجمہ) اگر اس نے حج سے فارغ ہو کر یہ روزے مکہ میں رکھے تو یہ جائز ہے۔۔۔۔۔
امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کیونکہ اسے واپس پلٹنے سے معلق کیا گیا ہے۔۔۔۔۔
ہم احناف کے ہاں حج سے لوٹنے کا معنی حج سے فارغ ہو لے کے ہیں کہ
اس سے واضح ہے کنز الایمان میں حنفی مذہب کی مخالفت اور امام شافعی
کی پیروی کی گئی ہے یہ بات آپ سوچیں کہ مولانا احمد رضا خان حنفی مذہب کے مخالف کیوں ہیں؟
اگر شخص نے بیوی کو طلاق دے دی اور نکاح میں کوئی نہر بھی مقرر نہ
ہو تھا تو طلاق دینے والے پر کچھ مہر لازم نہیں آتا وہ اسے محض جوڑا کپڑے (دے کر
فارغ کر سکتا ہے اور اگر بیوی کو طلاق سے پہلے طلاق دی مگر نکاح میں مہر طے ہو چکا تھا
تو نصف مہر دینا لازم ہوگا، یہ بات علیحدہ ہے کہ عورت خود اسے معاف کر دے قرآن کریم
میں پہلی صورت یوں ذکر فرمائی ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمْ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ

فَرِيضَةً ۚ (پ، سورة البقرہ، رکوع ۳۱)

(ترجمہ) کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور نہ

مقرر کیا ہو ان کے لیے کچھ مہر (حضرت شیخ الہندؒ)

اور دوسری صورت یوں ذکر فرمائی ہے۔

وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً

فَنَصَبْتُمْ مَا فَرَضْتُمْ۔

ترجمہ "اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لیے
مہر تو لازم ہوگا ادا اس کا کہ تم مقرر کر چکے تھے" (شیخ الہندی)
اب مولانا احمد رضا خاں کا غلط ترجمہ ملاحظہ ہوا۔

"تم پر کچھ مطالبہ نہیں تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو
یا کوئی مہر مقرر کر لیا ہو"

ترجمہ یوں چاہیے تھا "یا کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو"۔ تَمَوْهُنَّ کے بعد اَوْ تَقْرَضُوهُنَّ

پر بھی عمل کر رہا ہے۔ کاش کہ خانہ صاحب "جلالین" ہی دیکھ لیتے۔ مہر مقرر ہونے
کی صورت اگلی آیت میں مذکور تھی جس کا ترجمہ ہم پہلے لکھا آئے ہیں۔

پھر جناح کا ترجمہ "مطالبہ" سے کرنا اور ستم ظریفی ہے، قرآن کریم نے اس صورت میں
بھی کچھ نہ کچھ دینا مرد کے ذمہ لگایا ہے، اب یہ کہنا کہ کچھ مطالبہ نہیں! کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟
وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسَعِ قَدْرَهُ وَعَلَى الْمَقْتَرِ قَدْرَهُ مَتَاعًا بِالْعُرُونِ
حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ۔

(ترجمہ) "اور ان کو کچھ خرچ دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگدست پر اس کے
لائق، جو خرچ کہ قاعدے کے موافق ہے یہ واجب ہے بھلائی کرنے والوں پر؟"
بتائیے! اس طلاق دینے والے سے کچھ مطالبہ ہو لیا نہ؟ پھر یہ ترجمہ کرنا کہ تم پر کچھ مطالبہ
نہیں، کیا اپنے آپ سے ہی تصادم نہیں؟ کاش مولانا احمد رضا خاں کو معلوم ہوتا کہ
جناح کے معنی گناہ کے ہیں مطالبہ کے نہیں۔ مولانا خود ولا جناح علیکم فیما
عرضتموبہ (البقرہ ۲۸) میں جناح کا معنی گناہ کر چکے ہیں مگر یہاں وہ اسے بھول گئے۔

ان طَلَّقَتْهُنَّ میں اِنَّ شرطیہ ہے اور معنی یہ ہیں "اگر تم ان عورتوں کو طلاق دو" یہ طلاق
دینے کا کوئی حکم نہیں دیا جا رہا کہ اس صورت میں طلاق دینا ضروری ہو۔ مولانا احمد رضا

لہ میں خوشی ہے کہ ہمارے اس نشاندہی پر بریلوی ناشرین نے اب لفظ "نہ" کنٹرال ایمان میں لکھ دیا ہے۔

نے لفظ اگر کو چھوڑ کر ”تم عورتوں کو طلاق دو“ کے الفاظ میں ترجمہ کر کے اسے ایک حکم بنا دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی قدرت دیکھنے کا شوق ظاہر کیا، وہ کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا، اللہ رب العزت نے فرمایا کہ چار سو دھائے ہونٹے پرندے ذبح کر کے مختلف پہاڑوں پر رکھ دو اور پھر ان کو آواز دو، وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے
ثَوَادِعُهُنَّ يٰ اٰتِيْنَكَ سَعِيًّا - (پٹ سورۃ البقرہ)

ترجمہ ”پھر ان کو بلا چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے“ رِشَعِ الْهِنْدِ

سعی کا معنی جلدی کرنے کا ہے، مولانا احمد رضا خاں جلالین بھی دیکھ لیتے تو انہیں اس کے معنی سمجھ لیتے، سو دوڑنے سے مراد پرندوں کا جلدی کرنا ہے، پاؤں سے دوڑنے کی قید مولانا احمد رضا خاں نے اپنی طرف سے لگا دی ہے انسان پاؤں سے دوڑتے ہیں پرندے پروں سے، مولانا کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

”پھر انہیں بلا دو تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے“ (مولانا احمد رضا خاں)

پرندے اڑ کر جس جلدی سے آسکتے ہیں پاؤں سے چل کر نہیں، کیا وہ پرندے پہلے بھی ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر پاؤں سے ہی چل کر جاتے ہوں گے یا اڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے۔ اب دوبارہ زندہ ہو کر کیا انہیں پہلی عادت بھول گئی کلاب وہ اڑ نہیں سکتے پاؤں سے چل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آرہے ہیں۔ معلوم نہیں مولانا احمد رضا خاں نے یہ پاؤں سے دوڑنے کی قید کہاں سے لے لی، اور معلوم نہیں کنسر الایمان کے اس غلط ترجمے سے خانصاحب کو کیا ملا؟

مسلمان شکاری کتے یا پرندے کو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اکْبَرُ کہہ کر شکار پر چھوڑے اور وہ گتیا یا پرندہ شکار کو قابو کر لے اور مالک کے پاس لے آئے وہ مالک اسے ذبح کر لے تو وہ شکار حلال ہو جاتا ہے۔ شکاری کتے یا پرندے نے شکار کو زخم لگا دیا اور وہ مر گیا تو بھی وہ جانور حلال ہو گیا بشرطیکہ اس کتے یا پرندے نے اسے مالک کے لیے روکا

ہوا ہو — شکار کو مار کر قابو میں رکھنا ضروری نہیں، شکاری جانور اسے زندہ بھی مالک کے پاس لاسکتا ہے، قرآن کریم نے صرف یہ شرط لگائی ہے کہ شکاری کتے نے اسے تمہارے لیے اپنے قابو میں کیا ہوا ہو شیخ الہندؒ اور مولانا احمد رضا کے ترجمے بالترتیب دیکھئے۔

فكلوا مما امسكن عليكم واذكروا اسم الله عليه۔ (پ المائدہ ع ۱)

(ترجمہ) ”سو کھاؤ اس میں سے جو وہ پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر“
 ”تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو“
 ”اور اس پر اللہ کا نام لو“ اس پر عمل شکاری جانور کو چھوڑتے ہوئے کر لیا گیا تھا، یہاں اسے شکاری جانور کے امساک کے بعد ذکر کیا گیا ہے، حنیفہ کے ہاں گو واؤ ترتیب کے لیے نہیں لیکن یہ بھی نہیں کہ اس میں کوئی مصلحت نہ ہو، شکاری جانور اگر شکار کو زندہ پکڑ لائے تو اب ذبح کرتے وقت اس پر نئے سرے سے اللہ کا نام لینا ضروری ہوگا یہ نہیں کہ اسے اس پہلی بکیر کے تحت ہی ذبح کر لے جو شکاری جانور چھوڑتے وقت پڑھی گئی تھی، سو اس امساک میں دونوں صورتیں لپٹی ہوئی چاہئیں زندہ لے آئے یا مار کر۔

مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ”تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں، ایک صورت کو بالکل ہی نکال دیتا ہے، حالانکہ صحابہ کرامؓ نے اس دوسری صورت کو بھی اسکے تحت ذکر کیا ہے — یہ مار کر کا لفظ خانصاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے
 امساک کو صرف قتل کرنے میں منحصر نہ کرنا چاہیئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :-

ان قتل واكل فلا تاكل وان امسك فادركته حيا فذكه۔ (ابن جریر طہ، مشق)

(ترجمہ) ”شکاری جانور نے اگر شکار کو مار ڈالا اور خود کچھ کھالیا تو تم اس شکار کو نہ کھاؤ اور

اگر اس نے اس شکار کو قابو میں رکھا اور تم نے اسے زندہ پالیا تو اسے خدا

کے نام پر ذبح کرو“

اس مرے جانور پر اللہ کا نام لینے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی اور یہ مار کر کا لفظ خانصاحب

نے کہاں سے نکال لیا ہے ؟

● التدرّب العزت نے امام الانبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:-

وَكَذَبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ذَلَّ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ۔ (پٹ الانعام ۷۸)

(ترجمہ) ”اور اس کو بھوٹ بتلایا تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے، تو کہہ دے کہ میں نہیں تم پر دارؤ“

قرآن کریم کو یا عذاب کے آنے کو وہ جھٹلاتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حق ہے۔

عذاب مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ وہ حق ہے اگر رہے گا، مولانا احمد رضا خاں نے اپنے غلط ترجمہ میں اُن کے اس جھٹلانے کو ہی حق کہہ دیا، کنز الایمان میں دیکھئے:-

”اور اسے جھٹلایا تمہاری قوم نے اور یہی حق ہے تم فرماؤ میں تم پر کچھ کڑوڑا نہیں“

یہی سے مراد اس تکذیب کے سوا اور کیا سمجھا جاسکتا ہے ————— کیا یہی سے

کنز الایمان ہے جسے بریلوی ایمان کا خزانہ کہتے ہیں۔

مشہور دیوبندی عالم سبحان الہند مولانا سعید احمد کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو:-

”اور آپ کی قوم اس عذاب کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ ایک مثبتہ حقیقت ہے“

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر کوئی مختار کار نہیں ہوں“

● حق قبول نہ کرنے والے اگر دنیا میں کچھ اچھے کام بھی کریں تو آخرت میں ان کے لیے ان

پر کوئی جزا مرتب نہ ہوگی ان کے وہ اعمال دنیا میں ہی لوٹا دیئے جاتے ہیں

مَنْ كَانَ يَرْيِدُ الْحَيٰوةَ وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ

لَا يَبْخُسُونَ۔ (پاک، سورۃ ہود، رکوع ۷۱)

(ترجمہ) ”جو کوئی چاہے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت، بھگتا دیں گے ہم ان کو انکے

عمل دنیا میں اور ان کو اس میں کچھ نقصان نہیں جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش

چاہتا ہو، ہم اس میں ان کا پورا پھل دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے“

لَا يَبْخُسُونَ فعل مضارع مجہول کا ترجمہ جو جملہ اسمیہ کی جز و خبر کے طور پر واقع ہوا ہے

اگر جملہ فعلیہ میں کرنا تھا تو اسے مجہول ہی رکھنا چاہیئے تھا، اس کا ترجمہ معروف میں کرنا کہ

”ہم اس میں کمی نہ دیں گے“ مولانا احمد رضا خاں کے فن ترجمہ کی عجیب خبر دے رہا ہے۔
 سبحان الہند مولانا سعید احمد کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ سے کتنا بہتر ہے۔
 ”تو ہم ان کے اعمال کی جزا ان کو دُنیا ہی میں پوری کر دیتے ہیں اور دُنیا میں ان
 کی حق تلفی نہیں کی جاتی“

اہل کتاب نے برا سودا کیا تھا کہ محض ضد پالتے اور حسد کو بروئے کار لانے کے لیے
 حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا اور نہ وہ حضور کو پہلے سے پہچانتے تھے کہ یہ نبی آخر الزمان ہیں
 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ بہت ہی بُرا سودا کیا ہے اور بہت سستے داموں
 انہوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں، حسد کو بالا اور جانیں جہنم کے سپرد کیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ اشْتَرَوْا بِهِ اَنْفُسَكُمْ اِنْ يَكْفُرُوا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا۔

(ترجمہ) ”بری چیز وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے اس چیز
 سے جو اناری اللہ نے“ (شیخ الہند)

”کس بُرے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے امارے حکم سے
 منکر ہوں“ (مولانا احمد رضا خاں)

کچھ غور کیجئے انہوں نے اس برے مولوں اپنی جانوں کو خریدا تھا یا بیچا تھا؟ جب وہ اپنی
 جانیں جہنم کے سپرد کر رہے تھے تو جانیں بچا رہے تھے نہ کہ خرید رہے تھے۔

اشتراک کا فظ نہ بچنے اور خریدنے میں مشترک تھا، غانصاحب کو پتہ نہ چلا کہ یہاں بیچنے کے
 معنی میں ہے خریدنے کے معنی میں نہیں، کنز الایمان کا غلط ترجمہ اس کم علمی کی وجہ سے ہے۔
 کس برے مولوں خریدا میں کس حرف استفہام معلوم نہیں غانصاحب کہاں سے لے آئے۔
 ❀ کسی میت کے وصی اور وارث آپس میں اختلاف کریں وصی کچھ کہیں اور وارث کچھ
 اور قرائن و آثار سے اوصیاء کی قسم کا جھوٹ ہونا معلوم ہوا اور ان کے پاس شرعی شہادت بھی نہ ہو

تو میت کے وارثوں کو قسم دی جائے کہ انہیں اوصیاء کے دعوے کی واقعیت کا کچھ علم نہیں اور یہ کہ ان کی گواہی اوصیاء کی گواہی سے زیادہ لائق اعتماد ہے، قرآن کریم میں ہے:-

ذٰلِكَ اَدْنٰی اِنْ يٰۤاَتُوْا بِالْشَّهَادَةِ عَلٰی وُجُوْهِہِمْ

ترجمہ ”اُس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادت کو ٹھیک طرح پر“۔ شیخ البند

”یہ قریب تر ہے اس سے کہ گواہی جیسی چاہیے ادا کریں“۔ احمد رضا خان

گواہی جس طرح کی درکار ہو اسے اس طرح پیش کرنا امانت اور دیانت کے کہاں تک قریب ہے، یہ آپ فیصلہ کریں۔ علیٰ وجہ شہادت کی صفت ہے ”اور جیسے کہ چاہیے“۔ گواہ کا فعل ہے، کنز الایمان میں دونوں کو کس طرح گڈ مکر دیا ہے۔

ترجمہ قرآن کو ادا کریں شہادت کو ٹھیک طرح پر سے ہٹا کر گواہی جیسے چاہے ادا کریں پر لے آنا گواہی کو اپنے ڈھب پر لانے کی ایک عجیب ترکیب ہے۔

✽ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے اس سارے کا ذکر کیا جو وہ انبیاء سابقین سے کرتے رہے ظاہر ہے کہ وہ سب وقائع عہد گذشتہ کے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنو اسرائیل میں کوئی پیغمبر نہیں آیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہودیوں نے شہید کیا، مو۔ قرآن کریم میں ہے:-

اَفَلَمْا جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّمَّا لَا تَهْوٰی اَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِقْنَا

کَذٰبْتُمْ وَفَرِقْنَا تَقْتُلُوْنَ ۝۱۰

ترجمہ ”تو کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کے خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تم، ان میں ایک گروہ کو جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو

شہید کرتے ہو تم؟“۔ احمد رضا خان

استکبر تم ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ تکبر کرتے ہو تم، اور کذب تم کا ترجمہ جھٹلاتے ہو تم

خانصاحب کے علم صرف اور علم تفسیر کی منہ بولتی تصویر ہے، یہودی یہ سلوک اپنے انبیاء سے ماضی ہیں کرچکے تھے یہ انہی وقائع کا تذکرہ ہے۔

تَقْتُلُونَ اگرچہ مضارع مگر یہ بھی ماضی کے معنی میں ہے کہ یہ سب واقعات پہلے ہو چکے تھے۔۔۔۔۔ دیکھئے جلالین

آیت کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو حضرت شیخ الہندؒ نے کیا ہے:-

”پھر بھلا، کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارا جسے جو تو تم تکبر کرنے

لگے، پھر ایک جماعت کو بھلا یا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا“

کسی ایک مفسر نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہودی یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد

مبارک میں کرتے رہے اور انہوں نے قتل انبیاء بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی کیا تھا

سب مترجمین یہاں ماضی کے صیغوں کو ماضی میں ہی ترجمہ کرتے رہے ہیں، مگر خانصاحب ہیں

کہ ترجمہ کرنا نہیں آتا مگر ترجمہ کرتے چلے جا رہے ہیں اور ماضی مضارع میں کچھ فرق نہیں سمجھتے۔

اور مولانا رضا المصطفیٰ اعظمی کے تو اتنے ہوش اڑے ہوئے ہیں کہ اپنے مذکورہ مضمون میں

وَلَّيْنِ اتَّبَعْتَ کی آیت تو وہ دی جو پٹ، سورۃ بقرہ کے رکوع ۱۷ میں ہے ادا لگے ترجمہ تمام

مترجمین سے مع مولانا احمد رضا خاں کے اس آیت کا دے رہے ہیں جو اسی سورت میں

رکوع ۱۴ کی نویں آیت ہے اور دونوں میں فرق نہیں کر سکے۔

پھر یہ بھی لکھتے ہیں:-

”اعلم حضرت نے اس کی تحقیق فرمائی اور تفسیر خازن کی روشنی میں انہوں نے ترجمہ

فرمایا کہ مخاطب ہر سامع ہے نہ کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم، اور اسی طرح کتب

معانی و بیان میں بھی اس بات کی تصریح ہے“

تفسیر کی بات ترجمے میں ڈالنا کہاں تک درست ہے اس پر بھی غور کریں اور پھر اس کو ترجمہ

کہنے کی جسارت پر بھی نظر رکھیں لیکن اس بات کو کتب معانی و بیان میں ضرور تلاش کریں جہاں تصریح

کی گئی ہو کہ اس طرح کی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب نہیں ہیں۔

ولقد افحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیجعلن عملک و

لتکونن من الخاسرین ۱۵

ترجمہ ”اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے

اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور ذلیل سب کیا دھرا کا رت ہو جائے گا“ (احمد رضا خان)

اللہ تعالیٰ نے اتنی سخت تہدید کیا یہ کہہ کر ہی کرنی تھی کہ بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تمہارے اگلوں کی طرف؛ کیا اس کی بجائے یہ بہتر نہیں کہ مخاطب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مان لیا جائے اور اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ حضورؐ نے قطعاً شرک نہیں کیا یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اسی سے آپؐ پر کوئی زد نہیں آتی۔

علامہ تفتازانی تصریح کی بحث میں صاف لکھ آئے ہیں کہ لفظاً حضور ہی یہاں مخاطب ہیں
التعریض بان ینسب الفعل إلی احد المرادغیرہ نحو قوله تعالیٰ ولقد افحی الیک والی الذین قبلک لئن اشرکت لیجعلن عملک فال مخاطب هو التبی صلی اللہ علیہ وسلم وعدم اشراکہ مقطوع بہ لکن جمی بلفظ الماضي ابرازاً للاشراک الغیر الحاصل فی معرض الحاصل علی سبیل الفرض والتقدير تعریضاً بمن صدر عنه هو الاشراک بانہ قد حبطت اعمالہ ۱۶

کیا رضا المصطفیٰ صاحب اب بھی یہی کہیں گے کہ حضورؐ اس آیت میں مخاطب نہیں اور یہ کہ اسی طرح کتب معانی و بیان میں تصریح کی گئی ہے

آیت یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین ۱۷ میں بھی اعظمی صاحب یہی چال چلے ہیں سچلے آیت کا ایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۵ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرَ الْمُشْرِکِ ۱۶ تَعْرِیْضًا بِمَنْ صَدَرَ عَنْهُ هُوَ الْاِشْرَاکُ بِاَنَّهُ قَدْ حَبَطَتْ اَعْمَالُهُ ۱۷

۱۵ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرَ الْمُشْرِکِ ۱۶ تَعْرِیْضًا بِمَنْ صَدَرَ عَنْهُ هُوَ الْاِشْرَاکُ بِاَنَّهُ قَدْ حَبَطَتْ اَعْمَالُهُ ۱۷

ایک بریلوی نے میں یہ جواب دیا کہ استہزاء کا لفظ تو قرآن کریم میں ہے اس لیے اسے تو گوارا کرنا تھا اس پر ایک دوسرے صاحب کہنے لگے کہ مگر اللہ کے الفاظ بھی تو قرآن کریم میں ہیں ان سے یہ دھندلا شستی کیوں؟ ایک جگہ ایک تغیر سے پرہیز کرنا اور دوسری جگہ خود ہی اسے اختیار کرنا کیا اپنے آپ سے ہی تصادم نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے جب یہ لکھا کہ ”اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے“ ہم اس سے یہ سمجھے کہ خالص صاحب اسے اللہ کا ایک فعل کہہ رہے ہیں صفت نہیں مگر مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی کی مذکورہ تحریر سے یہ سمجھ میں آیا کہ یہ سب حضرات استہزاء کو خدا کی صفت ٹھہراتے ہیں۔ استغفر اللہ العظیم البتہ یہ ممکن ہے کہ رضاء المصطفیٰ صاحب کو صفت اور فعل میں فرق ہی معلوم نہ ہو، وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ رحمت اللہ کی صفت ہے اور غضب اس کا فعل۔ اللہ انہیں اس بہتان باندھنے پر اپنے غضب سے بچائے۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ غَضَبِهِ وَافْاضَ عَلَيْنَا مِنْ رَحْمَتِهِ الشَّامِلَةِ وَنِعْمَ السَّابِقُ۔

یہ کس کو معلوم نہیں کہ ہر شیاطین لوگوں کو جادو سکھاتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ تھا، قرآن کریم میں ہے:-

وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السَّحْرَ (پہلی بقرہ ۱۰۲)

(ترجمہ) ”لیکن شیطانوں نے کفر کیا سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو“۔ شیخ الہند

یعلمون یہاں ماضی کے معنی میں ہے کفر و ماضی کے بعد اسے ذکر کیا گیا ہے اور یہی معنی جمہور نے کیا ہے کہ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کی ہے مگر خالص صاحب کی ہمت لائق داد ہے کہ جمہور سے اختلاف پیدا کرنے کی خاطر اسے شیاطین سے حال بنا دیا۔

لَهُ قَالَ الْعَبْرَىٰ يَلْعَمُونَ النَّاسَ السَّحْرَ فِي مَوْضِعٍ نَّصَبَ عَلَى الْحَالِ مِنْ

الضَّمِيرِ فِي كَفَرُوا وَاجَازَ قَوْمٌ اِنْ يَكُونُ حَالًا مِنْ الشَّيَاطِينَ وَلَيْسَ بِشَيْءٍ لَا اِنْ

لَكِنْ لَا يَعْلَمُ فِي الْحَالِ _____ دُجَّةُ الْاَعْرَابِ وَالْقُرْآنُ ۳

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا واقعہ ہے وہ اس وقت بھی لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔
خانصاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

”ہاں شیطان کافر ہوئے، لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں۔“ — احمد رضا خاں

✽ یوم حشر عام دنوں کے برابر نہ ہوگا، دن کے یہ بیمانے سورج کا طلوع وغروب اس وقت نہ ہوں گے، عشر کے ہولناک حالات کو دیکھ کر اپنی پوری عمر یوں معلوم ہوگی کہ گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہ ٹھہرے تھے، انسان کے تصور میں یہ گھڑی اس دنیا کی گھڑی جیسی ہوگی گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہو کر یہ وقت آگیا۔ مگر خانصاحب فرماتے ہیں کہ ان کے تصور میں یہ دنیا کی زندگی اس دن کی ایک گھڑی دکھائی دے گی، معلوم نہیں انہوں نے کیسے جان لیا کہ وہ دن کتنا لمبا ہو گا کہ اپنی عمر اس دن کی ایک گھڑی سمجھیں گے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَانٍ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ - (پٹ پرنس ۵۷)

(ترجمہ) اور جس دن ان کو جمع کرے گا گویا وہ نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی دن! (شرح الہدیٰ)
”اور جس دن انہیں اٹھائے گا گویا دنیا میں نہ رہے تھے مگر اس دن کی ایک گھڑی“ (خانصاحب)

یہ اس دن کی ایک گھڑی کے الفاظ معلوم نہیں خانصاحب نے کہاں سے لے لیے؟
کنز الایمان کے غلط ترجمہ اور الفاظ کی بے عمل زیادتی کا آپ کہاں تک سروے کریں گے یہ ایک طویل منزل ہے، خانصاحب ہر موقع اختلاف پر ایک نئی چھوڑتے ہیں، عام آدمی پوچھتے ہیں کہ اس اختلاف پر بیمانی سے خانصاحب کو ملتا کیا تھا؟ جواب عرض ہے کہ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ جس طرح بھی دن پڑے لوگوں کو سلف صالحین سے بدگمان کیا جائے خصوصاً تہنی مذہب سے —
حاجی پر قربانی نہ کر سکنے کی صورت میں جو دس روزے لازم آتے ہیں ان کے بارے میں آپ دیکھائے ہیں کہ کنز الایمان میں کس طرح تہنی مذہب کی مخالفت کی گئی ہے، یہاں اور مثالیں بھی سن لیجئے۔
قرآن کریم میں ہے، — لَا يُوَاحِذُكُمْ اللَّهُ بِاللُّغُوفِ اِيْمَانُكُمْ وَلٰكِنْ يُوَاحِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ۔ (پٹ البقرہ رکوع ۲۵)

(ترجمہ) ”اللہ تعالیٰ تم پر دار و گیر نہ فرمائیں گے تمہاری قسموں میں بیہودہ قسم پر لیکن دار و گیر فرمائیں گے

اس (جھوٹی قسم) پر جس میں تمہارے دلوں نے (جھوٹ بولنے کا) ارادہ کیا ہو“

ظاہر ہے کہ یہاں وہ قسم مراد ہے جو بے ساختہ ہو اس میں بات بنائی نہ گئی ہو اور ناساختہ ہو جس میں کوئی غرض لپٹی نہ ہو، قسم کھانے والا اسے مطابق واقعہ سمجھے اور بعد میں پتہ چلے کہ امر واقع اس کے مطابق نہ تھا، اس نے بلا تحقیق ایسی قسم کیوں کھائی؟ ویسے ہی زبان سے نکل گئی، تاہم یہ صحیح ہے کہ اس نے قسم کسی بات پر کھائی تھی بغیر کسی بات کے قسم کے الفاظ بے ارادہ اس کی زبان سے نہ نکلے تھے، یہ دوسری صورت ہے کہ بے ارادہ تو نہی الفاظ قسم زبان سے نکل جائیں، امام شافعیؒ کے نزدیک لغو کی تفسیر ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک لغو یہ ہے کہ کسی بات کو صحیح خیال کر کے قسم کھائی اور بات غلط نکلی۔

ان با حنیفۃ قال فی تفسیر اللغو فی الیمین ان یخلف علی شیء یرئ انہ

صادق فیہ ثتوبین لہ خلاف ذلک وهو قول الزہری والحسن وابلہیم

التخعی وقتادۃ و مکعول و قالوا لا کفارة فیہ ولا اثم

اب دیکھئے خانصاحب کترا الایمان میں کس طرح خفی مذہب کے خلاف چلتے ہیں اور ترجمہ قرآن میں

یہ تاثر دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب درست نہ تھا؛

(ترجمہ) ”اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں پر جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے“ (خانصاحب)

قسموں پر یہ جمع کے الفاظ ہیں پھر آگے چاہیے تھا نکل جائیں یہ خانصاحب کا ادبی کمال ہے

کہ جمع و واحد میں فرق نہیں کرتے اسے ہم نظر انداز کرتے ہیں، خاں حضرات اس طرح کہہ سکتے ہیں

لیکن مسئلے میں خانصاحب کو خفی مذہب کی مخالفت نہ کرنی چاہیئے تھی۔

✽ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنے کی اجازت نہیں اگر کسی سے جان بوجھ کر یہ غلطی ہو جائے تو

اس پر جزا لازم آئے گی جو برابر ہو اس جانور کے جسے اس نے ذبح یا قتل کیا ہے، برابری کا جانور یا

برابری کی قیمت، دونوں اس جزا میں دی جاسکتی ہیں، قرآن کریم میں ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مُتَعَدًّا فَنَجِزْهُ
مِثْلَ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ - (پک المائدہ ۷۳)

(ترجمہ) ”اے ایمان والو! نہ مارو شکار جس وقت تم ہوا حرام میں۔ اور جو کوئی تم میں اس کو مار
جان کر تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے (مویشی) کے برابر میں سے“

امام شافعیؒ منے انعم کو جزا کی صفت سمجھتے ہیں ای جزا کاٹن من النعم، اور
امام ابوحنیفہؒ اسے قاتل کی ضمیر سے حال مانتے ہیں، سو سختی مذہب کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا
”یعنی بدلا ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے“۔ شیخ الہندؒ
حکیم الامت حضرت تھانویؒ ترجمہ کرتے ہیں:-

”اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے
جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں“

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جزا قیمت کے لحاظ سے بھی مقرر کی جاسکتی ہے اور قیمت وثقہ اور
قابل اعتماد شخص رکائیں گے لیکن امام شافعیؒ کے ہاں اس جانور کے قتل کی پاداش میں اس برابری کا
جانور ہی دیا جاسکے گا۔ اب خاں صاحب کا ترجمہ دیکھئے کس واضح انداز میں حنفی مذہب
کی کاٹ کی ہے۔

”اے ایمان والو! نہ مارو جب تم حرام میں ہو اور تم میں سے جو اسے قصداً قتل
کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی میں سے دے“۔ احمد رضا خاں
دیکھا مولانا احمد رضا خاں کے نزایمان میں کس طرح امام اعظم کی عافت کی ہے

بریلویوں کا عذر لنگ

بریلوی کہتے ہیں کہ پچھلے ترجموں میں وہ ادب نہیں تھا اس لیے مولانا احمد رضا خاں نے نیا ترجمہ

یہاں اور شمال میں کہتے ہیں کہ یہ آیت جو دوسرے مترجم حضورؐ کے حق میں بتلاتے ہیں مولانا احمد رضا خاں نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اسے عام قرار دیا ہے :-

ولئن اتبعت اهلواہم من بعد ما جادك من العلم انك اذا لمن الظالمين ۱۵
مولانا رضا المصطفیٰ اعظمی اپنے مضمون ”اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ“ میں اس آیت پر لکھتے ہیں :-

”مخاطب ہر سامع ہے نہ کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم“ اور دلیل میں کہا ہے کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ :-

”اس قدر زبردستی کے کلمات سے اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کرے“

یہاں تو مولانا احمد رضا خاں اس خطاب کو عام قرار دے کر نکل گئے لیکن آگے چل کر ان کو یہ احساس بالکل نہ رہا کہ نبی معصوم بن کی نسبت سے قرآنی صفحات بھرے ہیں جن کو طرہ الیسین، مدثر جیسے القاب و آداب دیئے گئے ان کے لیے یہ سخت کلمات کیسے آگئے وہاں خانصاحب! یہ خیال نہ آیا کہ اس خطاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا عام کر دیں انوجس توجیہ کی توفیق دوسرے مترجمین کو ولئن اتبعت کے ذیل میں نہ ہوئی اس سے مولانا احمد رضا خاں سورۃ نخی اسرار کے ترجمہ میں کیوں بے نصیب رہے۔

ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئا قليلا ۱۶ اذا لا فتنك ضعف
الحيلوة وضعف المسات ثولا تبعدك علينا نصيلا ۱۷
ترجمہ از مولانا احمد رضا خاں :-

”اور اگر تم مجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف گنجھٹوٹا مٹا بھٹکتے اور ایسا موتا تو تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے“

اس میں کس دیر میں نے خانصاحب نے مانا ہے کہ حضور اُن کی طرف تھوڑا سا جھکنے والے تھے
 و اللہ نے آپ کو سنبھال لیا اور پھر آگے کھینچ کر سخت الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کو اس جھکنے کی
 پکڑ بتائی کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم اس پر آپ کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے اور کوئی آپ کو بچانے
 والا نہ ہوتا۔

یہ یونی جب اس آیت پر خاں صاحب کا ترجمہ دیکھتے ہیں تو سر پھٹ کر رہ جاتے ہیں سو وہ تو
 کی مذکورہ آیت پر خطاب کو عام کرنے کی تاویل ان کو بکسر بھول جاتی ہے اور وہ پریشان ہیں کہ خانصاحب
 بیان تو بالکل ہی گئے گزرے رہے کچھ بھی کر دٹ نہ لے سکے۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی بھی
 یہاں کچھ نہ لکھ سکے سوائے اس کے کہ ”دو چند موت کا مزہ“ کی بجائے یہ کر دیا ”دو چند
 موت کے عذاب کا مزہ“

مقام نبوت کی نفی

مولانا احمد رضا خان نے قرآن کریم کے ترجمہ میں نبی کے معنی ”غیب کی خبریں دینے والے“ کے
 لئے ہیں۔ غیب کی خبریں دینے والے کئی طرح سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو بھی غیب پر اطلاع دیتے
 ہیں۔ اور اولیاء اللہ کو بھی غیب کی خبریں دی جاتی ہیں۔ کاہن اور عراف سفلی علوم کے واسطے بعض
 نبی امور کو جان لیتے ہیں اور اپنے دوستوں کو ان کی خبر دے دیتے ہیں۔ علم نجوم اور علم جفر کے ماہرین
 اس فن کے ذریعہ بعض امور کو قبل از وقوع معلوم کر لیتے ہیں۔ سو مقام نبوت صرف ”غیب کی خبریں“
 دیتے سے نہیں کھلتا، اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے نبوت کا اقرار کیا جائے اور پھر نبی کی خبروں کو
 تسلیم کیا جائے۔ مولانا احمد رضا خان نے لفظ نبی کا عام ترجمہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت
 کے لئے کھلے بندوں انحراف کیا ہے۔ آگے بریکٹ نہ ہوتا تو شاید کفر لازم آجاتا۔ پہلے مترجمین نے کیا
 بھلا کیا نبی کا ترجمہ نبی ہی کرتے رہے۔ اور جی یہ ہے کہ کوئی اور لفظ اس لفظ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

حضور کو دوسروں سے ملانے کی ایک اور جسارت

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ کے لئے لفظ ”صلوٰۃ“ وارد ہے۔ ”صلی اللہ علیہ وسلم“ کے الفاظ حضور کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں دوسرے مسلمانوں پر بالاستقلال صلوٰۃ درود نہیں پڑھا جاتا۔ خواص مومنین کے لئے قرآن کریم میں لفظ ”صلوٰۃ“ آیا تو مترجمین نے اس کے معنی ”رحمت“ کے لئے تاکہ نبوت کا امتیاز قائم رہے اب قرآن کریم کے ان مقامات کو مع ترجمہ دیکھئے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ط ۲۲ الاحزاب : آیت ۵۶

ترجمہ : بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُہٗ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۝

۲۲ الاحزاب : آیت ۴۳

ترجمہ : وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے کہ نکالے تم کو اندھیروں سے اجالے میں۔ (حضرت شیخ الحداد)

ترجمہ : وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیرے سے اجالے کی طرف نکالے (مولانا احمد رضا خان)

آپ دیکھتے مولانا احمد رضا خان نے عام مومنین پر بالاستقلال درود جواز کر کے کس طرح مقامِ نبی کے اختصاص کو ختم کیا ہے۔ حضرت شیخ الحداد نے یہاں صلوٰۃ کے معنی درود کے نہیں کئے مطلق رحمت

کے لئے ہیں تاکہ شانِ نبوت کا امتیاز قائم رہے۔ اللہ صل علی آل ابی اوفیٰ میں بھی صلوٰۃ کے معنی

رحمت ہی کرنے چاہئیں۔ درود صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص رہے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اندھیرے کئی ہیں اور اجالا ایک۔ مذہب باطل کئی ہیں اور اسلام ایک

جھوٹ کئی ہیں اور سچ ایک، ٹیڑھے خط کئی ہیں اور خطِ مستقیم ایک، گمراہ فرقے کئی اور نجات پانے والا فرقہ

قرآن کریم نے اندھیروں سے نکلانے کی خبر دی تھی مولانا احمد رضا خان نے اسے اندھیرا بنا دیا، کیا یہ اندھیرا

بہتہ ترجمہ ہے جس پر بریلوی پھولے نہیں سہل ظلمات جمع ہے واحد نہیں اور سنئے

وَمَا بَكُم مِّن تَعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ أَنفَأْ مَسْكُمُ الْعُنُوفُ فَإِنَّ كَبَشُورًا ۖ إِنَّ الْأَخْلَافَ ۚ آیت ۵۲۔

”اور جو کچھ ہے تمہارے پاس نعمت، سراسر اللہ کی طرف سے۔ پھر جب پہنچے تمہیں کوئی تکلیف تو تم اس کی طرف چلائے ہو۔“
 جَعَزَ يَجْعُو کا معنی گڑا گڑانے فریاد کرنے اور چلانے کے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان نے تبحر و دن
 کو اجارہ بکیر سے سمجھ لیا جس کے معنی پناہ دینے کے ہیں اور تبحر و دن کا ترجمہ کیا ”تم اس کی طرف
 پناہ لے جلتے ہو۔“ دیکھئے کتنی کھلی غلطی ہے۔

ہم نے یہاں تک کنز الایمان کی غلطیاں نکالیں ان سطروں میں اس کی مزید گنجائش نہیں، ہم یہاں
 اس کی وجہ بتلے دیتے ہیں کہ خاں صاحب سے آئی غلطیاں کیوں ہوئیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ خاں صاحب نے ترجمہ کرتے وقت کچھ بھی کلام الہی کا احترام نہیں فرمایا نہ
 ترجمہ کرتے وقت پہلے بزرگوں کی تحقیق لغات اور تفسیرات پر کچھ نظر کی وہ فی البدیہہ ترجمہ بولتے
 جاتے اور مولوی اجماعی لکھتے جاتے، اس ترجمے پر بہت قلیل وقت صرف کیا گیا اور جس درجے
 کا یہ کام تھا اس کے مطابق اسے کوئی اہمیت نہ دی گئی، مولانا احمد رضا خاں کا سوانح لگا کر لکھتا ہے۔
 ”یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ پہلے کتب تفسیر و لغت کو ملاحظہ فرماتے بعد اُت کے
 معنی کھوپتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ قرآن مجید کافی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبان کی طور پر لکھتے جاتے
 جیسے کوئی بختیارِ ادا شست کا حافظ اپنی قوتِ حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانی سے

پڑھتا جاتا ہے۔“ (سوانح اعظمیت ص ۲۴۴)۔

خاں صاحب کی جب توجہ ہی اسی پر تھی کہ روانی کہیں نہ ٹوٹے اور انہیں پتہ ہی نہ تھا کہ ترجمہ کتنا تازہ
 کا ہوتا ہے اور اس کے لیے کتنا وقت درکار ہے اور کبھی انہوں نے ترجمے کا کام بھی کیا کہیں نہ کیا تھا تو ظاہر
 ہے کہ نتیجہ یہی کچھ ہونا چاہیے تھا جو ہو کر رہا اور کنز الایمان کی وجہ سے بات کہاں تک بگڑی —
 بریلوی علامہ یہ نہ کہیں کچھ بھی ہو اعظمیت کی روانی تو بہر صورت قائم ہے ہم افسوس سے عرض کرتے ہیں کہ ادبی
 حیثیت سے بھی ہمیں کنز الایمان میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی خاں صاحب محض زور سے اپنی بات چلاتے ہیں جس میں انہیں
 لفظ کا خیال رہتا ہے نہ عقیدے کا۔ بھاری بھر کم الفاظ بھی دیکھئے اور بے ادبی کا پیرا یہ بھی۔

اللہ تعالیٰ نے قوم سب کے تذکرے میں فرمایا۔ فارسلنا علیہم سیل العرم (پلے انساب)
ترجمہ: پھر بھیڑ دیا ہم نے ان پر ایک نالا زور کا۔
نالہ زور سے چلے اسے ریلہ تو کہہ سکتے ہیں ہلہ نہیں۔ ہلہ انسانی حملے کو کہتے ہیں۔ ابا نصیب
کا ہلہ ملاحظہ کیجئے۔ ”ہم نے ان پر زور کا ہلہ بھیجا“ دکن الامان ص۔

مولانا احمد رضا خان کی دیہاتی زبان

- ۱۔ واستغفر اللہ واللہ غنی حمید۔ اور اللہ نے بے پرواہی کی اور اللہ ہے غنی و حمید
کنز الایمان میں ہے: اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا (کس قدر عجب ترجمہ ہے)
- ۲۔ جننا بکم لفیفا۔ (ہم تم کو لے آئیں گے لپیٹ کر)
مگر کنز الایمان میں ہے: ہم تم سب کو گھال میل لے آئیں گے (کتنی جہدی زبان ہے)
- ۳۔ وکذلک نجذی المفترین۔ (اور یہی سزائیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو)
اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ بھی دیکھئے۔
- اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بہتان ہا یوں کو۔
م: وَاسْتَعْلَ الرَّأْسُ شَيْبًا : اور شعلہ نکلا سر سے بڑھاپے کا۔
- اب خان صاحب کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ ”اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا چھوٹا“
کیا لطیف اور اور سلیس ترجمہ ہے۔ لفظوں کا سلا بوجھ سر پر ڈال دیا۔
- ۵: مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمَلَأَةِ الْآخِرَةِ إِنَّ هَذَا إِلاَّ اخْتِلَاقٌ : پچھلے دنوں کی بات
ترجمہ: یہ نہیں سنا ہم نے اس پچھلے دین میں اور کچھ نہیں یہ مگر بنائی ہوئی بات۔
اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے۔

”یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہیں سنی یہ تو نوری نئی گھڑت ہے۔“
گھڑت کا وزن ہی کچھ کم نہ تھا نصرانیت سب سے پچھلا دین ہے، یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟

خالف صاحب کے سخت اور ثقیل الفاظ سے آپ یہ نہ خیال کریں کہ ان کے پاس نرم اور لطیف الفاظ نہیں ہیں۔ حاشا وکلا ایسا نہیں آپ کبھی نرم الفاظ بھی لے آتے ہیں لیکن کہاں؟ جہنم کے بیان میں۔
قرآن کریم میں ہے۔

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمْتُ لَهُ هَٰؤُلَاءِ ۖ (نپ سر القارعة)

ترجمہ: اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں تو اس کا ٹھکانا گر ٹھہرے۔

اب دیکھیے مخالف صاحب کتنے پیارے اور پُر لطف الفاظ میں ”ہاویہ“ ووزخ کا ذکر کرتے ہیں

”اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے“ (کنز الایمان)

ہاویہ جہنم کا ایک طبقہ ہے مولانا احمد رضا خان اسے گود سمجھے بیٹھے ہیں۔ کیا پیار کے لائق یہی جگہ تھی؟

حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا۔

وَدُخِّنَا عَنْكَ ذَرْأًا الَّذِي الْفَضْ ظَهَرَكَ۔ (نپ الم نشرح)

ترجمہ: اور تار دیا ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ جس نے تیری کمر کو جھکا دیا تھا۔

حضرت شیخ الہند نے الفض کے معنی جھکا دینا ہی کیے ہیں اور یہی مقتضائے ادب

ہے حضرت مولانا احمد سعیدؒ لکھتے ہیں جس بوجھ نے آپ کو گراں بار کیا۔۔۔ اب مولانا

احمد رضا خاں کا ترجمہ بھی دیکھئے اور اُن کی بے ادبی ملاحظہ کیجئے۔

اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔ کنز الایمان ص ۹۵

ہم دعوئے سے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صدمات کو برداشت کرتے

گئے آپ نے جو حملہ نہ ہارا اور نہ آپ کی پشت ٹوٹی۔۔۔ بوجھ سے پیٹھ کا جھک جانا اور

باستبے اور بالکل ہی ٹوٹ جانا یہ امر دیگر ہے۔ افسوس مخالف صاحب نے بہت بے ادبی

کا ترجمہ کیا ہے۔ حضور کے لیے پیٹھ توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے انہیں ایمانی یا مانع نہ آئی۔

گستاخی اور بے ادبی کی ایک اور حرکت

عربی میں قلی، قلا کے معنی میں ناراض ہونا، ناخوش ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو فرمایا تھا۔
وما ددك دبك وما قلی۔

اور نہ تیرے رب نے تجھے رخصت کیا اور نہ ناخوش کیا۔ شیخ الہندؒ
اب مولانا احمد رضا خاں کا مکروہ ترجمہ دیکھئے۔

تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا، در نہ مکروہ جانا۔ کنز الایمان ص ۹۵۲
حضور کے لئے یہ مکروہ کا لفظ دو گونا گونا صاحب نے نفی کے ساتھ لکھا ہے، کہاں سے آگیا؟
حضور سے کہنا کہ آپ مکروہ نہیں ہیں کیا یہ کم گستاخی ہے؟ صحیح ترجمہ اُدپر والا ہے کہ اللہ تعالیٰ
آپ سے ناخوش نہیں ہوا۔ مولانا احمد رضا خاں نے حضور کے بارے میں کسی عامیانه
بات کی ہے۔ جس طرح کسی کو یہ کہنا تم بے وقوف نہیں ہو۔ اس کی عزت افزائی نہیں
اسی طرح کسی کو یہ کہنا کہ تم مکروہ نہیں ہو اس میں کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہے۔ قرآن کریم
کے الفاظ ما ددك دبك وما قلی حضور کی حوصلہ افزائی کے لئے ہیں۔ سوان کا یہ ترجمہ اور
نہ تمہیں مکروہ جانا کسی طرح درست نہیں بلکہ اس کے غاصب کو یہ گستاخانہ ترجمہ کرتے
کچھ خیال نہ آیا کیا لکھ رہا ہوں؟

ایک اور مثال لیجئے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مومنوں کے لئے ذکر فرمایا ہے۔ ذکر سے مراد نصیحت اور یادداشت ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ پے الحجرج

(ترجمہ) ہم نے اتاری ہے نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔ (شیخ الہندؒ)

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ پے النحل ع

اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے (شیخ الہندؒ)

اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری۔ (مولانا احمد رضا خاں)

مولانا احمد رضا خاں نے ذکر کا تجربہ یادداشت کی بجائے یادگار غلط کیلئے جو چیز آئینہ راج
در ہے قصہ ماغی ہو جائے اے یادگار کہتے ہیں غاصب نے قرآن کو یادگار بنا دیا ہے۔ (توبہ)

ایک اور سنئے

حضرت ذکریا علیہ السلام نے اپنی دعائیں اللہ کے حضور عرض کی تھی :-

رب انی وھن العظم منی واشتعل الدأس شنیبا۔ پ سورہ مریم

ترجمہ۔ اے میرے رب بڑھی ہو گئیں میری ہڈیاں اور شعلہ کھلا سر میں بڑھاپے کا (شیخ الہندؒ)

اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سے بڑھاپے کا بھجھو کاٹھونا (مولانا احمد رضا خاں)

العظم میں الف لام جنس کا ہے اسی لئے مترجمین اس کا ترجمہ جمع سے کرتے ہیں حضرت
ذکریا کے پیش نظر کوئی خاص ہڈی نہ تھی جو کمزور ہو گئی ہو۔ ہڈیاں بطور جنس کمزور ہو چکی تھیں حضرت ذکریا
ایسے بڑھاپے کو ان نقطوں میں ذکر کریں۔ کہ میری ہڈی کمزور ہو گئی ہے۔ کس قدر حیا سے دور ترجمہ
قرآن کریم میں متیقن کو مراد ملنے میں دو کواعب اترا یا (پ۔ النبا) کا بھی ذکر ہے۔

اس کا ترجمہ ہے "نوجوان عورتیں سب ایک عمر کی" مگر خان صاحب کا ترجمہ دیکھئے کس قدر کھلا
ہوا اور حیا سے دور ہے "اور اٹھتے جو بن والیاں ایک عمر کی اور چھلکا جام۔ (دکنز الامیان)

عورت اپنے آپ کو بطور زنا پیش کرے

کے معلوم نہیں کہ ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے۔ عورت ایجاب کرے تو اس کا مطلب

یہ ہے کہ وہ اس سے نکاح کرنے پر راضی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عورت نکاح کرے تو اس

میں مہر کی شرط نہ تھی۔ جو مومن عورت آپ کے نکاح میں آنا چاہے اس کو ہتھی۔ سو قیاس آپ کے نکاح میں آتی

تھیں بطور زنا پیش نہ ہوتی تھیں۔ قرآن کریم

وَأَمْرًا مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَكِحَهَا
خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ۔ پ ۷۲ : الاحزاب : آیت ۵۰

ترجمہ : اور جو عورت ہو مسلمان اگر بخش دے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے کہ اس کو نکاح میں لائے
یہ خاص ہے تیرے لئے۔ (حضرت شیخ الندوہ)

یہاں بخشا سپردگی کے معنی میں ہے نکاح سے عورت خاوند کے سپرد ہو جاتی ہے۔ نذر کا لفظ محمد
کے طور پر کسی چیز کو پیش کرنا ہے اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے۔

” اور ایمان والی عورت اگر اپنی جان نبی کی نذر کرے۔ (کنز الایمان)

مولانا احمد رضا خان کے ہاں لفظ نذر کس معنی میں آتا ہے یہ آپ کے ملفوظات میں دیکھئے۔

” وہ آپ کو پسند آئی جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا عبد الوہاب وہ کنیز پسند؟
عرض کی ہاں۔ اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہتے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ
کنیز بہہ کی۔ اب آپ سکوت میں تھیں۔ کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور بہہ
فرماتے ہیں۔ معاوہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو لٹاؤ
ہوا انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔ ارشاد فرمایا اب دیر کا ہے کی فلاں حجرہ میں لے جاؤ
اور اپنی حاجت پوری کرو۔“ ملفوظات مولانا احمد رضا خان : ۳ : ص ۷۸

معلوم ہوتا ہے صاحب مزار اس ولی سے بھی زیادہ جلدی میں تھے کہ اسے کنیز دے کر اتنی مہلت
بھی نہ دینا چاہتے تھے کہ وہ اسے اپنے گھر لے جائے۔ خالقاہ شریف کے حجرہ میں بھی یہ کام حل جاتا تھا۔
اگر اس کے پیچھے ایصال ثواب کا داعیہ کار فرما نہیں تو صاحب مزار کی طرف سے یہ عجلت کا تقاضا کس لئے تھا؟
یہ تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ عمل اس مرد کا ہو اور اس کی لذت اس شیخ کا مل کر ہی ہو۔ اس وقت
مسئلہ ایصال ثواب زیر بحث نہیں صرف یہ بتلانا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے نذر کا لفظ کہاں
کہاں استعمال کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے لئے مومنہ عورت کے ایجاب کرنے کو۔
”عورت اپنے آپ کو نذر کرے۔“ کیوں کہتے تھے۔

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ پ ۲۰، قصص ۱۱۱، آیت ۱۰۔
ترجمہ: اور صبح کو موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا۔

یہ بے قراری اس درجہ میں تھی کہ آپ نے قرآن کا پیالہ الٹ دیا ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر گرہ دے رکھی تھی قرآن کریم میں ہے وَرَبَّنَا عَلَيَّ قَلْبًا مَّاسُوِيَةً صبح نہیں کہ آپ بے صبر ہو چکی تھیں۔ اب خالصہ صاحب کا ترجمہ دیکھئے۔
اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ (کنز الایمان)

خالصہ صاحب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بے صبری کہہ کر کیا ملا؟ (افسوس صد افسوس) مولانا احمد رضا خاں کو پہلے مترجموں سے اختلاف کرنے کا شوق تو بہت رہا۔ لفظوں پر لفظ بدلتے رہے کہیں لفظوں سے کھینٹے بھی رہے۔ لیکن اپنا حال یہ تھا کہ تا اور با میں فرق نہ کر سکے گو تلفظ کے پہلو سے ہوتا۔
مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۰ھ میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور اس کا تاریخی نام کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن رکھا، ترجمۃ القرآن کو اگر اضافت سے نہ لکھیں صرف ترجمہ کہیں تو آخری حرف بوجہ وقف ہا پڑھا جائے گا لیکن یہ حقیقت میں نہاد جو اضافت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے اسے اضافت میں بھی ہا کے ساتھ ہی پڑھا اور یہ ایک بڑی غلطی تھی کوئی عربی دان نہ کہے گا کہ ترجمہ کے آخر میں ہا ہے تا نہیں۔ دارالعلوم امجدیہ کراچی نے کنز الایمان کے سرورق پر لکھا ہے۔

موسوم باسم تاریخی

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۳۰ھ

ترجمہ کو تا سے پڑھا جائے اور ہی صحیح ہے تو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے اعداد کا مجموعہ ۱۷۲۵ بنتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سن نہ ابھی آیا ہے نہ مولانا نے اس میں یہ ترجمہ لکھا اور اگر ترجمہ کو با سے پڑھا جائے تو پھر مجموعہ اعداد بیشک ۱۳۳۰ بنتا ہے، تا کے عدد ۲۰۰ میں اور با کے ہونہ کے ۵ ہیں، ۱۷۲۵ سے ۲۰۰ نکالیں تو ۱۵۲۵ جائے گا اس میں ہا کے ۵ جمع کر لیں تو مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ کا تاریخی عدد ۱۳۳۰ نکل آئے گا،

مولانا احمد رضا خاں کے غلط ترجمہ قرآن اور خانصاحب کی علم بھندی زبان کو ایک طرف کیسے مولانا نے ترجمہ قرآن میں کچھ ایسی غلطیاں بھی کی ہیں جن سے قرآن کریم کی مترجہ تخریف معنوی ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت کا وعظہ قرآن کریم ہمیشہ ملک کے لیے ہر تخریف لفظی و معنوی سے محفوظ رہے گا سو فریفتہ کہ علامہ حق اس تخریف معنوی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے اور اللہ کی محبت ان پر تمام ہوتی جو انگریزی حکومت کے سانیہ میں حضرت شاہ عبدالغفر نے محدث بلوچی کے خاندان سے علم و صداقت کا اعتماد اٹھانے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے سو سال کے بعد پھر اٹھایا اور کہا اَنْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ پابقرہ ”دیکھ اپنے گدھے کی طرف“۔ یہ بھی ہر دستاویز کے گدھے کی ہڈیاں وہاں موجود ہوں اور نظر آسکیں۔ مگر خاں صاحب کا ترجمہ دیکھئے۔ اور اپنے گدھے کو دیکھئے۔ کی زبان تک سلامت نہ رہیں۔ خط کشیدہ الفاظ اٹھا کر جیسے اٹھائیں کہ نہ لایمان کی بر خار وادی میں آپ سیر کر آئے ہیں آپ کو اچھی طرح معلوم ہو چکا کہ کنز الایمان ترجمہ قرآن نہیں، دین میں بگاڑ پیدا کرنے اور سلف صالحین سے اعتماد اٹھانے کی خطرناک سازش ہے، کاش کہ مسلم ممالک حفاظت دین کے جلیل مقصد کے تحت اس بین الاقوامی سازش پر غور کریں اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے بچائیں۔

خیال گذار ممکن ہے علمائے بدعت اس کے تفسیری حاشیوں کا سہارا لیں اور کہیں کہ جہاں جہاں ترجمے کا بگاڑ ہے حاشیہ نویسوں نے اس کا صحیح مقصد کی طرف اِمالہ کر دیا ہے، سو مناسب سمجھا کہ ہمارے قارئین کنز الایمان کے تفسیری حاشیوں کی بھی ایک جھلک دیکھتے جائیں، یہ تفسیری حاشیے لکھنے والے حضرات ہی ان کی کچھ اصلاح فرمادیتے تو ہمیں کسی بات پر انگلی رکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن حاشیہ نویسوں نے تو خانصاحب سے بھی زیادہ علمی اور فکری گل کھلائے کہ ہر دیکھنے والا مبصر بے اختیار کہہ اٹھا

ایسے خانہ ہمہ آفتاب است

ان حاشیہ نگاروں نے نہ شرک کی حمایت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیا نہ کھلے پینے کے مواقع بنائے ہیں

کوئی کمی کی جہاں کچھ گنجائش دیکھی شرک و بدعت کی چٹائی بچھا دی۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

کنز الایمان کے تفسیری حاشیوں کی ایک جھلک

کہتے ہیں برسات کے اندھے کو ہر جگہ ہر ای ہر ادکھائی دیتا ہے، قرآن کریم میں موضوع بیان کوئی ہو مولانا احمد رضا خاں کے پیرو جگہ جگہ نتیجہ دوسویں کے تھال لیے خیرات کی تلاش میں سرگرداں ملیں گے، پھر ان کے مخصوص عقائد ماسوی اند کو دور سے پکارنا، فریادری کے لیے مخلوق کے روانے پر دستک دینا، حاجت روائی کے لیے قبروں کا رنج کرنا، جگہ جگہ پھیلتے نظر آئیں گے۔ کہیں جانوروں کو پکارنے پر استدلال طے کا تاکر ولیوں کو دور سے پکارنے کی راہ صاف رہے، ولیوں کو جانوروں پر قیاس کرتے ہوئے انہیں کوئی خوف خدا نہ ہوگا، اسی روپ میں یہ کہیں قبروں کے گرد بیٹھے نظر آئیں گے، کہیں مصیبت میں نیوں اور فونیوں کی دہائی دے رہے ہوں گے او کہیں میلاد کی محفلیں سنوائے اور دیکھیں اتارنے کے لیے چندہ کرنے کی اپیل ہوگی، خیرات کے جلوں میں جلوں کا باب تیمیوں اور سیکینوں کی بجائے علماء اور مشائخ کا انتخاب شرکائے مجلس کا حق مادر زاد ہوگا، علمائے بدعت کا تعارف عوام میں بس یہی ہے، میر تقی میر نے شکر خور پر کیا خوب کہا تھا۔

جب مرے گا وہ بھوک کا روگ سے نظر تو شاہ کے روٹے بیسے ہو گے

کنز الایمان ان تیمیوں کی جان ہے اس کے حاشیہ نویسوں نے مولانا احمد رضا خاں کے انداز فکر کو اپنی رگ رگ میں جذب کیا ہے، مولانا نے اپنی وفات سے دو گھنٹہ سترہ منٹ پہلے چٹ پٹ

اور لذت کھانوں کی ایک لمبی فہرست تیار کی تھی کہ اعزہ یہ کھانے کبھی کبھی انہیں بھیج دیا کریں، بریلوی علما پر اس فہرست کا کچھ ایسا رنگ چڑھا کہ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کے حاشیوں پر حلوے مانڈے کے مسائل کچھ ایسی خوش اسلوبی سے چڑھاٹے کہ انہیں عام پڑھنے والا ان سے ہی سبق لے گا کہ قرآن کی اصلی تعلیمات یہی ہیں، آہ! کیا یہ وہی کتاب ہے جس نے اقوام عالم کو زندگی کا سبق دیا تھا، جس نے انسانی غلامی میں بکڑے ہوئے انسانوں کو زندگی کا حق دلایا اور دنیا میں ایک عظیم فکری انقلاب کر دکھایا، اس کتاب کی دعوت کیا نتیجے اور دسیوں کے ختموں کے لیے ہی تھی یا برسات کے اندھے کوئی ہر جگہ ہر ای ہر اکھاٹی دے رہا ہے، جیسے بانی مذہب کا آخری لمحہ زندگی چٹ پٹے کھانوں کی فہرست تیار کرنے میں صرف ہوا، ان کی پوری قبلے حیات شور بے میں شرابور رہی، بطور نمونہ چند مقامات پیش خدمت ہیں انہیں ملاحظہ کیجئے اور ترجمہ کنز الایمان کی داد دیجئے، بریلوی اسی لیے اسے ایمان کا خزانہ سمجھتے ہیں :-

(۱) سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی مجھے دکھاؤ کیونکر مرنے جلائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے لے کر انہیں اپنے ساتھ سدھالو۔ پھر انہیں ذبح کر کے ان کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دو۔ پھر انہیں آواز دو، وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے، سو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا۔

اس واقعہ میں خدا کی قدرت اور حکمت کا بیان ہے۔ ان جانوروں کو دوبارہ بلانا خدا کی حکمت کے تحت تھا کہ اللہ تعالیٰ جب ان پرندوں کو زندہ کر دیں گے تو وہ اپنے مالک کو پہچانتے ہوئیں اس کی آواز پر دوڑتے ہوئے آئیں گے، اس میں بے جان جانوروں کو پکارنے یا مرنے والوں کو آواز دینے کی کوئی ترغیب نہ تھی نہ اس میں نبیوں اور ولیوں کو اپنی مدد کے لیے پکارنے کی کوئی بات تھی مگر برسات کے اندھے کو یہاں بھی ہر میدان ہی نظر آیا، مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ خاص مفتی احمدی گجراتی

کا کنز الایمان پر تفسیری حاشیہ ملاحظہ ہو۔

”معلوم ہوا کہ کبھی بے جان جانوروں کو بھی پکارنا جائز ہے فیض دینے کے لیے تو گذشتہ نبیوں و لیوں کو پکارنا بھی جائز ہے فیض لینے کے لیے“

دیکھئے بے ادب نے کس طرح نبیوں اور ولیوں کو جانوروں پر قیاس کرنے کی ترغیب دی ہے مولوی عبد الباقی راسپوری نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان پر قیاس کرنے کی راہ کھولی تھی تاکہ آپ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ کر سکیں، لیکن مفتی احمد یار صاحب گجراتی تو جانوروں پر جو بالکل مکلف مخلوق نہ تھے نبیوں اور ولیوں کو قیاس کرنے لگے، افسوس ایسا غلط قیاس کرنے میں ان دونوں کو کوئی ایمانی حجاب مانع نہ آیا۔

جانوروں کو پکارنے کا مسئلہ استنباط کرنے والے مفتی صاحب! ایسا استدلال کرتے وقت کیا آپ کو کچھ بھی خدا کا خوف یا تعظیم قرآن کا احساس تھا، آپ بے شک جانوروں کو پکاریں، گدھے کو پکاریں حاجت روائی چائیں، ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن حضور کی امت کو کیوں گمراہ کر رہے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی سے جن پرندوں کو آواز دی تھی ان پرندوں کو دوبارہ زندگی دینے والا کون تھا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کس کی قدرت کاملہ کا جلوہ دیکھنے کے مشتاق تھے؟ کیف تھی الموتیٰ میں مردوں کو زندگی دینا کس ذات جلا و علا کی طرف نسبت کیا گیا تھا؟ یہ ایہام پیدا کرنا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ان پرندوں کو فیض حیات بخشا تھا اور فیض دینے کے لیے انہیں بلایا تھا آپ کی کس قدر ضروری ہے، پھر جانوروں کے بلانے کو آپ نے پکارنے کا نام دے کر اپنے غلام کے لیے جو مشکل کشائی اور حاجت روائی کی راہ نکالی ہے، یہ راہ نکالتے وقت کیا آپ کا ضمیر آپ کا ساتھ دے رہا تھا۔ افسوس صد افسوس ان علماء پر خود دیدہ و آنستہ حضور کی امت کو مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر لا رہے ہیں۔ فیض حیات ان پرندوں پر خدا کی طرف سے تھا وہی ان کو دوبارہ زندہ

کرنے والا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کوئی ایسا فیض نہ دے رہے تھے وہ تو محض خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھنا چاہتے تھے۔

(۲) مثل ما ینفقون فی سبیل اللہ۔ (پت البقرہ) مثال ان لوگوں کی جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔۔۔ اس آیت کا تفسیری حاشیہ دیکھئے :-

”اس میں ایصالِ ثواب کے لیے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ بھی داخل ہے لہذا نتیجہ، چالیسواں سب ہی شامل ہیں“

مفتی صاحب کو اس مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اتفاق فی سبیل اللہ کا کوئی طریقہ یاد نہ آیا سیدھے ایصالِ ثواب کی طرف پلکے، اس کے لیے بھی مولوی صاحب کو عہدِ صحابہؓ کا ایصالِ ثواب کا کوئی عمل یاد نہ آیا۔۔۔ آیت میں اتفاق فی سبیل اللہ یا ایصالِ ثواب کے لیے خالص دلوں کے التزام کی کوئی تجویز نہ تھی مگر مولوی صاحب کو داد دینے کیسے تیجہ، چالیسواں اس میں لاکھڑا کیا، گو یا قرآن اس طرح دن معین کر کے خرچ کرنے کی تعلیم دے رہا ہے، جاہل عوام اس حاشیے سے یہی سمجھیں گے کہ قرآن کریم میں تیجہ چالیسویں کی تعلیم ہے۔

معلوم نہیں مولوی صاحب تیجہ سے چالیسواں تک سیدھے کیسے جا پہنچے اور رستے کے تین شیش ساواں، دسواں، اکیسواں کیسے غائب کر دیئے، کیا یہ دن محض ایصالِ احباب کے لیے ہی ہے ایصالِ ثواب کے لیے نہیں؟

مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا نعیم الدین نے یہاں دسویں بیسویں کو صراحت سے ذکر کیا ہے، یہ فیصلہ توبہ دونوں خطبے خود ہی کریں کہ کون کون سے دن ان کے ہاں شریعت نے ایصالِ ثواب کے لیے مقرر کیے ہیں اور کہاں مقرر کیے ہیں لیکن مولانا نعیم الدین نے یہاں جس طریقے کو حکمِ مخلوقی بتلایا ہے فحسب کہ وہ طریقہ ہمیں قرآن کریم میں کہیں نہیں مل سکا، مولانا نعیم الدین اس طریقے پر

زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”اموات کے ایصال ثواب کے لیے تیجہ، دسویں، بیسیویں، چالیسیویں کے طریقہ پر سائیکین کو کھانا کھلایا جائے“

افسوس صد افسوس وہ کتاب عظیم جو اقوام عالم کے لیے روشنی کا سینار تھی ان لوگوں نے تیجہ دسویں کا موضوع بنا کر رکھ دی۔ قرآن کیا تیجہ، چالیسیویں جاری کرنے کے لیے نازل ہوا تھا؟ یا اس کا مقصد نزول کچھ اور تھا۔ مولوی صاحب کا تائیدیں معین کرنے پر ایک اور استدلال ملاحظہ ہو:-

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلْمَاضِي وَالْحَاضِرِ - (۳۹، المعارج)

ترجمہ: ”اور وہ نیک لوگ جن کے مال میں ایک مقرر حق ہے سائیکین کے لیے اور عرومین کے لیے“

ماگنے والوں اور نہ ماگنے والوں کو جتنی جتنی ضرورت ہو اور جب انہیں ضرورت ہو اس کے مطابق اہل خیر کے مالوں میں ان کا حق ثابت ہوتا جائے گا اور زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کی شرع تو شرع میں مقرر ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ نے لفظ معلوم دیکھتے ہی ختم شریف کے لیے تاریخ مقرر کرنے کا استنباط فرمایا اور اسی تاریخ کے مطابق کچھ آئے تجویز کر دیئے، اٹھ تاریخ ہو تو اٹھ آنے اور میں تاریخ ہو تو میں آنے، اہل خیر کے مالوں میں سائیکین اور عرومین کا یہی حق قائم ہے۔ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں اور داد دیجئے کس چابکدستی سے گیارہویں ثابت فرماتے ہیں، مفتی صاحب کو ہر طرف برا ہی ہرا نظر آ رہا ہے، یہی باتیں ان حضرات نے کنز الایمان کے حاشیوں پر پھیلا رکھی ہیں، حق معلوم کا تفسیر ملاحظہ ہو:-

”معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے صدقہ نقل کی مقدار اور خرچ کا وقت مقرر کرنا چاہا ہے، جیسے ہر گیارہویں تاریخ کو گیارہ آنے“

مفتی صاحب! یہ خرچ کا وقت مقرر کرنا آپ کو کہاں سے معلوم ہو گیا اور کیا رہیں تاریخ کو گیا و
مقرر کرنے کی نص آپ کو کہاں سے ملی تھی یا آپ کو ویسے ہی ہر طرف ہر نظر آ رہا ہے، آپ ناسطرح
دن اور آنے مقرر فرمائے تو شیعہ کے ایام محرم اور تعزیتی بھی آپ کو برا تسلیم کرنے پڑیں گے۔
یہ چھوٹے میاں مفتی احمد یار صاحب تھے اب بڑے میاں مولانا نعیم الدین صاحب سے بھی سن لیجئے
”اس سے معلوم ہوا کہ صدقات مستحبہ کے لیے اپنی طرف سے وقت معین کرنا شرع میں جائز
اور قابلِ مدح ہے“

(۳) بریلویوں کے ہاں یہ سب دن ایام اللہ میں داخل ہیں، شیعہ بھی اسی دلیل سے دسویں محرم کو
گھوڑا نکالتے ہیں افسوس کہ بریلویوں نے حاشیہ کنز الایمان میں انہیں بھی اس کی سند فراہم کر دی،
لیجئے اور مولانا احمد رضا خاں کے اس دوسرے خلیفہ کو بھی داد دیجئے۔

ذکر ہم بایام اللہ - (پنچ، سورتہ الایم) — (انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ)
مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ترجمہ کنز الایمان کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:-
”ان ایام اللہ میں۔۔۔۔۔ ان کی یادیں قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔۔۔۔۔
جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائے۔۔۔۔۔ ان کی یاد گاریں قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ
میں داخل ہے“

لیجئے دس محرم کو گھوڑا نکالنا، کٹے پنچوں کے نشان بنانا اور رونے رلانے کی مجلسیں قائم کرنا سب
تذکیر بایام اللہ میں داخل ہو گئے۔ کنز الایمان کا یہی بنیادی کردار ہے جو لوگوں کو جہر الاشیعت کی
آغوش میں لے جا رہا ہے۔

قرآن کریم نے یکذب بالادین کی مذمت فرمائی، شیخ فاضل سبکیوں کو کھلانے کی ذمہ داری کا
قابل نہیں ان کے لیے کسی کو کچھ کہہ نہیں سکتا اپنے آپ میں مست ہے، پتہ سورۃ الاعون میں اس کا

ذکر ہے، اس پر بھی مفتی احمد یار صاحب کو گیارہویں شریف یاد آگئی مگر ساتھ محرم شریف کی خیراتوں کا بھی ذکر فرمایا لیکن انہیں یہ یاد نہ آیا کہ یہ اس شخص کا تذکرہ ہے جو قیامت کے دن اور جزا سزا کا ہی سرے سے منکر ہے، یتیموں، مسکینوں کا حق مارتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ ایک دن ان تمام کاموں کا حساب دینا ہوگا۔ مفتی صاحب نے چھلانگ لگائی اور اس آیت کو دہائیوں پر لگا دیا جو خیرات کرنے پر اعتراض نہیں کرتے، قیامت کے منکر نہیں، صرف یہ کہتے ہیں کہ شریعت نے خیرات کرنے کے طریقوں میں کسی خاص دن کسی خاص تعداد اور کھلنے کی مختلف قسموں میں سے کسی خاص چیز کا تعین نہیں کیا، تم بھی ان میں سے کسی کا التزام نہ کرو، تفسیر ابن کثیر میں ہے :-

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کو جو جزا سزا کا دن ہے جھٹلاتا ہے یتیم پر ظلم و ستم کرتا ہے اس کا حق مار کھاتا ہے، اس کے ساتھ سلوک و احسان نہیں کرتا، مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی اس کا بغیر پیرا مادہ نہیں کرتا“

اب مولانا احمد رضا خاں کے تفسیر خاص سے سنو اور ان لوگوں کے علم و دیانت پر سروصو،۔
 ”اس سے معلوم ہوا کہ جیلے پہلے بنا کر صدقہ و خیرات سے روکنا ابوجہلی طریقہ ہے اس سے دہائی عبرت پکڑیں جو میلاد شریف، گیارہویں شریف، محرم وغیرہ کی خیراتوں سے لوگوں کو روکتے ہیں، جوئے شراب سے نہیں روکتے“

یہ جیلے بھانے کا عنوان مفتی صاحب نے کہاں سے لیا، وہ دہائی انہوں نے کہاں دیکھے جو جوئے شراب کو روکتے کے خلاف ہیں، مفتی صاحب ہی جانتے ہوں گے۔ پھر اس سورت میں انہیں کس لفظ سے گیارہ تاریخ مقرر کرنے یا محرم کا مہینہ مقرر کرنے کی دلیل ملی، یہ بھی وہی جانتے ہوں گے، معلوم ہوتا ہے مفتی صاحب کو ویسے ہی ہر جگہ ہر ادکھائی دے رہا ہے، آیت کا مضمون کچھ ہو

یہ لوگ ویسے ہی ہر جگہ قتال بے خیرات جمع کرنے پہنچ جاتے ہیں اور انہیں سوچتے کہ یہ خیرات مسکینوں اور یتیموں کا حق تھا ان کا نہیں جو یتیموں کے مال پر دولت مند بنے بیٹھے ہیں۔ کچھ بھی ہو مفتی صاحب کی محنت قابلِ داد ہے کہ کیسے ہر جگہ گیارہویں شریف کی جگہ تلاش کر لیتے ہیں۔

(۵) قرآن کریم میں حکم تھا کہ والدین کے لیے دعا کرو۔ کسی خاص دن کی قید نہ تھی مگر مفتی صاحب کو داد دیجئے انہیں پھر ترجمہ، دسواں یاد آگیا:

”ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کا ترجمہ، چالیسواں، فاتحہ وغیرہ کرنی چاہئیے“

رب ارحمہا کما ربیانی صغیر۔ (پاک سورۃ بنی اسرائیل، ۸۷)

(ترجمہ) ”اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں سے پرورش کیا ہے“

یہ دعا اولاد ساری عمر والدین کے لیے کرے، وفات کے بعد کے ابتدائی دنوں کی قید یہاں نہیں مگر کنز الایمان کے حاشیہ نویس نے یہاں بھی نتیجے کی خوشبو سونگھ لی، قوتِ شامہ کس قدر تیز کہ کوئی جگہ خالی نہیں جانے دیتا۔

(۱) قل ارایتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتمو منہ حراماً و حلالاً۔

(ترجمہ) ”آپ کہیں بھلا بتلاؤ! وہ جو اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے ہی حرام و حلال بٹھہرا لیے“

اس آیت میں کہاں گیارہویں شریف کا ذکر ہے؟ کہاں تو شر کی خیر یعنی مذکور ہے جو جنازہ کے ساتھ قبروں پر لے جایا جاتا ہے؟ یہ اپنی طرف سے تم قرآن میں کیا کیا داخل کر رہے ہو؟ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کنز الایمان کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

”بعض لوگ حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر ٹھہرے ہیں جیسے غفل میلاد کو۔ فاتحہ کو۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا
رَّوْقًا وَاَخْبَرْنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۝ پ: اس المائدہ، آیت ۱۱۲ -

ترجمہ: اے اللہ رب ہمارے آثار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ ہمارے پہلوں اور
پچھلوں کے واسطے عید رہے اور نشانی ہو رہے تیری طرف سے

قوم مہرے پر اس سے پہلے سن سلویٰ اتر چکا تھا حضرت مسیح علیہ السلام کی اس دعا میں یہ بات
پٹی تھی کہ ان کے حواری اللہ کی قدرت کا کھلا نقشہ دکھیں اور یہ ان کی نبوت و صداقت کا نشان
”کنز الایمان“ کے حاشیہ نگار میاں بھی اپنی بات سے باز نہ رہ سکے بھٹ مسئلہ تبرک کو لے
آئے۔ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

”خیال رہے کہ اس آیت کریمہ میں دسترخوان سے کھانے غذا یا دوا نہ کھانا
مقصود نہ تھا بلکہ تبرک کا کھانا مقصود تھا“

بریلوی علماء و مشائخ اپنے پیروں کو اسی کی روشنی میں تلقین کرتے ہیں کہ اب دسترخوان سے
آسمان سے آنے سے تو رہا تم اچھے اچھے کھانے پکا کر خود ہمارے پاس ہی لے آیا کرو ہم انہیں تبرک بنا دیا
کریں گے جو پرجہ ہے وہ تمہارے لئے باعث برکت ہو گا۔ اور اگر نہ بچا تو تم صابریں میں جگہ پاؤ گے۔
مفتی احمد یار صاحب اس آیت کا مطلب لکھتے ہیں۔

”اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور کی ولادت کے دن کو عید میلاد منانا سنت پر غیر
سے ثابت ہے کیونکہ حضور پر نور کی ولادت مائدہ سے بڑی نعمت ہے۔ نیز اس
سے نعمتوں کی تاریخیں منانا، انہیں بڑا متبرک دن کہنا جائز بلکہ سنت نبی ہے تقریر

اور تلقین بھی سنت ہے۔ عیسائیوں کا بڑا دن اسی کی یاد گار ہے“ نور العرفان ص ۲۷
ولادت کا دن تو واقعی ہزار برکت کا دن تھا اور وہ تاریخ کا ایک ہی دن تھا ویسا دن ہر سال
آتا ہے۔ یہ مفتی صاحب کا ہی استنباط ہے ہم نہیں سمجھتے کہ اس دور کا کوئی دن کسی طرح اس دن
کی برابری کر سکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔ بہر حال مفتی صاحب نے اپنی
بات کہنی تھی چلا دی۔ ممکن ہے کوئی بریلوی پیسرو کہ دے کہ مفتی احمد یار کی بات چھوڑنے مفتی

نعم الدین مراد آبادی جنہوں نے ان سے پہلے کٹر ایمان کا حاشیہ لکھا وہ ایسی بے نیکی بات نہیں کہتے تھے۔
لو ان سے سن لیجئے لیکن ایک بات پہلے سمجھ لیجئے۔

قرآن کریم میں جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا بیان ہے اس سے مراد آپ کی بعثت اور پیغام نبوت کے لئے کھڑا ہونا ہے تاکہ کئی قوم یہ نہ کہہ سکے کہ مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ (رک المائدہ آیت ۱۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو آپ کے بیان وحی کے ساتھ مربوط کیا تاکہ آپ کی تشریف آوری سے مراد آپ کی بعثت لی جائے۔ فرمایا

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ مَا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ
سورہ توبہ کی آیت میں لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِمَّنْ أَنْفُسُكُمْ عَزَايَرُوا عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
میں اسی تشریف آوری کی خبر تھی مگر مفتی نعیم الدین صاحب بھی یہاں اپنی بات کہنے سے ذرہ سکے۔

”آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے ”میلاد مبارک“

کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد پاک

کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے“ خزائن العرفان : ص ۲۷۷۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خاندان کا ذکر فرمایا اور حسب و نسب کو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خاندان میں سے بنایا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اچھے خاندانوں میں آتے رہے ہیں۔ اس میں اپنی پیدائش کا کوئی بیان نہیں حتیٰ کہ پیدائش کے دن ملک کا کوئی ذکر نہیں۔ جامع ترمذی میں بس اتنی بات تھی کہ جسے مفتی نعیم الدین صاحب نے میلاد شریف بنادیا اس پر محفل میں قیام کرنے کا ثبوت بھی فراہم کیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے خاندان کا ذکر فرما رہے تھے اس وقت ایک صحابی بھی نہ کھڑا تھا چاہے کہ محفل میلاد میں سب صحابہ کرام قیام میں کھڑے ہوں اور میلاد کا قیام ہو رہا ہو۔

مولانا احمد رضا خان

عمل و کردار کی کسوٹی پر

مجرم کو نہ شرماء و احباب کفن ڈھک دو

منہ کھول کے کیا ہو گا پردے میں مہبلاتی ہے
احمد رضا خان

اشرفیہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے پی ایچ ڈی

ڈاکٹر اسلامک سٹیڈی مینجسٹر

عمل و کردار کے آئینے میں

مولانا احمد رضا خاں کی عملی زندگی کی ایک جھلک

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد !
 ماں باپ کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے والدین تقویٰ
 ریاضت میں کس حد تک ممتاز تھے اس کے لیے یہ انکشاف کافی ہے :

اعلیٰ حضرت دس شوال بروز ہفتہ ۱۸۵۶ء کو پیدا ہوئے ان کے والد
 مولوی نقی علی خاں بھی بڑے عالم اور بزرگ شخص تھے، نوجوانی کی عمر میں ۱۸۷۷ء
 گویا ۲۱ سال کی عمر میں دونوں باپ بیٹے بیک وقت شاہ آل رسول مارہروی
 سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت اور سند حدیث حاصل کی لہ
 والد صاحب کا اس بڑی عمر تک کسی بزرگ کی بیعت نہ کرنا اور پھر باپ بیٹے کا ایک ہی
 مجلس میں مارہروہ جاکر بیعت ہونا اور اسی وقت دونوں کا خلافت لے لینا اور پھر بغیر حدیث پڑھے
 سنائے سند حدیث بھی ساتھ ہی لے لینا باپ بیٹے دونوں کی کھلی کرامت نہیں تو اور کیا ہے ؟ حضرت
 پیران پیر کی بھی بیعت اور خلافت کا دن بھی ایک نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو عجیب تمام دیا تھا
 کہ ایک ہی دن دونوں کام ہو گئے۔ مولانا شاہ آل رسول کا آستانہ بیعت بھی بہت فیاض تھا کہ

ایک ہی دن میں اجازت مرحمت فرمائی، اور باپ بیٹے دونوں کا کام کر دیا۔
 آپ کی والدہ صاحبہ بھی محبتِ خداوندی اور جذبہِ حسنت میں بہت آگے نکلی ہوئی تھیں
 مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حج کا سفر کیا، مگر مکہ اور مدینہ طیبہ کے روحانی جذب کی لکیر جھلک
 والہ کی اس وصیت میں ملتی ہے جو آپ نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کی تھی :
 ”حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا، اب میری زندگی میں پھر دوبارہ
 حج کا ارادہ نہ کرنا“ لے

حج نہ ہوا گویا مصیبت تھی جو ذرہ سے اُتری، اس احساس کی داد دیجیے اور آئندہ حج نہ
 کرنے کی نیت پر بھی سر دھینے، یہ اہل کمال کی ایک ادنیٰ اچھلک ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی رہائش کس محلے میں تھی

مولانا احمد رضا خاں کی رہائش بریلی میں کس علاقے میں تھی اور وہاں اور کس قسم کے
 لوگ رہتے تھے اس کا پتہ مندرجہ ذیل روایت سے ملتا ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بابے
 میں فتاویٰ رضویہ کے شروع میں درج ہے :

”چار سال کی عمر میں ایک دن بڑا سا گرتا پھنے باہر تشریف لائے تو
 چند بازاری طوائفوں کو دیکھ کر کرتے کا دامن چہرہ مبارک پر ڈال دیا، یہ
 دیکھ کر ایک عورت بولی، واہ میاں صاحبزادے! آنکھیں ڈھک لیں اور
 ستر کھول دیا، آپ نے بغیر ان کی طرف نگاہ اٹھائے برجستہ جواب دیا ،
 ”جب آنکھ بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے“
 آپ کے اس عارفانہ جواب سے وہ سکتہ میں آگئی۔“ ۲۷

چھوٹی عمر کے بچے اپنے محلوں میں ہی اس آزادی سے گھومتے ہیں اس عمر کے بچے دوسرے محلے میں اکیلے نہیں جاتے، سو یہ بات واضح ہے کہ یہ بات مولانا نقی علی خاں کے اپنے محلے کی ہی ہے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بڑے شہروں میں بازاری عورتیں عام آبادیوں میں نہیں رہنے دی جاتیں، ان کے محلے علیحدہ ہوتے ہیں، شہری انتظامیہ اسے عام شہریوں کی اخلاقی عزت کے خلاف سمجھتی ہے کہ بازاری عورتیں شہر کی عام آبادیوں میں رہائش اختیار کریں۔ مذکورہ روایت میں چند طوائف کا اس جگہ آزادی سے گزرنا مذکور ہے، وہیں ایک بچہ بھی اس بے تکلف حالت میں انھیں ملتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی رہائش کس قسم کے ماحول میں تھی اور وہاں کس قسم کے لوگ رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ان طوائف کی عادات سے پوری طرح واقف تھے۔ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ طوائف کے ہاں جا کر میلاد پڑھنا اور اس کی اس حرام آمدنی سے خریدی شیرینی پر فاتحہ کتنا کیسا ہے؟ اس نے آپ نے تحریر فرمایا :

”اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لیے کسی شہادت کی حاجت نہیں، اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا تو اس کا قول قبول ہو گا بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی اگر ایسا نہ ہوا تو مذہب مفتی پر پردہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی“ لے

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہ کہنا کہ یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا

ہی کرتے ہیں اور اس پر کسی تحقیق کی ضرورت نہیں، تبھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا ان کے ہاں شیرینی کے لیے عام آنا جانا ہو اور آپ ان کی عادات کو پہچانتے ہوں، ظاہر ہے کہ آپ کی اپنی شہادت کے ہوتے ہوئے اور کسی شہادت کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے

مولانا احمد رضا خاں سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ ”زندگی کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں۔“ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا :

”اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں، رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں، باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا“ لہ

۱۳۳۹ھ میں ایک دفعہ جوہلی باغ بریلی میں مولانا محمد علی جوہر کی تقریر تھی، تحریک خلا کا زور تھا، مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ جلسے میں موجود مسلمانوں کو نماز کی ترغیب دینا کیسا رہے گا، اس پر مولانا نے لکھا :

”نماز کی ترغیب ہر وقت اور ہر حال میں ہونی چاہیے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو۔“ ۳

مولانا محمد علی جوہر کی مجلس کیا ناچ کی مجلس کے برابر تھی کہ مولانا احمد رضا خاں جھٹناچ پر آگئے، اس بے تکلفی اور طرز کلام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سب اس ماحول کے اثرات تھے جہاں مولانا احمد رضا خاں کی رہائش تھی۔

یہ اسی محلے کا اثر تھا کہ مولانا نقی علی خاں صاحب اس بڑی عمر تک کسی صاحب نسبت بزرگ سے بیعت نہ ہو سکے تھے، مولانا احمد رضا خاں فتویٰ تو تیرہ سال کی عمر میں دینے لگے لیکن

لہ ملفوظات حصہ ۳ ص ۲۱۰ لہ مطلب یہ تھا کہ لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے سے خلافتی تقریریں کچھ نہ بچیں غل ضرر ڈالا جاسکے گا۔ مولانا احمد رضا خاں تحریک خلافت کے خلاف تھے اس لیے یہ باہمی شورہ ہو رہا تھا کہ فتاویٰ ضریحہ

مارہرہ میں اکیس سال کی عمر میں بیعت کیے حاضر ہوئے اور وہ بھی والد کے کہنے پر، ماحول کے اثرات واقعی بہت گہرے ہوتے ہیں۔ اور یہاں تو بازاری عورتوں کا ہی ماحول تھا۔

مولانا رضا علی خاں کیسے رنگے گئے

ہولی کا دن تھا، ہندو ایک دوسرے پر رنگ پھینک رہے تھے۔ ایک ہندو فاضل کے منگین ہاتھ مولانا احمد رضا خاں کے دادا مولانا رضا علی خاں پر اڑھے اور حضرت بھی رنگے گئے حضرت کیوں اس کا شکار ہوئے؟ جوف اس لیے کہ اس محلے سے گذرتے تھے۔ اگر یہ انکا اپنا یا قریب کا محلہ نہ ہوتا تو مولانا کو اس سے گذرنے کی کیا ضرورت تھی، وہاں سے گذرنے کی صورت کچھ بھی ہو اس میں شبہ نہیں رہتا کہ حضرت ان کو چوں سے اچھی طرح آشنا تھے اور انہیں ان لوگوں کے طور و طریق کی پوری خبر ہوتی تھی۔ اس فاضل کو دیکھ کر حضرت کا جذبہ شفقت ابھرا اور آپ سیدھے اس کے کوٹھے پر جانے لگے اور وہاں قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی سوانح حیات میں لکھا ہے

”ہولی کا زمانہ تھا ایک ہندو بازاری طوائف نے بالا خانے سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا ایک ہوشیے مسلمان نے دیکھتے ہی بالا خانہ پر جا کر تشدد کرنا چاہا مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا بھائی کیوں اس پر تشدد کرتے ہو۔ اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا سے رنگ دیگا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بیتا بانہ قدموں پر آگ گر پڑی اور معافی مانگی اور اسی وقت مشرف باسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔“

(حیات العظمیٰ، ص ۴)

جب وہاں کوئی اور شخص نہ تھا تو نکاح گواہوں کے بغیر کیسے ہوا اور بالا خانے میں خطبہ نکاح میں قرآن کریم کی تلاوت کیسے کی گئی؟ یہ امور اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہیں۔ ہمیں بریلوی ہی جانیں۔

جواب کی لذت

۱۰ امام احمد رضا نمبر ۲۳۲ ۱۱ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۱۱ ۱۲ ایضاً ۱۱

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ”اِس خانہ ہمہ آفتاب است“۔ گویا مولانا احمد رضا خاں صاحب جب ان طوائفوں سے بات کر رہے تھے تو جواب میں وہ خاصی لذت پارہے ہوں گے، اس کا اس طرح کھلا اقرار کرنے کی آخر کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ سوانح نگار کو احتیاط کرنی چاہیے تھی ہم حیران ہیں کہ مولانا کے پیروان کے اس چلبے پن کو کیوں اس فخریہ انداز میں ذکر کرتے ہیں گویا طوائف سے بات کرنا اور اس سے لذت لینا خاں صاحب کے ہاں ایک بڑی بات تھی۔ زیبا و لذت آزا کے پیچھے نماز پڑھنے کو کس عالم نے اولیٰ کہا؟ خالص صاحب یہاں بھی ان لوگوں کی رعایت کے بغیر نہ ہو سکے۔ ”یہ اور بھی اولیٰ ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں“۔

غور کیجئے خالص صاحب کے ان فتوؤں کی شیرینی ان لوگوں کو کہاں تک محسوس ہوتی ہوگی۔ آپ نے ستر کا مزاج بگڑنے کی بات کہی تو طوائف کس طرح لذت کلام میں جھوم اٹھیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی چلبلی طبیعت

اس ماحول نے مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت بہت چلبلی بنادی تھی۔ مرزا غلام قادر صاحب کی وارفتگی اور نواب صاحب کے پلنگ نے انھیں بہت زندہ دل بنا دیا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ فحش شعر بھی کہہ لیتے تھے :

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جو بن کی بہار

مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن میرے دل کی صورت

کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و برہ

آپ کے ان فحش اشعار پر جناب مسعود احمد صاحب کے والد مفتی منظر اللہ صاحب

یوں تبصرہ کرتے ہیں :

۱۔ حدائق بخشش حصہ سوم۔ مولانا حسرت علی کے

۲۔ احکام شریعت ج ۲ ص ۲۹۶

جانی تھے ہیں کہ انھوں نے یہ اشعار عفت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے (ماہنامہ سنی مکتبہ، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱

”ہو سکتا ہے کہ فاضل موصوف کی چلبلی طبیعت سے ان عورتوں کے
حق میں یہ کلام صادر ہوا ہو لیکن وہ ان کو طبع نہ کرنا چاہتے ہوں اور
اکثر ایسا ہوتا ہے تو دوسرے کو کیا حق ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف
ان کو شائع کرائے لے

بریلوی مذہب والوں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طبیعت پر یہ بصر نہایت
نامناسب الفاظ میں کیا ہے انھیں مولانا کی اس قسم کی باتوں پر پردہ ڈالنا چاہیے تھا نہ کہ ان کی
اس طرح تشویر کریں (سچ ہے خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے) یہ عجیب بات ہے کہ آپ کے
سوانح نگار آپ کی اس قسم کی باتوں کو نقل کرتے ہیں لیکن کام کی کوئی بات ذکر نہیں کرتے۔

سیرت میں صوفیہ کا کوئی رنگ نہیں

”ہم ”المیزان“ کے احمد رضا نمبر کی اس لکچر سے اتفاق کرتے ہیں۔
”سوانح نگاروں نے علحضرت کی صوفیانہ زندگی، عشق رسولؐ، سوز و گنج
حزن و ملال اور کیفیت قلبی، سرور باطنی، احتیاط ظاہری کا کہیں پر
ذکر تک نہ کیا“ لے

مضمون نگار کو اس پر افسوس نہ کرنا چاہیے، کچھ ہوتا تو سوانح نگار ذکر کرتے،
آپ کی رہائش جس علاقے میں تھی اس کا لازمی اثر تھا کہ آپ کی طبیعت چلبلی سی رہے اور
عشق رسولؐ میں کہیں آپ کی کیفیت قلبی اور اسرار باطنی کا پتہ نہ ملے، یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے
مادہ شریف کے آستانہ بیعت پر حاضری دی تھی لیکن یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ مرشد مرید

لے فتاویٰ مظہری ص ۳۹۲ مفتی صاحب کا یہ جملہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے مولانا کی پراپیٹ زندگی کی وضاحت کرتا ہے۔

لے امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۴

کس قسم کی فرمائشیں کیا کرتے تھے۔ اور مرید کس شوق سے انھیں پورا کیا کرتے تھے۔

مولانا کے شیخ طریقت کی فرمائش

مرشد کی اپنے اس مرید خاص سے کس قسم کی فرمائشیں تھیں؛ اس کے لیے ”الذین“ کے احمد رضا خاں بنبر کو دیکھیے :

”سجادہ نشین و صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے رکھوالی کیلئے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلیٰ حضرت نے اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالمہ کو دیکھ بھال کے لینے بذات خود دیے۔“

پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو کتے پالنے کا بھی شوق تھا یا کتے پالنے والوں کے ساتھ آپ کے گھرے روابط تھے، تبھی تو مرشد گرامی نے آپ سے ان کی فرمائش کی تھی، مرشد گرامی کی مالی حالت معلوم ہوتی ہے بہت مضبوط ہوگی تبھی تو اس کی حفاظت کے لیے مرشد و مرید دونوں کو کتوں کی فکر تھی، جب توجہ ہی ان جیسے امور کی طرف ہو تو طریقت کی منہ لیس کیا طے ہوں گی، بریلوی علمدار اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی سیرت پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں صوفیہ کرام کے طرز کی کوئی بات نہیں ملتی :

”جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں، ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی کچھٹنڈی نظر نہیں آتی جو

انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے۔“

سلوک کی راہ پر کبھی چلے ہوتے تو کچھٹنڈی بھی نظر آتی، اب اس پر انوس کیوں ہو رہا ہے؟

خرقہ خلافت بلا ریاضت ملا یہ صحیح ہے کہ آپ مارہرہ شریف کی

گرتی سے فرقہ خلافت پاچکے تھے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنے مُرشد کی زیرِ تربیت واقعی کوئی سلوک کی منزلیں طے کی ہوں گی، مولانا احمد رضا خاں اس لائن کے ہی نہ تھے کہ انھیں طریقت میں چلنے کا کوئی موقع ملتا۔ رہا یہ مسئلہ کہ پھر پیر طریقت نے خلافت کیسے دے دی تو اسے خود انہی حضرات کی زبان سے سُنئے اور اعلیٰ حضرت کی بزرگی پر سر دھینے :

”آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔“ لے

ساری عمر زیارت نہ ہوئی

یوں تو مولانا احمد رضا خاں نے ایسے خواب بھی سنائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اُن کے مقتدی بنے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کو زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی، ایک جگہ خود فرماتے ہیں :

جان تو جاتے ہی جانے کی قیامت یہ ہے

کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا لے

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ مجھے موت کے بعد ہی آپ کی زیارت نصیب ہو سکے گی، اس سے پہلے کسی حالت میں ممکن نہیں۔

بریلوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور اسے وہ اپنی خاص مخلوق میں بڑے فخر سے ذکر کرتے ہیں، ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ زیارت ہونے کی روایت کہاں تک درست ہے لیکن اگر وہ روایت صحیح ہے، جو مولانا

احمد رضا خاں نے خود بیان کی ہے تو اس کا اگلا حصہ بھی ضرور بیان کرنا چاہیے کہ جب زیارت ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا فرمایا تھا: (فضول بکلمہ)

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نماز

اسلام میں کلمہ شریف کے اقرار و تصدیق کے بعد بہترین عمل نماز ہے، نماز دین کا ستون ہے، خدا سے مناجات ہے، مومنوں کی معراج ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اولیاء مقربین نماز فرض کے علاوہ نفلوں کو بھی اسی ذوق اور فکر سے ادا کرتے ہیں جیسے انھیں فرضوں کی ادائیگی کی فکر ہوتی ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

”مشائخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں، بندہ مومن

نفلوں کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے“ ۱۵

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں صاحب اس یاد الہی میں کہاں تک جذب تھے اور عاشق رسول کے لیے نماز کہاں تک آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔

سُنّتِ معاف نفل صاف

مولانا احمد رضا خاں (اپنے منہ میاں مٹھو جنتے ہوئے) لکھتے ہیں:

”میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہا کرام نے لکھا ہے کہ سُنّتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سُنّتیں کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیے ہیں“ ۱۶

معلوم ہوتا ہے مولانا سنتِ موکدہ کو بھی اپنے لیے معاف سمجھتے تھے، معلوم نہیں فقہاء کرام نے کہاں فتویٰ دیا ہے کہ اپنی علمی مصروفیات کی وجہ سے بے شک سنتِ موکدہ بھی چھوڑ دیا نماز تہجد کا مسئلہ تو مولانا احمد رضا خاں اسے سنتِ کفایہ کہہ کر فارغ ہو گئے کہ میں کوئی شخص بھی تہجد پڑھ لے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے، مولانا کی نماز تہجد تو پھر بس ہی پڑھتا ہو گا۔ یا مرزا غلام قادر پڑھتا ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ مولانا کو اس دن سے نفل کی توفیق نہ ہوئی، شیطان کا کام ہی یہ ہوتا تھا کہ پہلے مستحبات و نوافل وغیرہ چھڑواتا ہے پھر اس کے لیے آگے چلنے کا راستہ بڑا سموار بنا ہے۔

ان حالات میں مولانا کے تذکروں میں طریقت و سلوک کی کچھ ٹنڈی اگر کہیں نظر نہ آئے تو "المیزان" کے مضمون نگار اعجاز لاہریہ رین کو شکوکہ نہ ہونا چاہیے تھا۔ بریلوی مذہب کے لوگ ممکن ہے کہ مولانا کی طرف سے یہ کہیں کہ آپ نے گو نفل چھوڑ دیے تھے لیکن آپ کی فرض نماز بہت بلند شان تھی، اس میں نفلوں کی کمی سب ادا ہو جاتی تھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مولانا کی فرض نماز کا نمونہ بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔ اس سے بریلویوں کی عام نمازوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔

فرض نماز میں نفس کی حرکت سے بند ٹوٹ گیا

بریلویوں کے مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ :

"ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے میں متکلف ہوا، جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا

نے بھی اعتکاف فرمایا، قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا، تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے، آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضورؐ تو اب پڑھ رہے ہیں

میں نے عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھانی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں، نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں تو امام احمدؒ نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد حرکت نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر میں جا کر بند درست کر اگر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔“ لے

احتیاط کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اگر پہلی نماز ادا نہ ہوئی تو اب یہ نماز لائق ادا ہو جائے، اس صورت میں کیا مقتدیوں کی نماز بھی احتیاطاً دوبارہ نہ ہونی چاہیے تھی؟ اگر یقین تھا کہ نماز صحیح ادا ہو گئی ہے تو پھر احتیاطاً دوبارہ کا کیا مطلب تھا؟ یہ اس وقت موضوع سخن نہیں، اس وقت اپنے قارئین کو صرف یہ بتلانا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی فرض نمازوں کی رمضان المبارک میں کیا شان تھی کہ نفس کی حرکت سے انگرکھے کا بند ٹوٹتا تھا۔

اللہ اللہ مسجد میں نماز کا یہ حال ہے تو حجرے میں نماز کا کیا حال ہوگا، یہ لال خان کو

لے المیزان امام احمد رضا نمبر ۲۳۲ - فرض نماز کی ادائیگی مولانا کی عجیب فقہی شان ہے۔

ہی معلوم ہوگا۔ لال خاں کا ذکر مولانا کے سوانح میں اور جگہ بھی ملتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے ان المصلوة تنھی عن الفحشاء والمنکر کہ بے شک نماز بے حیائی اور منکرات سے روکتی ہے، نماز میں جس قدر خلوص و تلبیت ہوگی اتنی ہی حیاء اس میں زیادہ نمایاں ہوگی اور نماز جس قدر خلوص و تلبیت سے دُور ہوگی اتنی ہی بے حیائی اُبھر اُبھر کر نظر آئے گی۔

اب یہ فیصلہ آپ خود کریں کہ حضرت کی زیادہ توجہ کن مسائل پر تھی اور کون کون سے موضوع آپ کے زیادہ زیر تحقیق رہتے تھے ایک موضوع ملاحظہ ہو۔

عضو تناسل پر خاص تحقیق

”مرد کی شرمگاہ کے اعضا کو نو ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتابِ نیم روز سے زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے چنانچہ آپ نے پہلے چالیس سنیہ و معتبر کتب فقہیہ اور فتاویٰ کے مطالعہ سے شرمگاہ کے اعضا کو مدلل و متقن فرمایا پھر ترقیق نظر سے ایک اور عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضا نو (۹) ہیں“ ۱

گاؤں کی اٹھارہ سالہ لڑکی پر ننگاہ

حدیث کی رو سے غیر محرم عورت پر خود ننگاہ کرنا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا فرماتے ہیں کہ :

”میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی اٹھارہ یا بیس برس

کی تھی، ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس سے نہ چھڑایا تھا، ماں

ہر چند منع کرتی وہ زور آور تھی پکھاڑتی تھی اور سینے پر چڑھ کر دودھ

پینے لگتی“ ۲

غیر محرم عورت کو خود دیکھنا اور اس کی ماں کی چھاتی پر بھی ننگاہ ڈالنا اور بار بار

مشاہدہ کرنا کہ ماں ہر خیمہ اسے منع کرتی ہے اور وہ رکتی نہیں انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جن کی نماز ابھی پوری شان سے قائم نہ ہوئی ہو ورنہ نماز تو بے حیائی سے روکتی ہے۔

آہ یہ وہی آنکھیں ہیں جو بچپن میں غیر محرم کے چہرے سے بچتی تھیں اب جوانی میں غیر محرم چھاتیوں سے بھی نہیں چوکتیں، مولانا کی پانچ سال کی عمر بھٹی والدہ نے لمبا کرنا پسنا رکھا تھا تاکہ ستر پردے میں رجبہ باہر کچھ طوائفیں ملیں آپ نے فوراً کرتے کا دامن آنکھوں پر رکھ لیا (اور ستر کھول دیا) اور فرمایا :

”جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے

تو ستر کا مزاج خراب ہوتا ہے۔“ ۱

یہ ٹھیک ہے کہ آپ بچپن میں غیر محرم پر نظر کرنے سے بچتے تھے لیکن سوال یہ ہے کہ پانچ سال کے بچے کو کیسے پتہ تھا کہ ستر کا مزاج بگڑتا بھی ہے خود بالغ نہ تھے کہ ان حالات کو خود سمجھتے ہوں، والد صاحب نے بتایا ہو قرین قیاس معلوم نہیں تھا ان پر یہ راز اس عمر میں کس نے کھولا، یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے استاد مرزا غلام قادر (برادر مرزا غلام احمد قادیانی) نے آپ کو ان حالات سے آشنا کیا ہو۔ آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے :

”اعلیٰ حضرت کے یہ استاد اعلیٰ حضرت پر جان چھڑکتے تھے“ ۲

ہم نے بہت سے بریلوی علماء سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو پانچ سال کی عمر میں ستر کا مزاج بگڑنے سے کس کس نے آشنا کیا تھا مگر افسوس کسی نے اس باب میں ہماری رہنمائی نہیں کی، ہم نے محض اندازے سے لکھا ہے کہ شاید وہ صاحب مرزا غلام قادر ہوں (جو مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے) ہو سکتا ہے کہ کوئی اور صاحب ہوں یا یہ سب لوگ ہوں۔ اور ان میں لال خاں بھی ہو۔ نوٹ جتنا کہ لینگ پر جان کی بات آگے بڑھائی ہے۔

۱ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۰۰ ۲ ایضاً ص ۳۰۰ چھڑکتے کا لفظ معنی خیز ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی مالی پوزیشن

حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی مالی پوزیشن کیسی تھی اس کے لیے چند حقائق سامنے رکھیے، آٹھ گاؤں کے مالک تھے، آپ کے جدِ اعلیٰ لاہور کے شیش محل کے مالک تھے مولانا احمد رضا خاں کے والد نقی علی خاں اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔

مولانا کے کھانے کا دسترخوان عام طور پر اس قسم کے کھانوں پر مشتمل ہوتا تھا اور ان کے لیے بطیب خاطر ممکن تھا کہ اس قسم کی دعوت ہفتہ میں دو تین بار ہو جایا کرے۔

دودھ کا برف، مرغ کی بریانی، بکری کے گوشت کا پلاؤ، شامی کباب، گوشت بھری کچوریاں، اردکی پھریری وال مع اورک دوازم، پراٹھے، بالائی، فرینی، سیب کا پانی، انار کا پانی وغیرہ ۲

کبھی زکوٰۃ نہیں دی

اس اچھی مالی پوزیشن کے باوجود مولانا احمد رضا خاں کا اقیما الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ کے دوسرے حکم پر کہاں تک عمل تھا اسے ملاحظہ کیجیے :

”ایک دفعہ آپ نے فرمایا میں نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا“ ۳

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی سعادت تبھی ملتی ہے جب انسان خود لالچ میں نہ گھرا ہو، دوسروں کے مال پر نظر نہ رکھے، مگر جو علماء لوگوں سے فتویٰ دینے کی قیمت مانگیں اور دینی رہنمائی کا معاوضہ طلب کریں وہ خود کہاں تک دینی کاموں میں خرچ کرتے ہوں گے۔ حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی کو ایک دفعہ شیعوں نے بہت تنگ کیا وہ چند سوالات

لے کر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے پاس آئے تاکہ ان سے مسائل پوچھ کر شیعوں کو جواب دے سکیں۔ مگر مولانا احمد رضا نے ان سے بڑی بھاری فیس طلب کی۔

مسائل بتانے پر بھاری فیسیں

حافظ سہدار احمد بریلوی لکھتے ہیں :

”مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف ان کو (حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی) جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ ہونا چاہیے۔“

حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی رقم کی کیا ضرورت

ہے ؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس

وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔“ لہ

ایک ہی سال پر ان تمام کتابوں کی قیمت کا بوجھ ڈالنا یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا

کتابیں تو بالآخر مولانا کے پاس ہی رہنی تھیں مسائل نے ساتھ نہیں لے جانی تھیں، دینی مسائل

جلنے کے لیے اگر اتنی بھاری بھاری فیسیں ادا کرنی پڑیں تو پھر غریب بیچارے تو مارے مارے

ہی پھریں گے نہ نوں تیل ہو گا نہ رادھا نچے گی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

انگریزوں سے گرانٹ لینے کا فتویٰ

مال کا طالب کبھی سیر نہیں ہوتا، ہر وقت ننانوے کے پچتر میں مبتلا رہتا ہے کہ کب

اسے سوپورا کر کے اگلے پچتر میں داخل ہو، مولانا احمد رضا خاں کی ضرورت جب ان بھاری فیسوں

سے پوری نہ ہوتی تھی تو آپ نے فتویٰ جاری کیا کہ مدارس کی امداد کے لیے انگریزوں سے گرانٹ

لینا جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ انگریزوں کے خلاف ہرگز نہ تھے۔

کھانے پینے کا ذوق

مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کھانے پینے کا بہت شوق تھا، کھاتے پیتے کو سب ہی ہیں لیکن شوق و ذوق کچھ اور شے ہے، آپ نے وفات سے پہلے لذیذ کھانوں کی جو بہت مرتب کی اور اس آخری وقت میں بھی کھانوں کی لذت کو نہ بھولے اس سے آپ کے ذوق و شوق کا پتہ ملتا ہے ایک شاعر نے تو اسی موقع پر کہہ دیا تھا :

کیوں نہ کہہ دوں قبر میں بھی پیٹ ہی کی فکر
ہاں وصیت نامہ احمد رضا خاں دیکھ کر

اسی جامعیت کے ایک پیر مولانا محمد عمر اچھروی بھی تھے، آپ نے حنفیت کے مکیا پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے بعض عنوانات یہ ہیں :

فصلیت گوشت	فصلیت جمعات
فصلیت دودھ	فصلیت حشرات
فصلیت حلوا و شہد	پراٹھے پکا کر بزرگوں کی نذر کرنا

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں :

”شبِ برات کا علوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر جو میت کو مرغوب تھی اسی سے مستنبط ہے“

یہ تو مرید کا اجتہاد تھا اب پیر کا اجتہاد بھی ٹھیکے اور ان مجتہدین کی شانِ اجتہاد پر سر دھنیے :

۱۔ مِیَاسِ حَنِیْثِ مَدِّ ۲۔ اِیْضًا مَدِّ ۳۔ اِیْضًا مَدِّ ۴۔ اِیْضًا مَدِّ ۵۔ اِیْضًا مَدِّ ۶۔ اِیْضًا مَدِّ ۷۔ اِیْضًا مَدِّ

”نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ بھینکا نہ جائے
جیسے زردہ یا حلوہ یا خشک یا وہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کر لی گئی ہوں۔
ان عنوانات سے اور اس قسم کے استنباط سے ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے، کہ
بریلوی مذہب کس چیز کا نام ہے، آج بھی بریلوی مسلک کے علماء زیادہ تر انہی لذیذ کھانوں کے پیچھے
پڑے ہوئے ملیں گے۔ ماہنامہ ”المیزان“ بمبئی اپنے ہم مشرب علماء کا شکوہ ان الفاظ میں کرتا ہے:
”یا پھر امام احمد رضا کا نام لے کر شکم پر روئی میں مبتلا ہیں“۔

یہ بریلویوں کا ایک دوسرے سے اندرونی شکوہ ہے ہم ان کے اختلاف میں دخل
دینا نہیں چاہتے ہم یہاں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے وفات سے دو گھنٹے
سترہ منٹ پہلے عمدہ اور لذیذ کھانوں کی جو فہرست ترتیب دی اس سے ان کے کھانے کے ذوق
شوق کا پتہ چلتا ہے، آپ نے مندرجہ ذیل لذیذ کھانوں کی وصیت فرمائی تھی:

”اعزہ سے اگر لطیف خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان
ایشیا سے بھی کچھ بھیج دیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کا دودھ
ہو، مرغ کی برائی، مرغ پلاؤ خواہ بھری کا ہو، شامی کباب، پراٹھے بالائی
فیرنی، ارد کی پھریری دال مع ادک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سببک
پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف“۔
مولانا ظفر علی مرحوم نے اسی پر فرمایا تھا:

ترتیب احمد رضا خاں پر چڑھاوا ہے فضول
جب تک اس میں ماش کی دال اور بالائی نہ ہو

لہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳، ۲۴، المیزان احمد رضا خاں رحمہ اللہ، سہ وصایا شریفہ ص ۷۷ ادک اسلئے تھا کہ حضرت کو مزہ شریف
میں کہیں باوی نہ ہو جائے۔ اس کے بغیر ارد کی پھریری دال مضم بھی تو نہیں ہو سکتی تھی۔

سادہ زندگی بسر کرنے، قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے اور تقویٰ و ریاضت اختیار کرنے سے اخلاق فاضلہ کی دولت ملتی ہے، اخلاقِ رذیلہ چھٹ جاتے ہیں اور انسانی زندگی پر ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے، انسان کی زبان میں شرافت اور گفتگو میں حیا آجاتی ہے۔

مولانا کی اخلاقی زبان

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا کہ جو ان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سے بال سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ نہیں۔ اسلام میں کسی کو دھوکا دینا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کا جواب سنیے اور اندازِ مخاطب پر داد دیجیے :

بوڑھا بیل سینک کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا " لہ

انسان کو بغیر اس کے کسی قصور کے جانور بنا دینا کون سی خوش اخلاقی ہے، یہ مسئلے کا جواب ہے یا اس بیچارے پر طعن و تشنیع کا انبار ہے، جو لوگ علماء سے شرعی رہنمائی چاہیں ان سے اس قسم کی زبان استعمال کرنا کیا مجددانہ شان کے موافق تھی؟

ایک صاحب کو جدید فقہ لکھنے کا شوق تھا، مولانا احمد رضا خاں اس کے خلاف تھے آپ اسے مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

کہاں کا اسلام کیسی قلتِ مجوسیت کو نہال کیجیے
مزے سے اٹو کا گوشت کھا کر پھوپھی بھتیجی حلال کیجیے ۛ

کعبہ شریف کے ضمن میں بد زبانی : شریف مکہ جس نے جنگِ یورپ

میں انگریزوں کا شرمناک ساتھ دیا تھا اور ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی اس کے حق میں مولانا مصطفیٰ رضا خاں وعظ کتے ہوئے لکھتے ہیں :

” شریف نے باب کعبہ معظمہ پر اپنے گھوڑے کو سیٹی دیکر کب

پیشاب پاخانہ کرایا۔“

مولانا اس میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم شریف مکہ کے خلاف کیوں جا رہے ہو ، اس نے کعبہ میں اپنے گھوڑے سے پیشاب پاخانہ تو نہیں کرایا استغفر اللہ کیسی گندی بان ہے جو بیٹے نے باپ سے پائی۔

اس غلیظ استدلال میں کعبہ کے بالمقابل نجس چیزوں کو لانا معلوم نہیں۔ یہ لوگ کیسے بڑا کر لیتے ہیں اور تقدیس کعبہ انہیں اس زبان کے استعمال سے نہیں روکتی۔

علمائے دیوبند کے خلاف بدزبانی

مولانا احمد رضا خاں کی مشہور کتاب خالص الاعتقاد کی تہدید میں ان علمائے بارے میں جو علمائے دیوبند کی طرف سے مناظرہ کرنے آئے تھے، لکھا ہے :

” شریف ظریف رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان

کے ادبار پر ضیق کو فراخی حوصلہ کی لئے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک

ایک منٹ میں اپنے مضمون کی ” ایک ایک کتاب“ کا جواب لکھ دیں گے

شریف ظریفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اور رشیدہ رمیدہ حضرت مولانا

رشید احمد گنگوہیؒ کو کہا ہے، رمیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں۔ اقبال وسیع سے مراد

عام کھلی قبولیت ہے کہ جو چاہے آئے ادبار دُبر کی جمع ہے یہ پچھلے حصے کو کہتے ہیں پُرضیق

نہایت تنگ گزار راستے کو کہتے ہیں۔ فراخی حوصلہ سے مراد کھل جانا ہے، یہ تمام الفاظ

آستانہ بریلی کی بدزبانی کی کھلی شہادت ہیں۔

آپ سوچیں یہ زبان کس شریف انسان کی ہو سکتی ہے پھر حضرت تھانویؒ کے بارے میں لکھا ہے :

”وہ تین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے آپ کی مہر دہن
تو جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سوچتے تھے

تین توڑے سے آپ کا اشارہ کہ ضرر ہے، شریف حلقے اس کی تصریح کئے گراں بار
نہیں ہو سکتے۔ پھر دیکھیے مولانا احمد رضا خاں جانوروں کی جنسی (INTERCOURSE) کا تصور
قائم کر کے حضرت مولانا تھانویؒ کے بارے میں کیا لکھتے ہیں :

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں ٹکٹا کائے جائیں گے وہ کبھی تو مسکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں پھر اوچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو پیٹھ پر جا کے کان چھوڑیں گے تھے
ڈنڈا اچکھانا اور پیٹھ پر جا کر کان چھوڑنا مولانا کے ذوقِ درونی کا پتہ دے رہے ہیں
اس پر بھی چین نہ آیا تو آپ نے مولانا کو پھر ایک اور گالی دی :

اضر حبلی من نتائج ردة اشرف علی لعبۃ الصبیان
انھی جاءک فی الحسان عن العواء انت انجی یا کلبۃ الشیطان تھے
(ترجمہ) ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے (اے حاملہ)
تو اپنے پتوں کو اچھوں میں بھونکنے سے روک۔ اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔ معاذ اللہ
اس زبان کے باوجود کوئی شخص مولانا احمد رضا خاں کو شریف انسانوں میں جگہ دے
تو یہ اس کی بہت ہی بڑی مروت ہوگی ورنہ حقیقت خود ظاہر ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :-

حضرت ممدوح صدر الصدور صاحب بالقابہ نے اور بھی آسانی دیکھی۔ بدایوں کو دو ہی کا جزا بویا ملا تھا۔ رہے وہاں بیرون پوری انہیں تین کا ملا۔

تین چٹوں پر تین روپیہ انعام — فی چٹ ایک روپیہ۔

کیا بازاری گفتگو ہے۔ خدا را فیصلہ کیجئے۔ کیا یہ علماء کی زبان ہے؟ کیا یہی ان کا درجہ

اخلاقیات ہے؟ پھر صرف لفظ تین پر اکتفا نہیں کرتے۔ ان میں ایک کی اس طرح تعیین کرتے ہیں۔ تیسرا ان کے نصیبوں کا سبب میں سید عا۔ تیسرا دونوں سے بڑھ کر مفسر ہے۔

اب خالص صاحب آگے دیکھنے کی بھی دعوت دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ہمارے لکے تین پر پھر نظر ڈالیے دیکھئے وہ دس دوا لے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔

بریلی کے ان علمائے نامدار سے اور سینے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے

رسالہ حفظ الایمان میں ایک موضوع کو تین شقوں (اجزاء) میں تقسیم کیا تھا۔ آپ اس پر تنقید

کرتے ہوئے مولانا تھانویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں :-

اگر بہ کمال بے حیائی اپنی دوستی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کر لے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے شرافت کا نیتی ہے۔ لیکن خالص صاحب اور ان کے شاگرد

کی عملی اور اخلاقی حالت اس کے بغیر کھلتی بھی تو نہیں۔ حامد رضا خاں حضرت تھانویؒ کے لئے

مؤنث کے الفاظ اختیار کر کے پھر یہ بھی لکھ گئے۔

مسما ت یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی۔

”اس (مولانا تھانویؒ) کی دوستی میں اس تیسرے کا دخول“

۱۔ اعلیٰ انوار الرضامۃ ۲۔ مقتل کذب و کید ۳۔ سدا للفرامۃ ۴۔ ایضاً ۵۔ وقعات

۵۔ وقعات ۶۔ ایضاً ۷۔ ایضاً ۸۔ ایضاً ۹۔ ایضاً ۱۰۔ ایضاً ۱۱۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکابریم اخلاق کی تکمیل کے لیے آئے تھے۔ علماء کا کام حضور کی اخلاقی تعلیم کو عام کرنا ہے۔ نہ کہ اس قسم کی فحش یا پہلو دار گفتگو سے اپنے ذوق درونی کو تسکین دینا۔ بریلی کے یہ شہزادے لفظ تین کے ساتھ اسی تصور میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں :-

آپ معمول مجھول کا پیوند جو ذکر دخول کی شکل آسان بھی کر لیں یہ بات اذان کے داخل مسجد ہونے کی چل رہی تھی۔ آپ داخل کے لفظ سے لفظ دخول کی طرف منتقل ہو گئے۔ اور سینے :-

تہا را نام الف کے تلے لیں^۱۔ ہے ہے آدھی۔ ہے ہے پوری نہی^۲ پھر اور سینے اور ان ہضرات کی اخلاقی حالت کا ماتم کیجئے۔ رسلِ خدا لا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کرے (گدھے) سے پالا پڑا تھا۔ اب وہ کھولوں جس سے مخالف چندھیا کر پٹ ہو جاوے^۳۔

اُف ری رسیا تیرا بھولا پن خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے^۴۔ رسیا کی چاک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں۔ اب مسلمان کے چہنئے کو پھر کاوا کا ٹتی ہے^۵۔

سب پر ابلیس ایک طرح سوار۔ دوسرا اور مسماۃ کی گرہیں کھولتا ہے^۶۔ آپ غور کریں اور دیکھیں کہ آستانہ بریلی میں کس قسم کی زبان بولی جاتی تھی اور ان کے گھر میں کن لوگوں کی اصطلاحیں رائج تھیں۔ مولانا تھانویؒ کی کتاب حفظ الایمان کو رسیا کہتے ہوئے لکھتے ہیں : ”رسیا کہتی ہے عیسٰی یوں نہیں مانتی میری ٹھہرائی پر اُترو، دیکھو تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھول لیتے ہو۔“

۱۔ سد الفراء ص ۵۵ ۲۔ سد الفراء ص ۳۹ ۳۔ رسیا لفظ رسالہ کو بگاڑ کر لکھا ہے۔ اس سے حضرت مولانا تھانویؒ کا رسالہ حفظ الایمان مراد ہے۔ ۴۔ وقعات ص ۵۸ ایضاً ص ۱۷۱

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے شاہزادے تو ان الفاظ کو صرف پہلو دار بتاتے ہیں فحش نہیں مانتے۔ لیکن مولانا معین الدین اجمیری می کے تاثرات یہ ہیں :-
 ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلیٰ حضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جاسکتا کہ معاذ اللہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کر لینا۔ یہ ایسی زبردست منافقت و حماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو معتد اتسليم کر لیتی ہے تو پھر وہ بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی یہ
 ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان و قلم سے ایسے سوقیانہ جملے نکلے ہوئے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اب قیامت آنے میں اگر کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی بہ

خانصاحب کا تین کے تصور میں لذت لینا

حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ جنہیں ماہنامہ المیزان بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں آفتاب علم تسلیم کیا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں :-
 ان پہلو دار الفاظ میں آپ کو لفظ تین زیادہ مرغوب ہے۔ خلقت اس کو فحش و بازاری گفتگو کہتی ہے۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ منہ
 فنی ہم ان کی بعض کتب سے بحوالہ چند صفحات چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ کوئی پہلو دار
 لفظ کہا یا عام مخلوق کا یہ گمان کہ وہ پہلو دار لفظ نہیں بلکہ فحش و بازاری گفتگو
 ہے۔ - سہ

لیکن خلقت کا یہ اعتراض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خلقت کی اصطلاح میں فحش وہ ہے جس کی طرف ذہن کا انتقال فی الجملہ ہو جائے..... اعلیٰ حضرت کے نزدیک فحش کی صرف ایک صورت ہے۔ وہ یہ کہ لفظ خاص فحش کے لیے موضوع ہو۔

یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرو صرف پہلو دار الفاظ کے چٹکارے لیتے ہیں یا واقعی فحش گو ہیں۔ تاہم شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری جو علماء دیوبند میں سے نہیں۔ سلسلہ خیر آبادیہ کے مشہور بزرگ اور محدث تھے۔ ان کا فیصلہ ضرور ہدیہ قارئین کے دیتے ہیں۔

ایسے حضرات کو جو عباد الرحمن اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں صاف لفظوں میں مومن نہ کہا گیا ہے۔ کہ جس کو سن کر بازاری اور باش تک کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اب اس کے بعد وہ کون سا درجہ ہے جس کی بنا پر اعلیٰ حضرت کو فحش گو قرار دیا جائے۔ دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گو اپنی انتہائی فحش کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پر ہوتا ہے جن کا صدور آئے دن اعلیٰ حضرت کی ذات سے علماء کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے۔ فرق ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی فحش گوئی کے لئے کوئی طائفہ مخصوص نہیں اور اعلیٰ حضرت کی فحش گوئی کا مورد خاص علماء کرام کا ایک طبقہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے پیرو اس خاص میدان کے ہیرو ہیں۔ انہوں نے علماء کے دائرہ سے کچھ آگے بھی قدم بڑھائے اور انگریزوں کے خلاف کام کرنے والے سیاسی کارکنوں پر بھی اس فحش گوئی کی کچھ مشق کی اور کچھ عربی الفاظ درمیان میں لا کر اپنے ذوق درونی کا اظہار کیا۔

فحش کلامی کے ساتھ بد زبانی بھی

اعلیٰ حضرت فحش کلامی کے علاوہ بد زبانی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں آپ بے ادبیت قرآن کریم کے الفاظ سے بھی کھیلتے تھے اور اس سے عجیب عجیب الفاظ بناتے۔ ان کے پیرو اسے آپ کی علمی تجلیات سمجھتے اور آپ اسے اپنے مخالفین کے خلاف ایک لسانی جہاد کہتے —
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ القمر میں قوم شموک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کو اُشتر کہتے تھے۔ اُشتر کے معنی بڑائی مارنے والا بڑا بننے والا ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا۔

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِنَ الْكَذَّابِ الْأَشْرَرِ۔ پکے القمراہیت ۲۲

ترجمہ عنقریب کل جان لیں گے کہ کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا۔

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اُشتر کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ زبان سے بڑائی مارنے والا اور عملاً بڑائی مارنے والا۔ پہلے کو اُشتر قویٰ کہا اور دوسرے کو اُشتر فعلی۔
چودہ سو سال کے مفسرین مترجمین اور علمائے اخلاق میں سے کسی بزرگ نے اُشتر کی یہ دو قسمیں نہ بتائی تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ دو قسمیں کیوں بتائیں یا یہ دو قسمیں کیوں بنائیں؟ اس لیے کہ اُشتر فعلی لکھ کر حضرت مولانا اشرف علی پر پٹھارے دار قہقہہ لگا سکیں اور اس طرح اپنی مجلس کو باغ و بہار بنائیں۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر مرتد، خاسر کون تھا، سيعلمون غدا من الکذاب الاشتر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اُشتر قویٰ کہ زبان سے بک بک کرے اور اُشتر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے، وہاں یہ

اُشتر قویٰ اور اُشتر فعلی دونوں ہیں۔

خان صاحب کو نہ قادیانیوں میں کوئی اُشتر نظر آیا نہ شیعوں میں۔ کیوں ایسا دکھائی

دیا۔ آپ نے اُشتر کا لفظی ترجمہ بھی نہ کیا۔ عربی لفظ کو ویسے ہی لیا اور قویٰ اور فعلی کی تقسیم کر کے بات کی تان (مولانا) اشرف علی پر توڑ دی۔

ندوة العلماء لکھنؤ کے خلاف ہد زبانی

مولانا احمد رضا خاں فحش کلامی اور گندی زبان میں یہاں تک آگے بڑھ چکے تھے کہ ایک مقام پر گالی دیتے ہوئے انھیں لفظ سنت کا احترام بھی مانع نہ آیا۔ آپ ندوہ کے بارے میں فارسی میں لکھتے ہیں فارسی میں اس لیے لکھا کہ کچھ تو پردہ رہ جائے ورنہ بات کیا ہقی لفظ سنت کی کھلی توہین ہتی اور ایک کھلی گالی ہتی :

اسپ سنت مادہ خراز بدعت آوردہ بہم
استرندوہ بدست آرد و مفخر می کنند لہ
(ترجمہ) سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا پنجر پیدا ہوا، اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔

سنت اور بدعت شرعی اطلاقات تھے، افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی بد کلامی کے جوش میں یہاں لفظ سنت کی بھی توہین کر ڈالی اور بڑی بے حیائی سے آپ نے یہ لفظ استعمال کیا — کیا یہ اصطلاحات دینی سے کھلا تلاعب نہیں؟ اب آپ ہی بتائیں اصطلاحات دینی سے کھلا تلاعب کفر ہے یا اسلام؟

کیا یہ وہ نکری کمال ہے جس کے بل بوتے آپ مجدد وقت ہونے کے مدعی ہوئے؟ کیا یہی وہ فضیلت ہے جس نے اعلیٰ حضرت کو یہ مقام بخشا؟ کیا انہی باتوں کے سہارے آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین اور مجدد مائتہ حاضرہ کہا جاتا ہے؟ دینا سے اگر انصاف رخصت نہیں ہو گیا تو اس فحش گوئی کی تحقیق کے بعد کون شخص ہے جو اپنے آپ کو اعتقاد بریلوی کہہ سکے؟

خاکساروں کے خلاف بدزبانی

آستانہ بریلی کی اس فحش کلامی نے آنے والے بریلوی علماء کو بھی یہی زبان سکھائی
بریلوی جماعت کے مولوی ابوالطاہ محمد طیب دانا پوری کی کتاب ”قمر القادر“ میں آپ کی ایک
تحریر خاکسار تحریک کے خلاف دیکھیے، مولانا دانا پوری حزب الاخوان ہند کے معروف فاضل
اور مولانا حشمت علی اور مولانا ابوالبرکات سید احمد کی خاص زبان تھے آپ لکھتے ہیں :

”خاکسار مجاہد والی تحریر کی ابھی تک سیرابی نہیں ہوئی (اسے پانی

نہیں ملا) اس لیے اب اس کو دوسری کروٹ لٹاتا ہوں اور برقی بار

خاراشگاف (پتھر میں سوراخ کر دینے والے) قلم کو جولانی (اچھلنے)

کا حکم دیتا ہوں فاقول وعلى الخاکساریۃ بنت ایلگیۃ اصول

(ترجمہ) میں یہ کہتا ہوں اور مسلم لیگ کی بیٹی تحریک خاکسار پر چڑھتا ہوں

ان کی شریفانہ زبان کی ایک اور جھلک دیکھیے :

”اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جو رواد اور

اماں دونوں ایک تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک، گو بر اور حلوہ دونوں

ایک، فرینی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ ایک

..... حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ، شربت کے بدلے پیشاب نوش فرؤ“ لہ

کہاں تک انسان اس گندگی کی نشاندہی کرے، یہ چند مثالیں مولانا احمد رضا خاں کے

زہد و عمل اور ان کے حلقہ ارادت کی نجابت و شرافت کو واٹشگاف کرنے کے لیے کافی ہیں۔ یہ

آستانہ بریلی کے زہد و ریاضت کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔

جس شخص کی اخلاقی حالت اس قدر نمایاں ہو کہ پہلو دار گنگو کر کے بچوں کی سی مسخری کر لے لیکن اس کی جماعت اسے ایسے کمالات میں مجتہد ماننے لگے تو کیا شرافت سر پیٹ کر نہ رہ جائے گی؟ جن علماء کا خلاصہ یہ ہوان کا باطن کیا ہو گا۔ یہ جان لینا اب کوئی مشکل نہیں رہا۔ رہے ان لوگوں کے عشق رسول کے نعرے۔ تو یہ بات اب کسی سے مخفی نہیں رہی کہ یہ سب ایک دکھاوا ہی دکھاوا ہیں۔ یہ لوگ روضہ رسول پر بھی حاضر ہوں تو اخلاص و محبت سے غالی نظر آئیں گے

مولانا احمد رضا خاں مدینہ میں علم جفر کی تلاش میں

مدینہ منورہ پہنچ کر ہر شخص عشق رسالت کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے اور اس کی بہترین سعادت یہی سمجھی جاتی ہے کہ اسے روضہ انور پر سلام عقیدت پیش کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع ملیں مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کو دیکھیے کہ وہاں بھی علم جفر کے پکر میں ماے ماے پھر رہے ہیں، روضہ انور کی مجاورت کا کیا یہی حق ہے کہ تم وہاں بھی دنیوی امور کی گرد پجانی میں سرگرداں رہو، بہ حال ملاحظہ کیجیے مولانا احمد رضا خاں کیا لکھتے ہیں :

”خیال کیا کہ یشہر کریم تمام جہان کا مزج و ملجأ ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں کہ کوئی صاحب جفر وہاں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے“ ۱

افسوس کہ مدینہ پہنچ کر بھی انہیں حضور کی محبت نہ ملی اور یہ لوگ روحانی لذت نہ پاسکے۔ مولانا احمد رضا خاں اپنے عمل و اخلاق کے آئینہ میں آپ کے سامنے ہیں۔ انکی تحریرات میں ان کی زبان انداز کردار اور جذبات تک ایک کھلی کتاب ہیں۔ ایسے شخص کی امانت اور دیانت اب کچھ ڈھکی چھپی نہیں۔ تاہم اس پر پھر ایک سیر حاصل نظر کیجئے اور انگریز حکومت کی دور رس نگاہ اور اس کی مردان کاری کی صحیح دریافت کی داد دیجئے۔

عقیدہ توحید

بریلوی تحریف کی زد میں

ہو جس پہ عبادت کا دھوکا مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر
جو خاص خدا کا حصہ ہے، بندوں میں اُسے تقسیم نہ کر

اشرفی

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے، پی ایچ ڈی

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

توحیدِ باری تعالیٰ کے بیان میں

الحمد لله الذي لم يتخذ ولدا ولم يكن له شريك في الملك وهو على كل شيء قدير
وصاوت زكيات على النبي البشير النذير وعلى اله وصحبه اهل التطهير والتنوير اما بعد
یہی وہ بحث ہے جس کے ضمن میں اسلام کے چمکتے ہوئے امتیازات ظاہر ہوتے
ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جس میں اگر باقی تمام مذاہب کے قدم لغزش کھا گئے۔ ہمیں اقداروں
کے تصور نے راہ پائی تو کہیں خدا کے لیے بیٹا تجویز ہوا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دین برحق
کا پتہ چلتا ہے اور عقیدوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ خدائے کامل کے ماننے والوں کو جاننا ہوتا
ہے کہ آیا فی الواقع ایک ہی خدا ساری دنیا کا بلا کسی مشقت کے انتظام کر سکتا ہے یا اسے اپنی
حکومت برقرار رکھنے کے لیے دنیوی حکمرانوں کی طرح کئی یاروں اور مددگاروں کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے

واجب الوجود اس ذات کو کہتے ہیں جس کا ہمیشہ سے موجود ہونا (واجب) ضروری
ہو۔ نہ اس پر کوئی عدم (NON EXISTANCE) پہلے گزرا ہو نہ آئندہ کبھی آئے۔ اسلامی
عقیدے میں ازلی اور ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہی واجب الوجود ہے جس کا
عدم محال ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ واجب الوجود کا مفہوم صرف ایک
ہی ذات پر صادق آسکتا ہے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے :

ان صانع العالم واحد ولا يمكن ان يصدق مفهوم واجب الوجود الا
على ذات واحدة له

ترجمہ :- جہاں کا بنانے والا ایک ہی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ واجب الوجود کا منہم
اس ایک ذات کے سوا کسی اور پر بھی صادق آسکے۔

ہمیشہ سے اسی کی ذات ہے اور ہمیشہ کی بقا صرف اسی ذات کے لیے ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

كان الله ولم يكن شئ قبلة له

ترجمہ : خدا تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس سے پہلے نہ تھی۔

اور ایک وقت ہو گا کہ اس کے سوا کچھ نہ ہو گا، ہر کسی کو فنا کے گھاٹ
اُترنا ہے اور موت کا پیالہ پینا ہے۔ قرآن کریم میں ہے :

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام

ترجمہ : جو کوئی بھی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور تیرے پروردگار ذو الجلال والاكرام
کی ذات ہی باقی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات واجب الوجود نہیں، جو بھی ہے حادث اور مخلوق ہے
نہ اس کا ہونا ضروری تھا نہ "نہ ہونا" ضروری ہے۔ وہ فرضی وجود جس کا "نہ ہونا" ضروری ہے
وہ شریک باری ہے جس کا ہونا محال ہے جس کے نہ ہونے پر ایمان لانا ضروری ہو
اسے متمنع الوجود کہتے ہیں۔

اس اعتبار سے وجود صرف تین ہیں، واجب الوجود، ممکن الوجود اور متمنع الوجود۔
اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اس کا شریک متمنع الوجود ہے اور باقی سب مخلوق ممکن الوجود
ہیں، بالفاق عقلاً چونکہ کوئی وجود نہیں۔

واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین کوئی برزخ (دریانہ درجہ) نہیں۔ اگر کسی چیز کو کسی پہلو سے برزخی درجے میں سمجھا جاسکتا تھا تو وہ قرآن کریم ہے جو واجب الوجود کی صفت ہونے کے لحاظ سے مخلوق نہیں، اس کا کلام ہے اور ہمارے تلفظ کے لحاظ سے اس میں ایک گونہ عالم اسکان کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باتفاق اہل السنۃ والجماعۃ قرآن کریم کو مخلوق نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جس کی بھی تخلیق ہوئی وہ مخلوق ہے اور ممکن الوجود ہے۔

حضور کے ممکن الوجود ہونے کا انکار

بریلوی مذہب والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ممکن الوجود نہیں مانتے جس کا مطلب اس کے سوا اور کوئی نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلوق ہونے کے منکر ہیں۔ یہ لوگ شرک کی دلدل میں ایسے پھنسے ہیں کہ کھلم کھلا آپ کے عالم اسکان میں سے ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں

حیران ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں کر دکھائیں، اس عظیم قدرت والے کو کیسے ممکن الوجود کہا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف آپ کی عبدیت اور نیا زمندی ہے جس کی وجہ سے آپ کو واجب الوجود کہنا بھی مشکل ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ کو ممکن الوجود (یعنی مخلوق) ماننا بھی خطا ہے اور خدا کہنا بھی خطا ہے۔ میں حیران ہوں کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ اگر ممکن مان بھی لوں تو امکان نظیر ماننا پڑتا ہے کیونکہ ممکن کی نظیر ممکن ہوتی ہے گو امتناع بالغیر ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں اور کیا نہ کہوں، ممکن الوجود ماننا بھی تو خطا ہے۔

تشکیک کا سوفسطائی عقیدہ

آپ کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بھی زندگی بھر اسی حیرت میں ڈوبے رہے اور پوری زندگی اس ورطہ حیرت سے نہ نکل سکے کہ آپ آخر ہیں کیا؟ خدا ہیں یا خدا کے علاوہ کچھ اور ہیں۔ جناب حامد رضا خاں صاحب کہتے ہیں:

خدا کہتے نہیں بنی خدا کہتے نہیں بنی

خدا پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے کیا ہو

جب مولانا حامد رضا خاں واضح طور پر یہ بات بھی کہنے کو تیار نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہ تھے بلکہ اسے بھی وہ خدا پر چھوڑتے ہیں تو آپ ہی سوچیں اس کے بعد کیا اسلام باقی رہ جاتا ہے؟ عقائد کے معاملے میں یہ تشکیک کہ نہ ادھر کی بات کہہ سکتے ہیں نہ اُدھر کی۔ بریلویوں کا موقف صرف یہی ہے، کوئی ہوشمند مسلمان عقائد جیسے معاملہ میں اور وہ بھی توحید باری تعالیٰ کے معاملے میں اس قدر سہل انگار اور پریشان فکر نہیں رہ سکتا کہ کوئی فیصلہ ہی نہ کر سکے۔ یہ تشکیک اور وہ بھی توحید جیسے بنیادی معاملے میں کیا یہ خود ایک عذاب نہیں؟ اعاذنا اللہ منہ۔

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا تقی علی خاں سے بھی سُنئے،

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے

شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

شریعت کو حقیقت کے خلاف بتانا اور اس کی راہ سے آپ کی بشریت کا انکار کرنا عجیب

وجوب و امکان میں برزخ کا اثبات

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ توحید جب اتنا مضمل ہو کہ آپ کھلے بندوں فیصلہ

نہ کر سکے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں؟ تو آپ نے واجب الوجود اور ممکن الوجود کے باہم
ایک برزخی درجہ ثابت کرنا چاہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا:

معدن اسرارِ الغیوب

برزخ بحسبِ امکان و وجوب ۱

(تیس، حضور ممکن الوجود اور واجب الوجود کے درمیان ایک برزخی درجہ رکھتے ہیں
اور اللہ تعالیٰ علام الغیوب کے جملہ اسرار اور رازوں کی کان آپ ہی ہیں۔ (استغفر اللہ)
کان وہ ہوتی ہے جہاں سے کوئی چیز ابتداءً نکلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا
کے رازوں کی کان کہنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ خدا کے پاس وہ اسرار
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے پہنچتے ہیں (معاذ اللہ) آپ حقیقت میں حضور کو واجب الوجود
بلکہ اس کے اسرار کا معدن سمجھتے ہیں اور صرف مغالطہ دینے کے لیے کہتے تھے کہ وہ حضور
کے لیے وجوب و امکان کے درمیان ایک برزخی درجہ تجویز کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ
آپ نے ایک جگہ امکان کے دونوں درجوں کی بالکل صاف نفی کی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو

محیط کی چال سے تو پوچھو کہ ہر سے آئے کہ ہر گئے تھے ۲

کمان امکان کے دونوں کناروں کی یہاں نفی ہے یعنی آپ کسی پہلو سے بھی عالم امکان
کے فرد نہیں۔ ان میں سے کسی کا بھی اقرار ہو غلط ہے، آپ تو ایک ایسے مقام پر ہیں کہ
آپ میں اور خدا میں فرق کرنا بہت مشکل ہے، چنانچہ خود لکھتے ہیں:

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل

کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے ۳

بریلوی حضرات جب آپ کو ممکن الوجود نہیں مانتے اور کھل کر خدا بھی نہیں کہتے تو معلوم نہیں وہ کس سفسط میں مبتلا ہیں۔ ان کے ہاں آپ نہ خالق ہیں نہ مخلوق۔ اور میں کیا؟ یہ ان کے بڑوں کو بھی خبر نہیں تھی، وہ بھی حیرت میں گئے اور یہ بھی اب تک اسی بحر ظلمات میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ یہ وہ حیرت ہے جس سے بریلوی مذہب والے قیامت تک نہ نکل سکیں گے، سوائے اس کے کہ مولانا احمد رضا خان کا یہ مصرعہ کبھی گنگنا تے رہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

حیران ہوں یہ بھی ہے خطایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین برزخ ماننے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ واجب الوجود کا مفہوم اصولی طور پر اللہ کیلئے ہو اور ضمنی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صادق آئے، حالانکہ عقائد اسلامی میں طے ہو چکا ہے کہ واجب الوجود کا مفہوم صرف ایک ہی ذات پر صادق آسکتا ہے اور کسی پر صادق آئے یہ ممکن نہیں۔

اسلامی عقیدہ کہ کل مخلوقات ممکن الوجود ہے

ایک وقت تھا کہ اللہ کے سوا کچھ نہ تھا، نہ فرشتہ تھا نہ کوئی پیغمبر۔ ابدی ذات صرف اسی کی تھی۔ اسی نے سب کو پیدا کیا اور وجود بخشا اور مخلوقات میں سب سے اپنی شان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی جب آپ بھی مخلوق اور ممکن الوجود ہی تھے تو اور کوئی مخلوق عالم امکان سے بالا کیسے ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدْهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ

ترجمہ: اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، سو اسی کی عبادت کرو اور وہی ہر چیز کا کار ساز ہے۔
ایک جگہ فرماتے ہیں:

الذی له ملک السموات والارض ولم یخذ ولدا ولم
یکن له شریک فی الملک وخلق کل شیء فقد ره تقدیرا له
ترجمہ: وہ جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے اور اس نے کسی کو
بٹیا نہیں بنایا نہ کوئی سلطنت میں اس کا شریک بٹھرا اور اس
نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اسے ایک اندازے پر بٹھرایا۔

حضور اکرمؐ بھی ممکن الوجود تھے

امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانیؒ جناب میر محمد نغان کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاں علوشان بشر بود و بدائع
حدوث و امکان قسم بشر از خالق بشر جل شانہ چہ در باید و ممکن از
واجب چہ فرا گیرد و حادث قدیم را جلّت عظمتہ چہ طور احاطہ نماید
لا یحیطون بہ علما نص قاطع است ۷

ترجمہ: اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی اونچی شان کے باوجود
بشر تھے اور حادث ہونے اور ممکن الوجود ہونے کے نشان سے نشاندار
تھے۔ بشر خالق بشر سے کیا کچھ پاسکتا ہے اور ممکن الوجود واجب الوجود

کو کہاں پہنچ سکتا ہے اور پیدا ہونے والا ذات قدیم کا اس کی عظمت
بہت اونچی ہے کیسے احاطہ کر سکتا ہے اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں
کر سکتا یہ قرآن پاک کی نص قطعی ہے۔

حضرت امام ربانیؒ کے معاصر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حالت کی دعاؤں کو علمائے محدثین نے
ضبط کیا ہے اور لکھا ہے۔ بندہ کی ذات کے لائق تو دعا کرنا اور مانگتے
رہنا ہے اس لیے کہ یہ چار صفتوں سے موصوف ہے۔ فقر، ضعف، عجز،
خواری.... جب انسان ان چار صفات کا خیال رکھتا ہے تو اللہ کے
برگزیدہ بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے اور اللہ کے اوصاف اس کے
اندر روشن ہوتے ہیں، یعنی اس کی تاریکی روشنی سے بدل جاتی ہے۔
اللہ کے اوصاف کا اس کے اندر اثر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ العیاذ باللہ
وہ خود خدا کے اوصاف سے موصوف ہو جاتا ہے یا اللہ اپنی صفات
سے بندہ میں حلول کر لیتے ہیں اور پھر وہ بندہ اللہ کی صفات سے متصف
ہو جاتا ہے۔ جاشا و کلام اللہ کی صفات ہرگز ہرگز کسی میں منتقل نہیں ہوتیں
اور کسی دوسری جگہ حلول نہیں کرتیں بلکہ اللہ کی صفات کا عکس اور پرتو
بندہ پر پڑتا ہے جس سے اس کی ظلماتی صفات انوار و تجلیات سے بدل
جاتی ہیں لے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ واجب الوجود کی کوئی صفت کسی بندے میں نہیں اُترتی۔
نہ کوئی مخلوق عالم امکان سے بالا ہو کر واجب الوجود سے متصل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ بھی فرماتے ہیں کہ واجب الوجود کی کوئی صفت ممکن الوجود میں نہیں اُترتی، بندہ کبھی صفات واجب الوجود سے متصف نہیں ہوتا

قوله قدس سرہ (هل الفناء والبقاء موجب التصاف السالك

بالصفات الوجوبية) اقول الوجدان الصريح يحكم بأن

العبد عبد وإن ترقى - وأثر رب وإن تنزل - وإن

العبد قط لا يتصف بالوجوب أو بالصفات اللازمة

للاجوب ولا يعلم الغيب إلا أن ينطبع في لوح صدره

وليس ذاك علما بالغيب انما ذاك

الذي يكون من ذاته وإلا فالأنبياء والأولياء يعلمون

وهو محال لبعض ما يغيب عن العامة له

ترجمہ : فنا اور بقا کے مقالات کیا سالک کو صفات وجوبیہ سے بھی متصف

کر سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں وجدان صریح فیصلہ کرتا ہے کہ بندہ بندہ

ہی رہے گا گو کتنی ترقی کر جائے اور رب رب ہی رہے گا گو کتنا قریب

آجائے۔ اور بندہ کبھی واجب الوجود کہا اس کی لازم صفات سے متصف

نہیں ہو سکتا اور نہ علم غیب رکھتا ہے اگر یہ کہ کوئی چیز اس کے سینے

کی تختی پر منعکس ہو جائے اور یہ علم غیب نہیں ہے، علم غیب وہ ہے جو

اپنی ذات سے ہو، ورنہ انبیاء اور اولیاء یقینی طور پر بعض وہ باتیں جانتے

ہیں جو عامۃ الناس سے غائب ہوں۔

علامہ مصطفیٰ اکتلی (۹۰۱ھ) شرح عقائد نسفی کے حاشیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم امکان کا اشرف وجود لکھتے ہیں :

والصلوة ان کی مابا کان علی اشرف من وجد فی بقعة الامکان لہ

لہ نقیبات الیہ جلد اول ص ۲۲ لہ حاشیہ اکتلی ص مطبوعہ استنبول

ترجمہ : اور پاکیزہ ترین درود اس ذات پر ہو جو بقیعہ عالم اسکان (مکن الوجود) ہونے کے دائرہ میں انتہائی شرف کے درجہ پر فائز ہیں۔

اور کیا وضاحت ہوگی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی بلند شان کے باوجود ممکن الوجود ہی ہیں اور آپ عالم اسکان کے دائرہ سے کبھی بھی نہ نکلے واجب الوجود صرف خدا کی ذات ہی رہی۔

جس کی بھی تکوین ہوئی حادث ہے

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہے اور جس فرد سے یہ متعلق ہو وہ حادث ہے اور مخلوق ہے۔ حضرت امام بخاریؒ لکھتے ہیں :

ما جاء في تخلق السموات والارض وغيرهما من المخلوق

وهو فعل الرب تبارك وتعالى وامره فالرب بصفات

وفعله وامره وهو الخالق هو المكون غير مخلوق وما

كان بفعله وامره وتخليقه وتكوينه فهو مفعول مخلوق مكون له

ترجمہ : آسمانوں اور زمین اور اس کے سوا جملہ خلقات کی تخلیق یہ اللہ تبارک تعالیٰ

کا ہی فعل اور امر ہے۔ سورب اپنی صفات اپنے کام اور اپنے امر کے

ساتھ خالق ہے تکوین کرنے والا ہے غیر مخلوق ہے اور اس کے فعل

امر تخلیق اور تکوین سے جس چیز کو وجود ملا وہ بنی چیز ہے مخلوق ہے اور تکوین یا کسب

لام ہوا کہ جس کی بھی تکوین ہوئی وہ حادث ہے۔ محدث جلیل حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں :

التكوين قديم والمتعلق به هو المكون وهو حادث له

تکوین کی صفت قدیم ہے جس سے یہ متعلق ہوگی وہ شے حادث اور مخلوق ہوگی سو

تکوین پر قبضہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف خدا کی شان ہے کہ کُن کے اور وہ چیز وجود میں آجائے
قرآن کریم میں ہے:

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون ۱

ترجمہ: اس کا امر یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے تو کہے کُن (ہو جا) سو وہ ہو جاتی ہے

تکوین کی حقیقت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں

تکوین یکے از صفات حقیقیہ واجب الوجود است تعالیٰ و تقدس اشاعرہ
تکوین را از صفات اضافیہ مے دانند و قدرت و ارادہ را در ایجاد عالم کافی
مے انگارند اما حق الست کہ تکوین صفت حقیقیہ علیحدہ است ماوراء قدرت
وارادہ ۲

ترجمہ: تکوین اللہ تعالیٰ واجب الوجود کی صفات حقیقیہ میں سے ہے اشاعرہ تکوین
کو صفت اضافی سمجھتے ہیں اور عالم کی پیدائش میں اللہ کی صفت قدرت و ارادہ کو کافی
میں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صفت تکوین صفت قدرت اور ارادہ سے علیحدہ ایک حقیقی صفت
یہ اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و نظریات ہیں۔ اب ان کے بالمقابل یہ

عقیدے بھی دیکھئے: مصطفیٰ رضا خاں اپنی کتاب شرح استمداد میں لکھتے ہیں،
”اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب التکوین کا ہے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں
فوراً ہو جاتی ہے جسے کُن کہا وہی ہو گیا ۳

کُن کہہ کر فیکون کی شان دکھانا اور اس چیز کو عدم سے وجود میں لانا قرآن کریم کے ارشاد
کے مطابق صرف خدا کی شان ہوتی، اولیاء اللہ میں سے یہ کسی کا مقام نہیں کہ کُن کہہ کر جہاں بنا

ڈالے، مگر مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کُن فیکون کی شان اولیاء کی ہے اور پورے جہان میں ان اولیاء کا حکم نافذ ہے اور انہی کا ہر چیز پر قبضہ ہے۔ گویا خدا چھٹی پر ہے اور اس کے یہ نائب ہی دُنیا کا یہ سارا کام چلا رہے ہیں۔ کُن پر اب انہی کا قبضہ ہے۔ موت و حیات اور خوشی و غمی ہر چیز انہی بزرگوں کی طرف سے آتی ہے (معاذ اللہ)

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

ان کا حکم جہاں میں نافذ قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں
 قادر کُل کے نائب اکبر کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
 ماتم گھر میں ایک نظر میں شادی شادی رچاتے یہ ہیں لے

اہل اسلام کے ہاں یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ گھروں کے ماتم اور خشتیاں سب اسی کے قبضے میں ہیں، زندگی اور موت اور شفا وہی دیتا ہے۔ بریلوی مذہب کے لوگ ان سب کاموں میں نیا بت الہی کی تاویل کر کے یہ سب قدرتیں اور طاقتیں اولیاء اللہ میں مانتے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کے لیے انہی سے مرادیں مانگتے ہیں اور انہی کو شر و خیر کا مالک سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے تنوینی کام اولیاء اللہ کے سپرد کر دے اور وہ اپنی چاہت اور مرضی سے جس سے چاہیں مصیبتیں دُور کریں اور جن پر چاہیں غم اور ماتم لائیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف اولیاء اللہ کی مرضی اور چاہت اگر کہیں آپس میں ٹکرا جائے، ایک دلی کسی کو لڑکا دینا چاہے اور دوسرا اُسے لڑکی دینے کا فیصلہ کرے تو اس صورت میں کیا وہی فساد کائنات پیدا نہ ہوگا جس کا قرآن کریم نے دو خداؤں کی صورت میں اندیشہ بیان کیا تھا۔ سورۃ البیاعہ میں ہے -

لَوْ كَانَ فِيهَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ بَلَا

ترجمہ: اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو زمین و آسمان دونوں فاسد پڑ جاتے اگر کہیں کہ اولیاء اللہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتے صرف حکم الہی نافذ کرتے ہیں،

ان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا تو یہ اسی عمارت کا گرنا ہے جو بریلویوں نے بڑی محنت سے کھڑی کی تھی۔ مولانا احمد رضا خان کے صاحب زادہ صاحب نے لکھا ہے۔

جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے "کن" کہا وہی ہو گیا ہے
خدا کے تشریفی نظام میں پیغمبر خدا کے ترجمان ہوتے ہیں، پیغمبر اپنی چاہت اور اپنی پسند سے خدا کی ترجمانی نہیں کرتے ہر متن خدا کے ماتحت ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى

ترجمہ: اور آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے صرف وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے
خدا کے اس تشریفی نظام کے ترجمان پیغمبروں کے بعد صحابہ کرام اور ان کے بعد اکابر ائمہ علم ہیں۔ ان میں سے کسی کا بیان اور فتویٰ ان کی اپنی مرضی سے نہیں ہوتا کہ جسے چاہیں مکروہ کر دیں اور جسے چاہیں مباح کر دیں بلکہ اصل قوتِ حاکمہ کتاب و سنت کی دلیل ہوتی ہے۔ ہاں ان مسائل کی دریافت میں ان کے اپنے فہم اور وسعتِ مطالعہ کا ضرور دخل ہوتا ہے تاہم اس سے خدا کے تشریفی نظام میں کوئی کڑ بڑ نہیں ہوتی۔ جو صحیح بات کو پالے وہ دگنے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو کوشش کے باوجود صحیح بات نہ پاسکے اس کی وہ بات شرعاً خطا ہی ٹھہرے گی یہ بات علیحدہ ہے کہ اس پر بھی اسے تلاش حق کی جدوجہد کے باعث ایک اجر مل جائے۔ خدا کے تشریفی نظام میں کہیں کڑ بڑ واقع نہیں ہوتی، لیکن اس کے تکنیکی نظام میں اگر کہیں دو فیصلے آپس میں ٹکرائیں تو کائنات کی گاڑی پھر کہیں چل نہ سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے کن فیکون کے نظام پر کسی کا قبضہ نہیں۔ افسوس کہ ہم مولانا احمد رضا خان کی اس بات سے کبھی اتفاق نہیں کر سکے:

ان کا حکم جہاں پر نافذ قبضہ کل پر رکھاتے یہ ہیں
قادر کل کے نائب اکبر کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

کن فیکون کے سارے اختیارات

انتہائی آفسی ہے کہ بریلوی مذہب میں مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا، اولاد دینا، شفا دینا وغیرہ سب خدائی قدرتیں اور کن فیکون کے سب اختیارات بھٹائے الہی حضور پاک کو بلکہ ساتھ ہی ان سے حضرت غوث پاک کو بھی حاصل ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں حدائق بخشش میں لکھتے ہیں۔
دیکھئے پلٹے۔ اعد سے احمد اور احمد سے تجھ کو۔ کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث
مولانا احمد رضا خاں نے کن فیکون کے احکام تکوینی کو احکام تشریعی پر قیاس کرنے کی یہاں اصولی غلطی کی ہے۔ آپ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

احکام الہیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) تکوینیہ مثل احياء و اموات (زندہ کرنا، دراز کرنا) و قضاے حاجت و دفع مصیبت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح و شکست و غیرہ عالم کے بند و است (۲) دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک اور بروجہ عطائی اور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں الامن و العلی ص ۱۳۳

مولانا احمد رضا خاں یہاں یہ سمجھا رہے ہیں کہ کن فیکون کے تکوینی امور ان کے سب اختیارات اگر بھٹائے الہی اولیاء کرام میں تقسیم کر لیے جائیں تو یہ شرک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بریلوی مذہب میں اولیاء اللہ کو حقیقی طور پر خدائی طاقتوں کا مالک سمجھا جاتا ہے اور اسی تصور اور عقیدہ سے یہ لوگ ان کی درگاہوں پر حاضری دیتے ہیں اور ان کو اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں۔

اگر خان صاحب اصحاب التکوین سے وہ اولیاء مراد لیتے جو خدا کے تکوینی نظام میں بمنزلہ آلہ اور جارحہ کار فرما ہوتے ہیں اور ان کا ان امور میں کوئی اختیار نہیں ہوتا جیسے ملک الموت

کاکسی کو موت دینے میں اپنا کوئی اختیار نہیں تو اس تکوین کی اسناد غیر خدا کی طرف بیشک شرک نہ تھی، لیکن کریں کیا خان صاحب تو بر ملا ان کے لیے کن فیکون کے اختیارات کے قائل ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان اولیاء کرام کا اپنا حکم جہاں میں نافذ ہوتا ہے اور ہر چیز پر انہی کا قبضہ ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ولایت کا فیض تمام اولیاء اللہ تک پھیلا ہوا تھا اور پورے عالم امکان میں ان کے روحانی اثرات تھے، لیکن اس سے یہ بات ہرگز نہیں نکلتی کہ ان کے ہاتھ میں کن فیکون کے اختیارات تھے۔ عالم امکان اور کن فیکون کے اختیارات میں زمین و آسمان کا سا فرق ہے۔

تکوینی امور ان کے سپرد ہوں جیسے بعض تکوینی کام حضرت خضر کے سپرد تھے بلکہ ان کا حکم آسمانوں تک بھی چلے تو یہ سب اسبی درجے میں ہو گا جیسے اللہ تعالیٰ بعض تکوینی امور فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور انہیں سرانجام دینے کی قوت اور اختیارات انہیں عطا کیے جاتے ہیں۔ یہ اصحاب التکوین بسم اللہ حنث کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کن کہہ کر اس فعل کو وجود بخشتا ہے۔ اس پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اصحاب التکوین کلیۃً امر الہی کے تحت ہوتے ہیں کن فیکون کی طاقت ان کے پاس نہیں ہوتی کہ کن کہہ کر جہاں پیدا کر دیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا اشعار پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کل امور پر حضرت شیخ کے قبضہ اور تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور وہ تکوینی کام میں نہیں بلکہ کن فیکون کے اختیارات کے ساتھ۔ اگر یہ شرک نہیں تو کون سا ایمان ہے؟

ہم مولانا احمد رضا خاں کو تاویل کا حق ضرور دیتے ہیں کہ ان کی مراد محض روحانی امور ہیں

یہ بات گواہی جگہ حقیقت ہے لیکن اسے عقیدہ نہیں کہا جاسکتا۔ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہو جو بات بزرگوں کے مشاہدات و تجربات سے معلوم ہو وہ ولایت کے ذوقی امور تو ہو سکتے ہیں اور اپنے حلقوں میں مقبول و مختار بھی لیکن اسے عقیدہ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا کہ اس کے منکر کو گمراہ اور بے دین کہا جاسکے۔

گئے، لیکن کیا کریں ایک لفظ ہوتا تو اسے مجازی معنی پر محمول کر لیتے، لیکن جب ایک مفہوم متواتر اور مکرر لفظوں میں بیان ہو جیسے ذی نصرت، مازون، مختار اور مدبر کائنات جیسے الفاظ ایک مفہوم کے لیے یکے بعد دیگرے آئیں تو سوائے حقیقت کے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ مولانا احمد رضا خاں کا یہ شعر سب کے سامنے ہے اس پر غور کریں کہ آپ نے تاویل کی کونسی گنجائش اس میں چھوڑی ہے:

ذی نصرت بھی ہے مازون بھی مختار بھی ہے کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدِ قادر
اس قدر جرات تو مشرکینِ عرب کو بھی نہ ہوئی تھی کہ اپنے معبودوں کو مدبر کائنات قرار دیں۔
ان سے پوچھا جاتا مَن یَدِ بَرِّ الْمَؤْمَرِ تو جواب میں یہی کہتے اللہ ہی کارِ عالم کا مدبر
ہے۔ بایں ہمہ قرآنِ کریم انہیں مشرکوں میں شمار کرتا ہے مگر بریلوی ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

اہل بیت کی تکوین سے نسبت

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت طاہرہ قیامت تک باقی رہے گی اور آخری خلیفہ راشد حضرت مہدی آپ کی اولاد میں سے ہوں گے تقریباً سب اہل اسلام تکوین کائنات اور قیام عالم کو حضورؐ کی ذریت طاہرہ سے وابستہ مانتے ہیں لیکن یہ بات اب تک کسی امام نے نہیں کہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو کن فیکون کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ لفظ تکوین سے مغالطہ کھا کر کن فیکون کے خدائی اختیارات مخلوق کے لیے ثابت کرنا اسلام کے عقیدہ توحید کے سراسر خلاف ہے۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ میدانِ کربلا میں کن فیکون کے سارے اختیارات رکھتے ہوئے شمر لعین کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بریلوی اسلام کے عقیدہ توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مشرکینِ عرب کے عقیدہ سے مختلف ہیں۔

فرقہ مفوضہ کے عقائد

شیعوں میں ایک فرقہ مفوضہ بھی ہوا ہے۔ تفویض کے معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ فرقہ مفوضہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کن فیکون کی باگ ڈور اور تدبیر کائنات آئمہ اور اولیائے سپرد کر رکھی ہے۔ اکابر اہل سنت ہمیشہ اس کی تردید کرتے رہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلق عالم (جہاں کو پیدا کرنا) اور اس کی ربوبیت (اسے چلانا) اپنی کسی مخلوق کے سپرد کر دے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ باطل فرقوں میں ان لوگوں کو بھی کھڑا کرتے ہیں جو یہ اعتقاد رکھیں کہ دنیا کو پیدا کرنے اور تدبیر کائنات کے اختیارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطلائے الٰہی حاصل تھے۔ حضرت شیخؒ کہتے ہیں:

المفوضۃ فہم القائلون ان اللہ فوض تدبیر الخلق الی
الائمہ وان اللہ اقدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خلق

العالم وتدبیرہ ۱

ترجمہ: مفوضہ فرقے کے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کائنات آئمہ کے سپرد کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جہاں کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر پر قدرت بخش رکھی ہے۔

آئمہ اہل بیت کا بھی یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا جو ان کے غلط پیروں نے ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا:

هل فوض اللہ الامر الی عبادہ ۲

کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے کام اپنے بندوں کو سونپ رکھے ہیں

اس پر امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اجل من ان یفوض الربوبیۃ الی العباد
 اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد کر دے
 محقق اہل السنۃ والجماعۃ علامہ سید شریف جرجانیؒ (۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:

المفوضۃ قالوا ان اللہ فوض خلق الدنیا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 ترجمہ: مفوضہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا پیدا کرنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر رکھا ہے

بریلوی مفوضہ کے نقش قدم پر

مولانا احمد رضا خاں نے سنی مسلمانوں کو اپنے مسک سے بچلانے اور فرقہ مفوضہ کے
 نقش قدم پر لانے کے لیے اس نظریہ کی بہت اشاعت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غوث پاکؒ کو تدبیر کائنات اور کن فیکون
 کے سارے اختیارات سپرد کر دیے ہیں اور اب جملہ کاروبار عالم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
 ہی سرانجام دے رہے ہیں۔ لوگوں کی زندگی و موت، صحت و بیماری، رزق و تنگدستی سب آپ
 ہی تدبیر فرماتے ہیں۔

اسلام کی رُو سے اللہ رب العزت بے شک بادشاہ ہے، لیکن اس کا کوئی وزیر نہیں۔
 وزیر کا معنی ہے ”بوجھ اٹھانے والا“ بادشاہ کا وزیر اعظم اس کی طرف سے سلطنت کا بوجھ اٹھاتا
 ہے۔ اللہ رب العزت کے لیے نظام کائنات اور تدبیر امور کوئی بوجھ نہیں، نہ وہ کام سے تھکتا ہے
 نہ بیک وقت سب کی طرف متوجہ ہونے میں اسے کوئی مزاحمت ہے نہ اسے کبھی آرام کی حاجت ہے
 کوئی نبی خدا تعالیٰ کا وزیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وزیر وہ جو بادشاہ کی ضرورت
 پوری کرنے کے لیے اس کی مدد کرے اور سلطنت کا بوجھ اٹھائے۔ رب
 تعالیٰ ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔ ۱۷

مگر بریلوی مذہب یہ ہے :

مگر اس کلمہ محمد کو اللہ کے ساتھ بہت ہی مناسبت ہے جس سے

معلوم ہوا کہ رب سلطان اور محمد رسول اللہ وزیر اعظم لے

یعنی وہی رب تعالیٰ جو پہلے ضرورتوں سے پاک اور مدد سے بے نیاز تھا، اب وزیر اعظم کا طلبگار ہو گیا جو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی امداد کرے۔

بزرگوں نے سچ کہا کہ مشرک کبھی ایک ڈھب نہیں بٹھتا اور کسی ایک پہلو پر اسے سکون نہیں ہوتا۔

ادھر کہتے نہیں بنتی ادھر کہتے نہیں بنتی کبھی وہ بات کہتے ہیں کبھی یہ بات کہتے ہیں

دل چاہتا ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی پریشانی بھی یہاں ذکر کر دیں :

خدا کہتے نہیں بنتی خدا کہتے نہیں بنتی خدا پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو لے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو کن مکن کے پورے اختیارات

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ جنہوں نے مفوضہ کی بر ملا تردید فرمائی تھی، پر ہی اپنے عقیدہ تفویض کی مشق شروع کر دی۔ انھیں مخاطب کرتے ہوئے آپ اپنے عقیدہ تفویض کا یوں اظہار کرتے ہیں :

احد سے احمد اور احمد سے سب تجھ کو کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

تصوف والے سب مظہر ہیں تیرے تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث ۳

(سلیس) احد (اللہ تعالیٰ) سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضورؐ سے آپ کو لے غوث پاک کن فیکون کے کل اختیارات حاصل ہیں۔ آپ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں نہ کریں، دُنیا میں جن کے سپرد بھی کسی قسم کا کوئی تصرف ہے، وہ سب آپ کے آگے نائندے ہیں۔ ان کے

پیچھے حقیقی فاعل آپ کی ہی ذات ہے جو تدبیر کائنات کر رہی ہے۔
ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے کارِ عالم کا مدبّر بھی ہے عبد القادر ^{رحمہ}
(سلس) حضرت شیخ عبد القادر ^{رحمہ} تصرف بھی فرماتے ہیں، اذن یافتہ میں پورے اختیارات
رکھتے ہیں، دُنیا کے پورے کارخانے کو آپ ہی چلا رہے ہیں، تدبیر کائنات آپ کے ہی سپرد
ہے۔ آپ ہی مدبّر کائنات ہیں۔

یہاں بے اختیار دل چاہتا ہے کہ قرآن پاک کی آیت شریفہ نقل کر دی جائے جس سے
واضح ہوتا ہے کہ تدبیر کائنات اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ شَيْعِ الْاِمْنِ بَعْدَ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رُبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ^{رحمہ}

ترجمہ: وہی کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا
نہیں۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ سو اسی کی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔
ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ السَّمٰوٰتِ اِلَى الْاَرْضِ ^{رحمہ}

ترجمہ: وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ^{رحمہ} کی خدائی طاقتوں
میں اتنے کھوئے جا چکے تھے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا ہی بروز سمجھتے تھے۔

حضرت کا خدا پر رُعب

بریلوی عقائد کے مطابق حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ^{رحمہ} اس قدر اُونچے جا چکے تھے

کہ خدا بھی اُن کے حکم سے چلتا تھا۔ حضرت شیخ عالم بشری میں تو بہت بعد میں آئے، لیکن ان کے عقیدے میں ان کا وجود زمین و آسمان کے بننے سے پہلے بھی قائم تھا۔ مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

بنی غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

قرآن کریم اس باب میں کیا کہتا ہے یہ بھی سن لیجئے:

ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان

امسكهما من احد من بعده ؕ انه كان حليما غفورا ۝

ترجمہ: بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ جائیں اور اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی بھی انہیں تھام نہیں سکتا۔ بیشک وہ بار بار ہے بخشنے والا۔

شیخ کو سورج روزِ سلام کرتا ہے

مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس وقت بھی صاحبِ سند تھے جب سورج ابھی طلوع نہ ہوا تھا اور ماہ و سال کی یہ گردش قائم نہ ہوئی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ مجھ پر سلام نہ کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، اسی طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے ہیں اور مجھے ہر ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں۔ ۛ

اگر حضرت شیخ خود تدبیرِ کائنات کر رہے ہوتے اور مدبرِ عالم ہوتے جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے لکھا ہے تو وہ خود سال و ماہ اور ہفتہ و دن سے ہونے والے امور کی اطلاع کیوں پا

رہے ہوتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں ان لوگوں کے ہاں صرف حضرت شیخ کے قدیم ہونے کا ایہام پیدا کرنا مقصود تھا، اس لیے تدبیر کائنات یہاں ان کے سپرد نہ بتلائی گئی جو بات غیر الہی نظام پر موقوف ہو اس میں اسی طرح کے تضادات ہوتے ہیں حضرت شیخ ان کے ہاں اگر قدیم ازلی نہیں تو کم از کم باقی مخلوقات پیدا ہونے سے پہلے ضرور موجود تھے۔

اہل علم حضرات اولیاء کرام سے کبھی اس طرح کی بات سُنیں تو اسے ان کے مقامات پر محمول کرتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فنا فی اللہ کے مقام پر اگر کہیں کہ سورج طلوع سے پہلے مجھے سلام کرتا ہے تو اسے اپنا عقیدہ بنانا ہرگز درست نہ ہوگا بلکہ یہی سمجھا جائے گا کہ سورج طلوع سے پہلے اللہ رب العزت کے حضور میں سجدہ کرتا ہے جیسے وہ غروب کے وقت سجدہ کرتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

فانہا تزہب حتی تسجد تحت العرش (صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۵۴)

سورج چلتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرے

حضرت شیخ جب ایسی بات کہیں کہ سورج طلوع یا غروب سے پہلے مجھے سلام کرتا ہے تو مومن کو چاہیے کہ اسے اس حدیث کے مطابق خدا کی بات سمجھے اور حضرت شیخ کے متعلق یہ خیال کرے کہ آپ اللہ کی طرف سے یہ بات بتا رہے ہیں نہ کہ اپنی طرف سے۔

گفتہ اوگفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یہ بات اخذ کرنا کہ یہ مقام حضرت شیخ کا ہے کہ سورج طلوع سے پہلے ہر روز انہیں سلام کرتا ہے اور حضرت شیخ جب یہ بات کہہ رہے تھے اس وقت وہ کسی خاص مقام ولایت پر نہ تھے بریلوی مذہب میں ہی لائق قبول ہو سکتا ہے اور نہ سلیم فطرت انسان تو یہی کہیں گے کہ اللہ کی ذات اس لائق ہے کہ سورج ہر روز بوقت طلوع و غروب اسے سجدہ کرے۔

فرد مغوضہ اور ان کے جانشین بریلوی حضرات بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ اگر تدبیر کائنات صرف اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم

(بانٹنے والا) کس لیے بنایا؟ قاسم کا مطلب یہی ہے کہ اب جملہ تقسیمات پر انہی کا ہاتھ ہے اور آپ اگر یہ سدا اختیار تقسیم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سپرد کر دیں اور خود آرام فرمائیں تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔

حدیث انما انا قاسم کی تشریح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 من یرد اللہ بہ خیرًا یفقهہ فی الدین وانما انا قاسم یعطی
 اللہ ولن یزال امر ہذہ الامة مستقیمًا حتی تقوم الساعة او
 حتی یأتی امر اللہ لہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اور میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے اور اس اُمت کا معاملہ ہمیشہ سیدھا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یا یہ کہ کوئی حکم خداوندی آجائے۔

آپؐ نے جس بیباق میں اپنے قاسم ہونے کو بیان فرمایا وہ علم کا موضوع ہے۔ اس سے مراد علمی فیوض و برکات کی تقسیم ہے۔ علم کا مخزن خدا کی ذات ہے۔ اس نے وحی متلو (قرآن) اور وحی غیر متلو (حدیث) کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم و معارف کی دولت عطا فرمائی۔ آپؐ نے پھر آگے انہیں تمام دُنیا میں پھیلایا۔ ہر کسی نے اس علمی دولت کو اپنے اپنے طرف کے مطابق حاصل کیا اور حضورؐ یہ نعمتیں پھیلاتے چلے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی علمی فیوض و برکات کو پھیلانے اور بانٹنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ علماء اہل سنت میں سے کسی نے اس حدیث سے کن فی کون کے اختیارات

رزق دینا، اولاد دینا، شفا دینا، زندگی دینا وغیرہ کی نعمتیں دینا مراد نہیں لی۔ علمی فیوض و برکات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائے ان میں سے بھی ہر ایک کو اتنا ہی ملا جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر فرمادیا اور وہی ان کا دینے والا تھا۔

آفتاب کا نور ہر جگہ پھیلتا ہے لیکن ہر جگہ اور ہر چیز اپنی فطرت اور اپنے ظرف کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علمی فیوض و برکات کو اعملاً عام پھیلائے، لیکن ہر ایک نے انہیں اپنے فہم و استعداد کے مطابق حاصل کیا۔ پس دینے والا وہی ایک ہے جو فہم اور استعداد عطا فرماتا ہے اور فیض پالینے کے فیصلے فرماتا ہے۔ حضرت علامہ توربشتی حنفی مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انما انا قاسم کا اشارہ اس

طرف ہے: ما یلقى الیہم من العلم والحکمة
جو علم انہیں پہنچایا جائے اور حکمت انہیں دی جائے
محدث کبیر ملاحی قاریؒ فرماتے ہیں:

انما انا قاسم ای للعلم واللہ یعطی الفہم فی العلم بمبناہ
والتفکر فی معناہ والعمل بمقتضاہ لے

ترجمہ: میں بانٹنے والا ہوں یعنی علم کا اور اللہ دینے والا ہے یعنی اس کے
مبنی کی سمجھ اس کے معنی میں غور اور اس کے تقاضوں پر عمل۔

اس سے پتہ چلا کہ اس کے مبنی کی سمجھ معنی کی حقیقت اور عمل کی توفیق سب خدا کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے اور جتنا چاہے دے کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ ہاں ان کے پھیلانے اور تقسیم عام کرنے کی فترت داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپی گئی۔ حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ان الامر کلہ بید اللہ وهو المعطى لمن شاء ما شاء لے

ترجمہ: بیشک سب اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہ دینے والا ہے جسے چاہے اور جتنا چاہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ غنائم کی تقسیم کے موقع پر بھی اپنے لیے قائم کا لفظ استعمال فرمایا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ تصریح فرمائی کہ میں اسی طرح ان کی تقسیم کرتا ہوں جس طرح مجھے حکم دیا گیا ہے، یعنی یہ تقسیم بھی میرے اپنے اختیار اور مرضی سے نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما اعطیکم ولا امنعکم انا قاسم اضع حیث امرت لہ

ترجمہ: میں تمہیں نہ دیتا ہوں نہ روکتا ہوں میں تو بانٹنے والا ہوں، وہیں رکھتا ہوں جہاں کا مجھے حکم ملتا ہے۔

امام نووی (۷۴۹ھ) صدقات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معناه ان المعطی حقیقۃً هو اللہ تعالیٰ ولست انا معطیا وانما انا خازن علی ما عندی ثم اقسم ما امرت بقسمته علی حسب ما امرت بہ فالامور کلها بمشیئۃ اللہ تعالیٰ وقد سیرہ
والانسان مصروف مردوب لہ

ترجمہ: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دینے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے، میں دینے والا نہیں ہوں۔ خدا نے مجھے خازن بنلایا ہے، میں اسی کے حکم کے تحت اس کی تقسیم کرتا ہوں۔ سب معاملے اللہ تعالیٰ کی مشیت تقدیر کے تحت ہیں اور انسان تو تصرف اور تربیت کے تحت ہیں۔

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ اکابر اہل سنت کے نزدیک اصل حدیث کا تعلق علی فیوض و برکات سے ہے یا غنائم و صدقات کی تقسیم سے جو حضورؐ کا امر الہی سرانجام دیتے تھے۔ محدثین ان احادیث کو علم اور غنائم کے ابواب میں ہی روایت کرتے ہیں۔ کسی نے اس حدیث کو رزق

کے فیصلوں اور اس کی تقسیم سے متعلق نہیں کیا۔

اب مولانا احمد رضا خاں کو دیکھئے کہ اس حدیث کو کہاں سے اٹھا کر کہاں جاچپاں کرتے ہیں:

رب ہے مٹھی یہ ہیں مت سم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں ۔
 پھر دیکھئے رزق کی یہاں تقسیم مراد نہیں رکھی بلکہ رزق کھلانا آپ کی طرف نسبت کیا ہے۔ کوئی شخص جب تحریف پر آجائے تو بات کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔ کجا ان اکابر اہل سنت کی تصریحات اور کجا اہل بدعت کی یہ تحریفات۔ فانی اللہ الشکی۔ یہ لوگ اس تحریف میں پھر یہاں تک بڑھے کہ حضور کو سب اختیارات کا مالک قرار دے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منشی (دکڑک) لگا دیا جو قلمدان اٹھائے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کو منشی کہنے کی گستاخی

بریلوی مذہب میں خدا تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا منشی بن کر قلمدان لیے ساتھ ساتھ تعیل حکم کرتا جائے۔ (معاذ اللہ واستغفر اللہ)

نعمتیں بانٹنا جس طرف وہ دیشان گیا۔ ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا ۔
 (تشریح) مولانا احمد رضا خاں حدیث انہا انا قاسم واللہ یعطی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (کہ حضور بانٹنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں) فرماتے ہیں کہ حضور نعمتیں بانٹتے ہیں مگر یہ نہیں کہتے کہ دینے والا اللہ ہے، بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ تو حضور کا منشی لگا ہوا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

رہا یہ سوال کہ خدا آپ کا منشی بنا قلمدان اٹھائے کہاں کہاں ساتھ پھرتا ہے اس کا جواب مولانا احمد رضا خاں نے نہیں دیا۔ یہ کسران کے اسکندر کھنوی نے پوری کر دی۔ انکے پیر نتوانست کہ دپسر تمام کر دے اُنکے ہاں خدا مدینہ کی گلیوں میں پھرتا تھا۔

خدا مدینے کی گلیوں میں

جناب اسکندر لکھنوی صاحب لکھتے ہیں :

خدا تجھے یا خدا نہ جانا مگر خدا سے جدا نہ جانا

خدا کے محبوب تیرے صدقے خدا کو پایا تری گلی میں

اسکندر لکھنوی صاحب کی اس کتاب پر مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا احمد

سعید کاظمی اور مولوی غلام علی ادکاڑوی تبسوں کی تقریظیں موجود ہیں۔ یہ اس بات

کا جلی ثبوت ہیں کہ بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں خدا چلتا پھرتا تھا۔

حضورؐ تو نعمتیں بانٹتے تھے اس لئے پھرتے تھے خدا وہاں کس لئے ساتھ ساتھ تھا ؟

بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا قلمدان اٹھائے ساتھ ساتھ تھا کہ آپؐ جو دیں خدا اسے لکھتا رہے۔

مولانا احمد رضا خان کا عقیدہ توحید آپؐ نے دیکھ لیا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ آپؐ توحید

کے چشمہ صافی کو اپنے لیے کتنا گدلا کر چکے تھے۔ آپؐ کا عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

کے بارے میں اس قدر غلو آمیز تھا کہ آپؐ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ پر بھی حضرت شیخ کا رعب چلتا

حضرت غوث پاک کا خدا پر رعب

بریلوی مذہب میں خدا صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت نہیں۔ آپؐ پہلے

چڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کے منشی ہیں اور ساتھ ساتھ قلمدان اٹھائے پھرتے ہیں بلکہ اس

ذات جل و علا پر حضرت غوث پاک کا بھی رعب چلتا ہے۔ سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی میں

ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث پاک اپنی مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔

ابھی وعظ فرما ہی رہے تھے کہ پانی برسنے لگا، سننے والے کچھ پریشان

ہونے لگے۔ آپؐ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب سے عرض کیا

کہ اے رب العزت میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا ذکر سنا رہا ہوں اور تو
پانی برسا کر سننے والوں کو پریشان کر رہا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کا آنا فرمانا
تھا کہ مسجد کے چاروں طرف شدت کی بارش ہوتی رہی مگر مسجد میں ایک
قطرہ پانی کا نہیں آتا تھا۔ ۱

یہ وہ باتیں ہیں جو مریدوں نے اپنے پیروں کے بارے میں تصنیف کر رکھی ہیں لیکن حقیقت کے
طالب مریدوں کی عقیدت مندی سے نہیں بزرگوں کی اپنی حق پسندی سے حقیقت کا درس
لیتے ہیں اور یہی مرید صادق ہوتے ہیں۔

غوث کے بغیر زمین و آسمان نہیں رہ سکتے

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے ۲

مولانا احمد رضا خاں حضرت غوث پاک کی طرف نسبت کر کے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک مجھ پر سلام نہ کرے۔ نیا سال جب
آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا
ہے۔ اس طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے اور مجھے ہر ہونے
والی بات کی خبر دیتے ہیں ۳

بریلوی صرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو ہی خدا کے ساتھ شریک نہیں کرتے دیگر اولیاء کرام
کے بارے میں بھی ان کا یہی عقیدہ ہے۔ کیا حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے پہلے زمین و آسمان اور سولج
نہ تھے۔ اگر تھے تو وہ یکے قائم ہوئے اور یکے قائم رہے تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کو خدا پر فضیلت دینا

ایک دفعہ حضرت جنید بغدادیؒ دریائے دجلہ کو زمین کی طرح پارہے تھے اور اللہ اللہ کہہ رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر ایک اور شخص نے اسی طرح دریا پار کرنے کی استدعا کی، اس پر مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ :

فرمایا یا جنید یا جنید کتا چلا آ۔ اس نے یہی کیا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا کے پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلاتے ہیں، میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پگھلا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید، جب کہا دریا سے پار ہوا۔ ۱

بزرگانِ دین کے عقیدے معلوم کرنے ہوں تو ان حضرات کی اصل کتابوں میں دیکھئے مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں میں نہیں، ہم یہاں چند مثالیں پیش کیے دیتے ہیں :

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ توحید

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ :

۱۔ اللہ والوں کو خوب معلوم ہے کہ مخلوق عاجز و کالعدم ہے۔ ان کے ہاتھ میں ہلاکت ہے نہ سلطنت، نہ ان کے قبضے میں دو تندی ہے نہ مفلسی، نقصان ہے نہ نفع، ان کے نزدیک خدا نے بزرگ و برتر کے سوا نہ کوئی بادشاہ ہے نہ صاحب اختیار، اس کے سوا دینے لینے والا کوئی نہیں، فائدہ نقصان بھی کوئی نہیں پہنچا سکتا، اس کے سوا نہ کوئی زندہ کرتا ہے نہ مارتا ہے۔ ۲

۲۔ جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر نہیں نکل سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے، بادشاہوں سے، حاکموں سے، موبیا داروں سے، امیروں سے اور دھوکہ درد میں طیبوں سے۔ جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا تو اپنے پروردگار کی طرف گریہ و زاری حمد و ثنا سے رجوع کرتا ہے اور ہمیشہ سوال و دعا اور حاجت مندی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے دعا سے بھی تھکا دیتے ہیں اور اس کی دعا قبول نہیں کرتے، یہاں تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں۔ اس وقت اس پر پوری تقدیر جاری ہوتی ہے اور وہ روح خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین موحّد بنتا ہے۔ قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے نہ حرکت اور سکون دینے والا، نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی اور برائی نفع اور نقصان بخش اور محرومی کشائش اور بندش موت اور زندگی عزت اور ذلت اور بلندی اور غریبی ہے ۱۔

۳۔ زندگی اور موت، خوشی اور غم سب کچھ نبیوں اور ولیوں کو بھی اسی کی طرف سے آتے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ ۲۔

۴۔ جو شخص مخلوق سے خواہ اللہ کے کہتے ہی پیارے ہوں نفع اور نقصان کی امید رکھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ سے نہ ڈرے اور اس کے بندے سے ڈرے جو خود دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ ۳۔

۵۔ اپنے آپ پر خدا کے تقویٰ کو لازم رکھو، اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھاؤ نہ کسی سے امید رکھو، تمام حاجتیں اللہ کو سونپ دو، اس کے سوا کسی پر تکیہ نہ کرو، سب کچھ اسی سے طلب کرو اور اللہ سبحانہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو، توحید پر قائم رہو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔ ۴۔

۶۔ اللہ کے سوا نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اللہ کے سوا کوئی دافع بلیات نہیں۔
 اللہ کے سوا کوئی بھلائی پہنچانے والا نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی بیمار کرنے والا نہیں،
 کوئی آزمائش میں ڈالنے والا نہیں، کوئی صحت دینے والا نہیں، کوئی نجات دینے
 والا نہیں، لہذا مخلوق میں مشغول نہ ہو، نہ ظاہراً نہ باہتاً، کیونکہ یہ بالیقین اللہ کے
 مقابلے میں تیرے کسی کام نہیں آسکتے۔ ۱

حضرت شیخ سرہندیؒ کا عقیدہ توحید

پیغمبرانِ ماعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کہ قریب بیک لکھ و سبست و چہار
 ہزار گزشتہ اند خلائی را العبادت خالق ترغیب فرمودہ اند و از عبادت غیر منع
 فرمودہ اند و خود را بندہ عاجز و اللہ اند و از ہیبت و عظمت او تعالیٰ ترسان
 و لرزان بودہ اند۔ ————— خود را بشر مثل سائر بشر مے گفتند ۲

ترجمہ: ہمارے پیغمبر کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار کے قریب گزرے ہیں۔ ان سب پر
 درود و سلام ہو۔ سب نے مخلوق کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب دی ہے اور
 غیر کی عبادت سے منع کیا ہے اور اپنے آپ کو بندہ عاجز سمجھتے رہے ہیں اور اللہ
 تعالیٰ کی ہیبت اور عظمت سے ڈرتے اور کاہنتے رہے ہیں۔ —————

اور اپنے آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح انسان ہی کہتے رہے ہیں۔

حضرت امام ربانیؒ کی اس عبارت کو کہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے بندے تھے بے
 ادبی اور گستاخی پر محمول نہ کریں یہ کہنا کہ انھوں نے مختار کل کو بندہ عاجز بنادیا۔ ہرگز صحیح نہیں یہ
 الزام بالکل بے جا ہے اور مختار کل کا عقیدہ خلاف عقیدہ اسلام ہے۔

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

اس قسم علوم کہ اثبات نسبت نماید در میان واجب تعالیٰ و ممکن و شرع بہ ثبوت آہنہا وارد نشدہ است ہمہ از معارف سکرہ است و از نارسائی است بحقیقت معاملہ۔ ع ممکن چر بود کہ ظل واجب باشد لہ
ترجمہ: اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن کے درمیان کسی قسم کی نسبت کو ثابت کرتے ہیں اور شرع میں ان کے ثبوت کے لئے کچھ وارد نہیں ہوا۔ سب ممکن کے معارف میں سے ہیں اور اسکی وجہ حقیقت معاملہ تک نہ پہنچنا ہے۔

۔ وہ ممکن ہی کیا جو واجب الوجود کا پرتو ہو،

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان ایک برزخ ثابت کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس برزخی مرتبہ پر لانے کی کوشش کرنا جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے کیا ہے۔ شرع اس کی تائید نہیں کرتی۔ اور اس کی اجازت دیتی ہے۔

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کا عقیدہ توحید

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے، لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لادیں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کُلی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو، یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کہ آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ اسلام ہے لہ

غیر اللہ کی نذر ماننے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے

جاہل لوگ جو پیروں کے لیے بکرا مانتے ہیں یا مرع کی منت دیتے ہیں۔ یہ ایصالِ ثواب ہرگز نہیں۔ اس میں تقرب بغیر اللہ مقصود ہوتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں اہل بدعت کا ماتم کرتے لکھتے ہیں کہ اس سے ایمان جاتا رہتا ہے :-

لاکھ طرح علماء قرآن اور حدیث سے سمجھائیں کہ خدا اور رسول کا حکم کسی کی خوشی کے لیے ٹالنا نہ چاہیے۔ مگر جب گھر کی بی بی نے شیخ مدد کا بجوا یا مدار صاحب کا مرغمان لیا تو میاں کو کرنا ضروری ہے ایمان رہے یا نہ رہے۔ ۱۷

بریلویوں کا عقیدہ توحید

توحید کے چشمہ صافی کو گدلا کرنے میں بریلویوں نے جو گھناؤنے انداز اختیار کیے ہیں بطور نمونہ مشے از خروارے ہم ان میں سے بعض ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ ان میں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد اور عام بریلوی کھلانے والوں کے عقائد سب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

بشریت کے پردے میں خدا

مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور کا ٹکڑا تھے جو بشریت کے پردے میں زمین پر اترا۔ خاں صاحب لکھتے ہیں :

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نوری باری حجاب میں ہے

زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے ۱۸

پہلے مصرع میں یہ بات کہی گئی کہ بشریت کے پردہ میں آپ خدا کے نور ہیں پردہ

اٹھادیں تو واضح ہو جائے گا کہ آپ خود خدا میں (معاذ اللہ) یہاں نور باری میں اضافت تشریفی کی تاویل بھی نہیں چل سکتی، کیونکہ اضافت تشریفی سے جب شرف بیان کیا جائے تو اس کے ساتھ پردہ حجاب یا ظاہر و باطن کے تقابل کی بحث کبھی نہیں ہوتی۔ جہاں یہ الفاظ آجائیں وہاں وہ ذات پیش نظر ہوتی ہے شرف و تشریف نہیں۔ حق بات یہ ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو مخلوق نور نہیں مانتے نور خالق سمجھتے ہیں جو بشریت کے پردے میں ظاہر ہوا اور اسی پر بس نہیں بریلویوں کے عقیدے میں تو خدا تعالیٰ ہی مدینہ کی گلیوں میں چل پھر رہا تھا (معاذ اللہ) مفتی احمد یار گجرانی ایک جگہ فرماتے ہیں:

اللہ کو بھی پایا مولا تیری گلی میں لے

یہاں مولا سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جن کی گلیوں میں ان لوگوں کو خدا ملتا تھا۔ خدا کی شان میں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے۔

حضور نور مخلوق نہیں نور خالق ہیں

مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن ایک جگہ لکھتے ہیں:

نور خالق آپ کا نور السلام آپ ہیں نور علی نور السلام

دنیا میں جو چیز بھی نور ہے یا ہو سکتی ہے آپ اس سے بالا ایک نور ہیں، کیونکہ آپ نور خالق (پیدا کرنے والے کے نور) ہیں۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ خود خدا ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ پھر ایک جگہ لکھتے ہیں:

نور سے تھا بنا نور خدا کے نور کا پر نہ خدا سے تھا خدا نور خدا کے نور کا

پہلا لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، دوسرا لفظ خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھا گیا ہے اضافت تشریفی میں یہ کبھی دعویٰ نہیں ہوتا کہ یہ دو وجود آپس میں کبھی اور کہیں جدا نہیں ہوتے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

شکل بشر میں نور الہی اگر نہ ہو کیا قدر اس خمیر و مادہ مدر کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر جنت کی مٹی سے تھا اور اس کی وہ شان تھی کہ فرشتوں کا نور بھی اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا، اسے یہ کہنا کہ یہ مٹی اور پانی کا خمیرہ کچھ لائق قدر نہ تھا کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے۔ "کیا قدر اس خمیر و مادہ مدر کی ہے" میں استفہام انکاری ہے یعنی آپ کا جسد کچھ لائق قدر نہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ بریلویوں کو اس بے ادبی سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

پردے میں ہونے اور پردے سے باہر آنے کا فرق

بریلوی مولوی غلام جہانیاں صاحب صد پاپا کسٹی تنظیم ڈیرہ غازیخان خدا اور خدا کا کے فرق پر اکتفا نہیں کرتے، آپ لکھتے ہیں :

اللہ و محمد میں جو ہے فرق تو اتنا

طا لب وہی اللہ وہی احمد وہی نازک

داں پردہ نشینی ہے یہاں پردہ دری ہے

اغیار کہاں سب یار کی جلوہ گری ہے ۷

(سلیس) اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ خدا تعالیٰ پردے میں ہے اور آپ پردے سے باہر ہیں، یعنی جو پردے میں تھا وہی پیغمبر ہو کر پردے سے باہر آگیا۔ لے طالب اللہ تعالیٰ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے پیر جناب نازک کریم تینوں ایک ہیں ایک ذات کے ہی تین نام ہیں۔ اللہ احمد نازک کریم۔ یہ ایک دوسرے کے علاوہ کہاں۔

ایک میں تین اور تین میں ایک کی جلوہ گری ہے (معاذ اللہ) یہاں پر بے اختیار دل چاہتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت شریفہ تلاوت کر دی جائے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۚ

ترجمہ: بیشک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ بیشک خدا تین میں کا ایک ہے۔
پھر لکھتے ہیں:

در پردہ نورِ قدیم توئی بے پردہ رؤفِ درحیم توئی ۱
یعنی پردے کے پیچھے ہوں تو آپ ہی ذات الہی ہیں پردے سے باہر آئیں تو آپ ہی
رؤفِ رحیم ہیں۔ ایک ہی ذات جس کے دو جلوے ہیں (معاذ اللہ)

حضورؐ کے خدا ہونے کا دعویٰ

یہ بات معروف ہے کہ بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور ذات کا جزو قرار
دیتے ہیں اور ان کے داغِ جھوم جھوم کر نورِ من نورِ اللہ کی گردان کرتے ہیں اس عقیدہ
کی حمایت میں انہوں نے ایک مجموعہ نعت نور محمدؐ کے نام سے شائع کیا ہے۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے کھلے آنکھ صلی علی کہتے کہتے
حبیبِ خدا کہ خدا کہتے کہتے خدا مل گیا مصطفیٰ کہتے کہتے
حبیبِ خدا کو خدا ماننا اور حضورؐ کو خدا کہنا قطعاً کفر ہے۔ یہ مجموعہ نعت بریلویوں
نے آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر حمید بکٹ پوٹو لکھا بازار لاہور سے شائع کیا ہے۔

اس عقیدے کو مولوی محمد یار فریدی اپنی زبان میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:-
احد نال احمد نہ لایوں نہ دیکھاں حبیبِ خدا کو خدا کیوں نہ دیکھاں ۲
ہیں صورت دے اے اور بیہوش آیا محمدؐ دے اے خدا کیوں نہ دیکھاں
(نکس، اُحد اور احمد بالکل ایک ہیں۔ درمیان میں صرف ہم کا پردہ ہے۔ سو حبیبِ خدا
کو میں خدا ہی نہ کہوں، خدا وہ ذات ہے جو صورت اور شکل سے پاک ہے۔ اس بے صورت ذات
نے جب ظہور چاہا تو وہ حضورؐ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضورؐ کے پیچھے دراصل خدا ہی جلوہ گر تھا۔

ان حوالوں کو بار بار ملاحظہ کیجئے۔ ان کے عقیدے میں شرک کا دخل کیا اب بھی کسی پرے میں رہا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ان کا عقیدہ ہے کہ میم کا یہ پردہ میدانِ حشر میں اُنٹھے گا اور حضورِ خود خدا کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

حضور کو خدا کہنے کا ایک اور پیرایہ

مولوی محمد یار ایک دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رقمطراز ہیں:-
 محمد مصطفیٰ محشر میں ظہر بن کے نکلیں گے اُنٹھا کر میم کا پردہ ہویدا بن کے نکلیں گے
 حقیقت جنکی شکل بھی تماشا بن کے نکلیں گے جسے کہتے ہیں بندہ قل ہوا اللہ بن کے نکلیں گے
 بیاتے تھے جو اتنی عبد کی بنسری ہر دم خدا کے عرش پر اتنی انا اللہ کہنے نکلیں گے ۱۷

دیوان محمدی جس سے یہ حوالے لئے گئے ہیں۔ اس کا مقدمہ مولانا احمد سعید کاظمی نے مولوی محمد یار فریدی کے ایک شعر کی شرح کی صورت میں لکھا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بریلوی حلقوں میں کس طرح ان عقائد کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ فکر کی یہ مشفقہ صدا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی خدا وند امت ہیں۔ حضور کو خدا کا اوتار ماننا کیا ہندو عقائد کی ہی صدائے بازگشت نہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ گستاخی کہ آپ میدانِ حشر میں متاثر نہیں گئے۔ ایک کھٹا کفر ہے اور کسی طرح لائقِ درگزر نہیں۔ اسی پر بس نہیں بیویوں نے حضور پر اپنی چال چلتے کا الزام بھی لگادیا۔ یہی مولوی محمد یار لکھتے ہیں:-

اتھاں خود عبد مڈویندے، اتھاں حق نال بل ویندے
 داغیں کوں چکر ڈیندے، ہے اُنٹی چال کیا پچھیں ۱۸

۱۷ ایضاً ص ۱۴۹ اتنی عبدہ کا معنی ہے میں اس کا بندہ ہوں اور اتنی انا اللہ کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ ہی ہوں یعنی خود خدا ہوں۔ ۱۸

سرائیکی زبان سے سلیس اردو میں

(تارید) حضورؐ یہاں بندہ کہلاتے رہے۔ لیکن وہاں آپؐ خدا کے ساتھ جا ملیں گے۔ آپؐ دعاؤں کو چکر ہی دیتے رہے۔ اس الٹی چال کے بارے میں تم کیا پوچھتے ہو۔ (معاذ اللہ)

قرآن آپؐ کو کہے۔ انک لمن المرسلین۔ علی صراط مستقیم۔ در آپؐ رسولوں میں سے ہیں اور سیدھی راہ پر ہیں۔ اور بریلوی کہیں کہ آپؐ الٹی چال ہی چلتے رہے۔ کیا یہ قرآن کریم کا کھلا انکار نہیں الٹی چال تو بریلویوں کی ہے کہ حضورؐ کی شان میں گستاخیاں بھی کرتے جا رہے ہیں اور حضورؐ کو خداوند امت بھی کہتے ہیں۔ اسلام کیا یہی عقیدہ توحید ہے؟

حضورؐ کو خداوند اعتقاد کرنا

حبیبؐ خدا کو خدا کہتے کہتے یہ لوگ شرک میں اس طرح جا پھنسے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم خداہ اُمتی و ابی کو صریح لفظوں میں خداوند امت کہا۔ مولانا احمد رضا خاں کے خصوصی نعت گو حافظ خلیل حسن نے سہ میں مدرسہ بریلی کے سالانہ جلسہ میں یہ نظم پڑھی تھی۔

وہ عالم و فاضل وہ احمد رضا خاں	وہ سرخیل و سر لشکر اہل سنت
کیا مدرسہ دین کا جس نے قائم	ہوئی علم دیں پڑھنے والی کثرت
رضائے خدا و نبی کے متقابل	یہ کیا مال ہے جسکو کہتے ہو دولت
اگر مال ہے بھی تو ہے مال کس کا	اگر ہے بھی دولت تو کس کی بدولت
بے سبکی بدولت وہ محبوب رب ہے	خدائی کا آقا، خداوند امتؐ

عام لوگ اس لفظ خداوند سے کیا سمجھیں گے؟ حضورؐ کے بارے میں خدا ہونے کا ایہاں پیدا کرنا

شرک پروری نہیں تو کونسی ایمان داری ہے؟

حضور کے لامکانی ہونے کا دعویٰ

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ الرحمن علی العرش استوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور آپ کی ہی منزل عرش ہے، آپ ہی مکین عرش ہیں اور لامکان کی اصل روشنی آپ کی ہی ذات ہے۔

حافظ خلیل حسن صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ النور میں تشریف فرما ہونے کے تصور میں نہیں آپ کے مکین عرش ہونے کے تصور سے آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔

السلام اے عرش منزل السلام لامکان کے شمع محفل السلام لے

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہی سے سب ہے انہی کا سب ہے
نہیں ان کی ملک میں آسمان کر زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکان کے مکین ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے

وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں ۷

حضور کو خدا کا سایہ کہنا اور یہ کہنا کہ آپ ہی سے سب چیزیں موجود ہیں، زمین و آسمان سب آپ ہی کی ملک ہیں، زمانہ آپ کے حکم سے ہی گردش کرتا ہے۔ آپ ہی لامکان کے مکین اور مستوی علی العرش ہیں۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ محل کلام ہیں لیکن آخر میں خدا تعالیٰ کے ذات لامکان ہونے کے عنوان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک جمیع ممکنہ و کائنات کہنا اور تعجب خیز ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لامکان کے مکین کہا تو پھر اللہ تعالیٰ کے لامکانی ہونے کے عنوان سے خدا اور پیغمبر میں فرق کرنا خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے تخیل کی عمارت گرا رہا ہے۔

معراج کی رات خود اپنے آپ سے ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ اس رات خود اپنے آپ سے ہی ملاقات کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خود اپنے آپ سے ہی ملنے گئے تھے۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے ۱
مولانا احمد رضا خاں کے لغت خواں خاص حافظ خلیل حسن لکھتے ہیں:

آگئے مکان سے لحظے میں لامکان تک نور خدا سے جا ملا نور خدا کے نور کا ۲
ان خیالات سے آپ اندازہ لگائیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے کس بے دردی سے اسلام کے عقیدہ توحید پر تلوار چلائی ہے۔

حضور کے عین خدا ہونے کا دعویٰ

معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچے۔ ایک تفسیر کے مطابق شمع دنی فتدلیہ فکان قاب قوسین اودانی اس قرب حق کا بیان ہے۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ یہ فاصلہ بھی ایک ظاہری پردہ تھا۔ یہ پردہ اٹھے تو صاف پتہ چل جائے کہ یہ دونہ تھے حقیقت میں ایک ہی تھا، وہاں دوئی (۲) کا کیا سوال!

اٹھے جو قصردی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہ وہ ہی نہ تھے، ارے تھے ۳

یعنی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں دوہستیاں تھیں۔ یہ نہ کہنا کہ وہی ذات برحق نہ تھے، ارے وہی تو تھے۔ (معاذ اللہ)

مولانا احمد رضا خاں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :

مُظہرِ حق ہو تمہیں، مُظہرِ حق ہو تمہیں تم میں ہے ظاہرِ خدا تم پہ کر دوڑوں درود
حضور بے شک خدا کے محبوب اور اس کی سب مخلوق سے اعلیٰ اور برتر ہیں لیکن یہ عقیدہ
صحیح نہیں کہ آپ کی ذاتِ گرامی میں خدا جلوہ گر تھا۔ اسلام میں اس عقیدے کی قطعاً گنجائش نہیں
کہ حضور میں خدا ظاہر ہوا تھا۔ اسلام کی رو سے نہ کوئی خدا کا شریک ہے نہ کوئی اس کے برابر۔

مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بھی کہتے ہیں :

نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر تم اول اور آخر ابتداء تم انتہاء تم ہو
خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی اسی پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے یا تم ہو ۱
یہ بریلوی مذہب والوں کا کھلا اعتراف ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں
وہ کسی قطعی اور یقینی عقیدے پر نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حادث اور ممکن الوجود بھی نہیں مانتے
ذات واجب کے قریب ایک برزخ گردانتے ہیں۔ گمان امکان کے دونوں کناروں کی وہ پہلے
ہی نفی کر چکے ہیں اب بچا رہے پریشان ہیں کہ کیا کریں نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ہیں بالآخر
خدا پر ہی چھوڑتے ہیں کہ آپ ہیں کیا۔

اس مذہب سے ان حضرات نے اپنے تخیل کی عمارت پھر ایک دفعہ گرا دی ہے کہ دونی
کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حقیقت میں آپ وہ تھے جس نے جملہ کائنات کو وجود بخشا۔

خدا خواجہ فرید کے روپ میں

مولوی غلام جہانیاں ایک جگہ لکھتے ہیں :

نقش فرید نقش ہے رب مجید کا اظہارِ ذاتِ حق ہے سراپا فرید کا
طالب کبھی چھپا ہے چھپانے سے نورِ حق پردہ نشیں نے پردہ لیا ہے فرید کا ۲

یعنی خواجہ فرید کا نقش وہ خدا کا نقش ہے اور خدا کی ذات کا اظہار وہ خواجہ فرید ہیں۔ اے طالب نور حق چھپانے سے کبھی بھپتا نہیں ہے۔ وہ پردہ نشین والا (یعنی خدا) خواجہ فرید ہی میں (معاذ اللہ)

خدا کی تصویر

بریلویوں کے عقیدے میں خدا کی تصویر محمد یار گڑھی بختیار خاں کے پیر جیسی ہے۔ وہ لکھتا ہے
کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر مٹی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی لے
یعنی میرے پیر میں خدا کی شان اُترتی ہے یا پھر خدا خود اس میں اُترا ہوا ہے اور اسی پر بس
نہیں، حق یہ ہے کہ میرے پیر کی تصویر اللہ سے مٹی ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرت علی خدائی صفات میں

مولانا احمد رضا خاں کے نصت خواں خاص حافظ خلیل حسن اللہ رب العزت کی صفت علی
کو حضرت علی کے ساتھ ملانے کے لئے یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں:-

بے شک ہے علی کا نام نام اللہ باتیں ہیں آپ کی کلام اللہ
قامت الف دہن کو ہے "ہ" سے تشبیہ (دونوں گیسو میں دونوں لام اللہ لے
ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

ستی حضرت رب علا علی ہے علی ہے اسکا نام نہ شرک خفی نہ شرک جلی سے

خدا کی پیدائش کا عقیدہ

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ وہ ازلی
ابدی حی و قیوم ذات ہے۔ اس کی پیدائش نہیں ہوئی لم یلد و لم یولد نہ اس نے جنم نہ
جنا گیا، مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ۳۳۳ھ کو پیدا ہوئے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن الخرقانیؒ کی پیدائش ۲۵۲ھ کو ہوئی اور بریلوی حضرات بیان کرتے ہیں کہ :

(حضرت ابوالحسن الخرقانیؒ نے) یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔
اس کا مطلب سوائے اس کے کیا لیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کے ہاں خدا کی پیدائش ۲۵۲ھ کو
ہوئی۔ افسوس ان لوگوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس سے پہلے ہجرت کے ۳۷۹ سال آخر کس کے حکم
کے تحت گزرے۔ ٹھیک ہے جہاں شرک کی آمد ہوتی ہے وہاں عقل ماری جاتی ہے۔
ذات باری تعالیٰ کے بارے میں جنم کے الفاظ ایک مسلمان کے لیے کسی طرح گوارا نہ ہونے
چاہئیں، خدا کے مٹنے اور نہ مٹنے کو جنم کی جذباتی گناہ کس طرح کسی مومن کے لیے زیبا ہو سکتا ہے۔
افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق
صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں :

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلے

عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے پھڑے گلے ملے تھے ۳

جنم کے پھڑے جڑواں بچوں کو کہتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد کہیں پھڑ گئے ہوں۔ مولانا احمد رضا
خاں کے عقیدے میں یہ دونوں جوڑے تھے جو پہلے کہیں کھو گئے تھے اور معراج کی رات عرش معلیٰ
پر لگے بل رہے تھے۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)

خدا کے لیے بیٹے کی تجویز

اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں۔ قرآن کریم میں ہے :

اِنِّیْکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمْ یَّکُنْ لَہٗ صَاحِبَۃٌ ۚ ۴

ترجمہ : خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس کی بیوی نہیں

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا کا کوئی فرزند بھی ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاحِهِمْ يُضَاهَوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

قَبْلِ قَاتِلِهِمُ اللّٰهُ اِنِّىْ يُوَفِّكُوْنَ لِعَمَلِهِمْ
یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ ریس کرنے لگے ہیں اگلے کا فزوں کی
بات کی۔ ہلاک کرے اللہ ان کو کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔

مگر افسوس کہ بریلویوں کے مفتی احمد یار گجراتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بر ملا بیٹے کا
لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ہم نے پہلے یہ سمجھا تھا کہ آپ نے صرف مثال بیان کرنے کے لیے بیٹے
کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن لفظ بلا تشبیہ نے ہمیں اس حُسنِ ظن پر بھی نہ رہنے دیا۔ مفتی صاحب
اس بحث میں کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شان سنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں،
ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے منہ سے اپنے اوصاف سُنیں۔ تم ہمیں سناؤ اللہ احد
بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ محبوب فرزند سے باتیں سُنتے ہیں ۳
فرزند کا لفظ یہاں کسی مثال یا تشبیہ کے لیے نہیں کہا جا رہا۔ حضور کو بلا تشبیہ اللہ کا بیٹا کہا ہے۔

خدا سے کشتی کرنے کا تصور

جس طرح اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں لے مگر لہ کفواً احد بھی ایک
قطعی عقیدہ ہے کہ کوئی خدا کے برابر نہیں۔ کشتی ہمیشہ برابر کے جوڑوں میں ہوتی ہے جب خدا
کا کوئی مقابل نہیں کوئی اس کے برابر نہیں تو اسلام میں خدا سے کشتی کا تصور کیسے راہ پاسکتا ہے۔
افسوس بریلویوں کا عقیدہ ہے:

حضرت ابوالحسن الخرقانی نے فرمایا کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ
کشتی کی اور ہمیں بچھاڑ دیا۔ ۴

ہم تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی نے ایسا کہا ہو۔ الفاظ کی رکاکت اس روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ کشتی ہونے پر تو لفظ ”میرے ساتھ“ کہا اور پچھڑنے پر ”ہمیں“ پچھڑ کر کیا اتنی طاقت آجاتی ہے کہ واحد جمع ہو جائے۔

خدا سے لڑائی لینے کا عقیدہ

مذکورہ کشتی میں یہ تاویل نہ کی جائے کہ یہ پیار کی کشتی تھی، کیونکہ بریلوی اپنے عقیدہ میں خدا تک سے لڑنے کی گنجائش رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی بنی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث لے
جب حضورؐ بانٹنے والے ہیں اور حضرت غوثؒ پاک پہنچانے والے ہیں اور خدا سے رہا ہے
تو کیا وہ خدا سے لڑ کر نہیں لے سکتے۔ (معاذ اللہ) یعنی ان کا یہ مقام ہے کہ خدا سے لڑائی تک کر سکتے ہیں۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ العظیم)

تقدیر خداوندی سے ٹکر لینا

بریلوی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تقدیر بنانے میں غلطی کرے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اسے باذن الہی درست فرما دیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ وہ اپنے اس عقیدے کو غوثؒ پاک کے ذمہ لگاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

”میں نے تقدیر خداوندی سے لڑائی کی ہے اور اللہ کے حکم سے ان احکامات تقدیر کو درست کیا۔“ لے

خدا سے لڑائی لینے کا کفری عقیدہ کس بے دردی سے حضرت پیران پیر کے ذمہ لگا دیا گیا ہے۔

تقدیرِ خداوندی کے خلاف شیخ سلیم کے اختیارات

بریلوی کہتے ہیں کہ منسل بادشاہ اکبر کے ہاں اولاد نہ تھی، وہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے ہاں حاضر ہوا۔ آپ نے لوح محفوظ پر نگاہ کی اور کہا:

”افسوس کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے“

اکبر نے یہ سن کر کہا کہ اسی لیے تو آپ سے عرض کیا ہے کہ آپ دعا کیجئے، اس پر آپ نے مراقبہ کیا اور فرمایا:

”اس ملک میں راجپوتوں کی حکومت بہت عرصے تک رہے گی اچھا کل بادشاہ بیگم کو میری بیوی کے پاس بھیج دینا۔“

دوسرے دن جب بادشاہ بیگم (اکبر کی بیوی) آپ کے ہاں آئی تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کورانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب آپ کی اہلیہ محترمہ رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھیں تو آپ نے اپنی چادر دونوں پر ڈال دی پھر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ ”اپنا ہونے والا فرزند رانی کو دے دو“

جب بادشاہ بیگم کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کا نام آپ نے اپنے نام پر سلیم رکھا۔ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کا بیٹا ان کی بیوی کے پیٹ سے بادشاہ اکبر کی بیوی تک کیسے منتقل ہوا، اس کے بارے میں باہر کا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا، دونوں پر حضرت پیر صاحب کی چادر پڑی تھی اور اندر ہی اندر یہ عظیم کارروائی تقدیرِ خداوندی کے خلاف ہو رہی تھی۔ ہم حیران ہیں کہ اکبر اس پر کیسے خوش تھا اور یہ بیٹا اکبر کا بیٹا کیسے شمار ہوا۔ فیا للجب۔

امکانِ کذب کا بریلوی عقیدہ

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی اب اس کا خلاف ممکن ہے
یا محال؟ ممکن تو ہے نہیں اور محال بالذات ہو نہیں سکتا کہ نفس ذات میں
امکان ہے۔ لے

اس عبادت کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات کہ ”ایسا ہوگا یا نہ ہوگا“
کا خلاف مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک ہرگز محال بالذات نہیں بلکہ نفس ذات میں امکان
ہے کیا یہ ذات باری کے بارے میں امکان کذب کا اعتقاد نہیں؟ یہ تو اپنے قول کہ ممکن تو
ہے نہیں کی آپسے ہی خود تردید کر دی۔

پھر یہ لوگ حرف امکان تک نہیں رہے۔ بلکہ انہوں نے اللہ رب العزت کے بالفعل
جھوٹ برتنے کا بھی عقیدہ بنالیا۔

شکاری شکار کرنے کے لیے مختلف چالیں چلتا ہے۔ کسی سی۔ آئی۔ ڈی افسر نے کسی مجرم کو
پکڑنے کے لیے گورنمنٹ کے خلاف خود باتیں کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ مجرم کھل گیا اور ان
باتوں میں شامل ہوا۔ سی۔ آئی۔ ڈی افسر نے جھوٹ شہادت ڈالی اور اس مجرم کو پکڑ لیا۔

آپ اس مثال میں غور کریں۔ اس سی۔ آئی۔ ڈی افسر نے جب گورنمنٹ پر تنقید کیا
اس نے جھوٹ نہ بولا؛ اس میں کتنی ہی بڑی مصلحت کیوں نہ لپٹی ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ جو اس
نے کہا۔ اس کے دل کی آواز نہ تھی۔ وہ یہ غلط بات محض اس مجرم کو شکار کرنے کے لیے کہہ رہا
تھا۔ سو اس بات میں کسی شک کو راہ نہیں کہ اس سی۔ آئی۔ ڈی افسر نے بالفعل جھوٹ بولا
تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بتلایا کہ وہ کھٹکھٹاتی مٹی سے ایک
انسان پیدا کرنے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

انی خالق بشر من صلصال من حمأ مسنونہ (پ ۱۴۔ الحج)

سب اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کہا یہ صحیح فرمایا۔ اس کی ذات ہر کذب اور

نامہ کذب سے پاک ہے۔ مگر بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے بالفعل جھوٹ بولا ہے۔
حضرت آدمؑ ہرگز بشر نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ کے بالفعل جھوٹا ہونے کا عقیدہ

بریلویوں کے مولوی محمد عمر چیر دی لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشرًا من صلاصلا
من جمًا مسنون کہہ کر ذکر فرمایا جیسا کہ سی۔ آئی۔ ڈی والا مخالف کو گرفتار
کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کے لیے چند کلمات اس
کی مرضی کے کہہ دیتا ہے۔ تو مخالف جب ان کلمات کو منہ پر لاتا ہے سی۔ آئی۔ ڈی
والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کر دیتا ہے۔ ایسے ہی رب العزت نے
مخالف بنی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ بنی اللہ کے قدر شان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار
نہیں بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے۔ تو رب العزت نے
مخالف بنی اللہ کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر سجدے
کا حکم صادر فرمایا۔

شیطان کے خیال کے الفاظ اگر خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے پیش کیے اور حقیقت اس
کے خلاف تھی تو اس بیان کے مطابق کیا اللہ تعالیٰ نے بالفعل جھوٹ نہ بولا۔ (معاذ اللہ)

بریلوی علماء اس کے جواب میں کہا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب خدا کی حیثیت سے کلام کرتا
ہے تو اس کے کلام میں کذب نہیں ہوتا لیکن جب وہ سی۔ آئی۔ ڈی کے طور پر بات کرتا ہے۔ تو اس
میں کبھی جھوٹ آجاتا ہے۔ ہم اس کے جواب میں عذر گناہ بدتر از گناہ کے سوا
کیا کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو سی۔ آئی۔ ڈی آفسیر کہنا یہ اس کی ذات برتر میں کوئی

کم گستاخی نہ تھی۔ اور پھر اس کے لیے بالفعل جھوٹ ثابت کرنا یہ کفر بالائے کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کیا خدا کے لیے ایسی مثالیں لانا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:-
 لا تضربوا لله الامثال۔ (آل عمران ع ۳۱) سومت بجاؤ اور شر پر کہاوتیں۔

تاہم بریلویوں کے اس جواب سے یہ واضح ہے کہ بریلوی اللہ تعالیٰ کو کسی۔ کئی۔ دوی افسر کہنے اور الشرب العزت کو بالفعل جھوٹا ماننے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ یہاں مولوی محمد عمر چھروی کے یہ الفاظ کہ الشرب العزت نے مخالف بنی البشر کو جب معلوم کر لیا۔
 بھی قابل غور ہیں۔ اللہ نے یہ کب معلوم کر لیا؟ اور کیا اسے اس کا پہلے علم نہ تھا؟

خدا تعالیٰ کے بالفعل جھوٹ بولنے کی ایک اور مثال (معاذ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ سورہ توبہ جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی فرماتے ہیں:

ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم ۝
 ترجمہ: اور مدینہ والوں میں سے کچھ لوگ منافقت پر اڑے بیٹھے ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

اس پر مولوی محمد عمر چھروی لکھتے ہیں:

”یہ محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی دوست کے مقابلے میں

اس کے دشمن کو ضروری سزا دینی مقصود ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو

کر اور دشمن کی طرف تہدید کی نظر اٹھا کر کہا جاتا ہے کہ تو نہیں جانتا میں اس

کو جانتا ہوں تاکہ دوست کے علم پر ہی موقوف رکھے اور اس کی سفارش نہ کئے۔ ۝

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ بات کو دوست کے علم تک موقوف رکھنے اور اسے سفارش کرنے سے روکنے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ ”آپ انہیں نہیں جانتے“ مطلب یہ ہے کہ آپ جانتے تو

ہیں لیکن ان کی سفارش نہ کریں۔ اب آپ ہی غور کریں کہ اللہ تعالیٰ تو کہے لا تعلمہم (آپ انہیں نہیں جانتے) اور بریلوی کہیں کہ مراد یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں "لیکن مصلحتاً ایسا کیا کہ کہیں آپ ان کی سفارش کر کے انہیں چھڑا نہ لیں۔ اس کا حاصل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مصلحت کے لیے ایک بات خلافت واقعہ کہ دی (معاذ اللہ) دیکھئے خدا تعالیٰ کے بالفعل جھوٹ بولنے کا عقیدہ کس فریب سے بریلویوں کو تلقین کیا جا رہا ہے۔

نامناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں اہل سنت والجماعت کا صحیح عقیدہ بھی درج کر دیں تاکہ لوگ بریلویوں کے عقیدے سے بچ سکیں۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

” ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک منہرہ ہے اس سے کہ متصف کذب کیا جائے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلاً جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع امت کا۔ وہ ہرگز مومن نہیں لے

اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں مشورے طلب کرتا ہے۔ (استغفر اللہ)

اسلامی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ جو چیزیں ابھی واقع نہیں ہوئیں۔ انہیں بھی وہ پوری طرح جانتا ہے۔ مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی کہ میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ اتنی جاہل فی الارض خلیفہؑ آریہ سماج کے پنڈت دیانند نے قرآن پاک کی اس آیت میں معنی تحریف کر کے کہا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے

کہ خدا نے تخلیق کو دم میں فرشتوں سے مشورہ کیا تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی تھی ان سے مشورہ ہو کر نہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انجام سے بے خبر نہیں کہ اسے مشورہ طلب کر نیکی ضرورت ہو۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے۔

بیشک میر سرت نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا۔ الامن والعلی ۵۸
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مشورے کرتا ہے؟ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے اور اس پر امام احمد (۲۴۱ھ) اور ابن عساکر (۵۷۰ھ) کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابی کو اس کا رادی بنایا۔

افسوس کہ ہمیں صحابی میں ابن حذیفہ نام کے کوئی صحابی نہیں ملے۔ نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے، نہ تاریخ ابن عساکر میں کہیں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں حضور سے مشورے طلب کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات کسی تصور میں نہیں آ سکتی۔ کہ وہ کسی سے مشورے لینے کا محتاج ہو۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لئے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا۔ معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قابل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج

اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ان اللہ علی کل شئی وقدر۔ جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوں ان پر بھی اور جو چیزیں مشیت میں مقدر نہ ہوں ان پر بھی وہ قادر ہے۔ کوئی چیز جو متنع بالذات نہیں اس کی قدرت سے خارج نہیں حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ عیسیٰ کوئی اور مخلوق ہو۔ یہ ممکن بالذات ہو گا۔ متنع بالذات نہیں۔ ورنہ حضور کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آ سکے گا۔ ہاں یہ بات لائل

قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ حضورؐ کی نظیر ہرگز نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضورؐ کی نظیر محال ہے۔ اور حضورؐ کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔ مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں۔ کہ ایسا کر سکے اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے۔ نہ کرنے اور نہ کر سکتے میں بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے بڑی بے باکی سے خدا کی قدرت کو چیلنج کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے سخت قدرت ہی نہیں ہو ہی نہیں سکتا۔
ملفوظات حصہ سوم ص ۵۹

مولانا اگر یہی بات لکھ دیتے کہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا یہ کافی نہ تھا سخت قدرت ہی نہیں۔ یہ کہہ کر مولانا کو کیا ذہنی سکون حاصل ہوا۔ یہی ناکہ اللہ کی قدرت کو چیلنج کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی حضورؐ کو تمام مراتب دیئے اور نبوت و رسالت کی تمام شانیں عطا فرمائیں۔ وحی متو اور غیر متو سے نوازا۔ اب خدا تعالیٰ کے عطا کردہ ان امور میں کون خدا کی قدرت کو چیلنج کر سکتا ہے۔ وہ اگر چاہتا ہے تو حضورؐ کو وحی کی دولت دے کر کیا پھر اسے آپؐ سے سبب کرنے پر قادر نہ تھا۔ گو اس نے ایمان چاہا کہ یہ اس کی شان کے لائق نہ تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ اس کی قدرت کے تحت تھا یا نہ؟ قرآن کریم اس موضوع پر واضح روشنی ڈالتا ہے۔

وَلَمَّا شَتَنَّا رَبَّنَا لَمَنَّاهُمْ بِالَّذِي اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ شَعْلًا تَجْدَلُكَ بِهِ

عَلَيْنَا وَكَيْلًا۔ اَلَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ اِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ

کبیرا۔ (پ ۱۵، بنی اسرائیل آیت ۸۷)

ترجمہ۔ اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپؐ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں پھر اسے لینے کے لئے آپؐ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے۔ مگر یہ آپؐ کے رب کی رحمت ہے۔ بے شک آپؐ پر اس کا بڑا فضل ہے یعنی یہ کہ خدا نے ایسا نہیں کیا۔ یہ اس کی رحمت ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ اس کے

تحت قدرت ہی نہیں۔ یہ بات کہ وہ آپ کو وحی سے محروم کر دے۔ یہ بات اس کی مشیت میں نہ تھی۔ لیکن اس میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے تحت قدرت بتلایا ہے۔

انسوس کہ مولانا احمد رضا خاں خدا کی قدرت کو چیلنج کرتے ہوئے ذرا بھی نہ جھجکے اور بڑی بے باکی سے لکھا کہ تحت قدرت ہی نہیں۔ (معاذ اللہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ کریمہ سے کسے انکار ہو سکتا ہے لیکن کیا یہ اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کئے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کیلئے یہ چیز ضروری ہے کہ اللہ رب العزت کو آپ کا مثل پیدا کرنے سے عاجز کہا جائے اور اس کیلئے ”تحت قدرت ہی نہیں“ تحت قدرت ہی نہیں“ کے آوازے کسے جائیں؟ قدرت خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کونسا ایمان ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالمگیر ہے ہر خطہ و علاقہ اور ہر شہر و قریہ کو شامل ہے اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اب ہر قریہ میں علیہ علیہ نبی آئے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ اب آپ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ذرا یہ بھی سوچئے کہ اللہ رب العزت اپنی ان چاہی چیزوں پر قادر ہے یا نہیں؟ جو چیزیں اس کی مشیت میں نہیں ان پر اسے قدرت ہے یا نہیں؟

اس سوال کا جواب قرآن کریم میں یہ ملتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ۝ ۱۹ اس القرآن: آیت اللہ۔

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک ڈرلے والا بھیجتے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی بات ”تحت قدرت ہی نہیں“ آپ سن چکے۔ اب امام

رازی رحمہ اللہ (۶۰۶) کی تفسیر بھی ملاحظہ کریجئے

كانه تعالى يئن له انه مع القدرة على بعثة رسول ونذير في

كل قرية ختمه بالرسالة وفضله بها على الكل — ان الآية

تقتضي مزج اللطف بالعنف لانها تدل على القدرة على ان يبعث في

كل قرية مثل محمد وأنه لا حاجة بالحضرة الالهية الى محمد
البتة (ولو) يدل على انه سبحانه لا يفعل ذلك فبالنظر الاول

يحصل التاديب وبالنظر الى الثاني يحصل الاعزاز له

ترجمہ : یوں سمجھو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ ہر برستی ایک ایک ڈالنے والا بھیج دے اس قدرت کے باوجود اس نے صرف آپ کو رسالت سے خاص کیا اور اس سے آپ کو ہر ایک پر فضیلت بخشی۔ اس آیت میں لطف و کرم کے حاکم نہ شان سے ملنے ہوئے کا عجیب اقتضا ہے آیت بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ آپ کی طرح ہرستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دے۔ اُس کیلئے ضروری نہیں کہ ہرستی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی یہ کام لے اور (لفظ اگر) بتلایا ہے کہ وہ ذات پاک ایسا ہرگز نہ کرے گی پہلی بات کی رو سے اس میں ایک انداز تربیت ہے۔ اور دوسری بات آپ کے اعزاز کا اظہار ہے کہ آپ ہی جملہ عالم کے لئے پیغمبر اور نذیر ہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب نے تحت قدرت ہی نہیں ”کنے کی کسی طرح جرات کی اور کیوں کی؟ اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن ہم یہ پوچھنے لہجہ نہیں رہ سکتے کہ کیا مولانا اللہ رب العزت کی شان میں گستاخی کئے بغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز و اکرام بیان نہ کر سکتے تھے؟ اہل بدعت جب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں تو بعض دوست یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فطرہ عقیدت میں ایسی بات کہہ گئے۔ حاشا! ایسا ہرگز نہیں اس سے انکا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا بیان نہیں اللہ رب العزت کی شان گرا نا ہوتا ہے ان کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے عقیدہ توحید میں نکھار نہ رہنے دیا جائے۔ جہاں تک ہوسکے اس میں تشکیک کے کانٹے بکھر دیتے جاتیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تکبر بھی تو اسی جہت سے ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ پس جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقت میں ادب کرے گا وہ اللہ

رب العزت کے حضور میں کبھی گستاخی نہ کرے گا اور نہ کبھی وہ اس کی قدرت کی حد بندی کرے گا۔
 بریلوی حضرات کی یہ دو مرنجی پالیسی ہمارے سامنے ہے اللہ رب العزت کے فرد و محمد ہونے
 کی بات کریں اور اس کی توحید کا پرچار کریں تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقابلے میں لے آئیں گے اور
 اس کی قدرت کو چیلنج کر دیں گے۔ اور اگر ان کے سامنے مقام سنت کی تقدیس بیان کی جائے اور کہا
 جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سے اعمال کسی کے نہیں ہو سکتے ہمیں ہر حال میں آپ کی ہی
 پیروی کرنی چاہئے اپنی بات کو آپ کی بات سے نہ بڑھانا چاہئے تو پھر یہ سنت کے ساتھ کوئی
 بدعت لاکھڑا کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل اپنے پیروں، بزرگوں اور باپ دادا
 کو لے آئیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت کی طرف انہیں بلایا
 جائے تو بر ملا کہیں گے کہ ہم جس طریقے پر چل رہے ہیں اس سے حضور نے منع تو نہیں فرمایا۔ اس
 میں کیا حرج ہے؟ یہ ان کا عام نعرہ ہوتا ہے۔ گویا ان کے ہاں توحید کو شرک سے گدلا کرنے،
 اور سنت کو بدعت سے آلودہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خدایک شان کا بیان ہو تو یہ رسالت
 کو آگے لے آتے ہیں اور عظمت رسالت کا موضوع ہو تو یہ سنت کو کافی نہیں سمجھتے جھٹ کوئی نہ
 کوئی بدعت سامنے لاکھڑی کرتے ہیں۔ خالی اللہ ہشت کی۔

ایک نوحوشینہ واقعہ

ایک بزرگ عالم توحید باری تعالیٰ پر وعظ کہہ رہے تھے یہاں
 پر تاثر تھا کچھ اہل بدعت بھی شریک سماعت تھے واپسی پر ہمیں ملے۔ ہم نے پوچھا بیان کیسا
 رہا؟ اچھا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ ہم نے ایک
 ملاقات میں اس عالم سے گزارش کی کہ اب کسی دن شان رسالت پر تقریر کیجئے۔ ان اہل بدعت کو کہلا
 بھیجا کہ آج پھر اس بزرگ عالم کی مجلس میں جاؤ۔ واپسی پر وہ پھر ہمیں پوچھا شان رسالت کیسی بیان
 ہوئی؟ بولے بیان بہت اچھا تھا لیکن اولیاء کرام کی تو انہوں نے کوئی بات نہیں کی معلوم ہوتا ہے
 کہ بزرگوں کو نہیں مانتے۔ ہم نے پھر انہیں (اس عالم کو) کہلا بھیجا کہ کسی دن شان اولیاء پر بیان کیجئے

انہوں نے اس پر بھی نہایت نفیس اور مؤثر تقریر فرمائی۔ اب کی بار انہوں (اہل بدعت) نے کہا کہ اولیاءِ کرام کی شان اس بزرگ عالم نے ان کی زندگیوں سے بیان کی ہے ان کی قبروں کے بارے میں کوئی کلمہ بے وقوف نہیں کہا۔ معلوم ہوتا ہے انکی قبروں اور خالقانہوں کا ان کے دل میں کوئی احترام نہیں۔

بسوخت عقل نہ حیرت کہ اس چہ بوا عجیبیست

ان واقعات سے اہل بدعت کا چہرہ پوری طرح بے نقاب ہو جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ ان کا شانِ رسالت کا اقرار رسالت کی عقیدت سے نہیں بلکہ محض اسلام کے چشمہ توحید کو گدلا کرنے کے لئے ہے۔ اور اولیاءِ کرام کی منقبت کا قصیدہ ان کے ہاں ولیوں کی عقیدت کی وجہ سے نہیں رسالت کو اس کے مقام سے گرانے کے لئے پڑھا جاتا ہے۔ اور یہ ساری تگ و دو محض اس لئے ہوتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اصل اسلام کا چہرہ مسخ کیا جائے۔ اور جوں جوں دقت لگے جا رہا ہے یہ ظلمتیں اور بڑھ رہی ہیں۔

شرمناک قلم کا نقطہ منتہی

مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیروؤں نے اسلام کے چشمہ توحید کو کس بے دردی سے گدلا کیا۔ اس کے نظائر و شواہد آپ کے سامنے ہیں۔ ان کی گہرائی میں اتنی توجہ اہلیت کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ ظاہر میں دیکھیں تو اسلامی بستیاں ابڑی دکھائی دیں گی۔ جہاں احاد و بدعات کے اڑے غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن ایک خالی الذہن شخص سر پیٹ کر بیٹھ جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک شرمناک قلم ایک فرضی عقیدے کے بارے میں لکھتا ہے کہ ایسا لکھنے والے کو کافر نہ کہو۔ اس عقیدے کے باوجود انسان مسلمان رہ سکتا ہے۔ (استغفر اللہ) مولانا احمد رضا خان نے جس عقیدے کے بارے میں کہا کہ اسکے قائل کو کافر نہ کہو وہ شرمناک الفاظ ہیں۔

”ناچنا، تھکرنا، نہٹ کی طرح کلاھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ منہٹ کی طرح مفعول بننا، کوئی فضیلت (اعلا) کی شان کے خلاف نہیں۔“ فتاویٰ رضویہ ج ۴۵

یہ الفاظ کسی اور شخص کے نہیں نہ اب تک کسی کا عقیدہ رہا ہے نہ آج تک کوئی شرمناک قلم اس سمت چلا ہے نہ یہ تحریر بایں الفاظ دنیا کی کسی کتاب میں پائی جاتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے کسی شخص کے نام پر یہ الفاظ خود ہی وضع کئے ہیں خود ہی ان کے چٹخارے لئے ہیں اور یہی ان کے شرمناک قلم کا نقطہ ملتہی ہے۔ اور پھر ایسا عقیدہ رکھنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ یہی صواب ہے۔ وهو الجواب وبہ

یفتی و علی الفتویٰ وهو المذهب و علی الاعتماد و فیہ

السلامۃ و السواد۔ یہی جواب ہے یہی فتویٰ دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ

ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی

میں استقامت “ (تمیذ الیان : مؤلف مولانا احمد رضا خان : ص ۴۲)

اگر ایسا شرمناک عقیدہ رکھنے والا بھی کافر نہیں تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اور کفر کیا ہو گا؟

جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو بھی کافر نہ کہے اس شخص کا اللہ رب العزت کے بارے میں اپنا تصور کیا ہو گا؟

مولانا احمد رضا خان نے یہ شرمناک الفاظ وضع کر کے اللہ کے حضور جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے شاید

انسانیت کی پوری تاریخ اس کی نظیر نہ پیش کر سکے۔ یہاں پہنچ کر زبان رکتی ہے اور قلم ہتھکتا ہے اور اسی

پر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ واللہ علی ما قول شہید۔

عقیدہ رسالت

مولانا احمد رضا خان اور اُن کے پیروؤں کی زد میں

مجبوری مفتی تھی اور کفر کے فتوے تھے
 کہیں اعلم حضرت تھے کہیں علم کے طلوع تھے
 کہیں بند و سلاسل تھے کہیں سامنے طلوع تھے
 انگریز کا منشہ تھا ہے خواروں میں چل جائے

اثر خامد

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے؛ پی ایچ ڈی

ڈاکٹر اسلامک سٹیڈی بائیںسٹر

رسالت کے بارے میں

الحمد لله الذي اصطفى من الملائكة رسلا ومن الناس وهو اعلم حيث يجعل رسالته و
سلام على عباده الذين اصطفى خصوصا على من لا ينطق عن الهوى وعلى اله الاتقياء واصحابه الاصفياء اما بعد

جاننا چاہیے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی طرف پیغام رسانی ہے۔ دین و مذہب کا سارا دائرہ اسی مرکز کے گرد گھومتا ہے۔ عالم محسوسات میں یہ نمبر ہی خدا کے ترجمان اور اسکی رضا اور عدم رضا کے نشان ہیں۔ عقیدہ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں صحیح ہو تو پورے دین و مذہب کا نقشہ صحیح کھینچا جاتا ہے۔ رسالت خدا کے ماتحت ہے اور وہی جانتا ہے کہ اسے کہاں رکھنا ہے، کوئی اپنی محنت سے اس مرتبہ کو نہیں پاسکتا۔

انبیاء کرام اخلاق فاضلہ کا نمونہ علیا ہوتے ہیں وہ کبھی مجرا DANCE نہیں کرتے نہ مجرا کرنا ان کی شان کے لائق ہوتا ہے، مگر مفتی احمد یار صاحب شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ اس رات مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو انبیاء کرام نے آپ کے استقبال میں مجرا کیا۔ (معاذ اللہ)

”نماز کی تیاری ہے امام الانبیاء کا انتظار ہے، دولہا کا پہنچنا تھا کہ سب نے سلامی مجرا ادا کیا، قرآن اور حدیث اور تحقیقات سلف کی روشنی میں یہ ماننا ضروری ہے کہ مرتبہ رسالت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے، تمام انبیاء اس کے بندے اور اس کے نمائندے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بھی اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں مسلمان نمازیں اپنے اس اعتقاد کا یوں اظہار کرتے ہیں۔“

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً عبده ورسوله

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک خدا کے سوا کوئی عبارت کے لائق نہیں

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں

مسلمان بطیب خاطر دل کے پورے اطمینان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ یہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو مسلمان پر جبراً مسلط کیا گیا ہو اور یہ اس کے لیے بوجھ بن گیا ہو۔

بریلوی عقیدہ

بانی مذہب بریلویت مولانا احمد رضا خاں اس عقیدے کو یوں بوجھ سمجھتے تھے جیسے سینے سے تیر نکل گیا ہو۔

”تمہارا دین یہ ہے اشھدان ان محمداً عبداً ورسولہ۔ عبد کا پہلے ہے رسولہ بعد کو کہ عبد کے درجے سے نہ بڑھا دینا۔ احادیث میں کس قدر تاکید کے ساتھ سجدہ کی ممانعت فرمائی گئی۔ فرمایا سجدہ بغیر اللہ حرام ہے، کہیں فرمایا سجدہ اللہ کے لئے خاص ہے... اللہ آپ کو نثر سے بچائے اور امن و امان میں رکھے، معاف فرمائیے غصے میں ایسے الفاظ نکل گئے ہیں۔ سچ کہتا ہوں کہ اس سے مجھے ایسی ناگواری ہوتی ہے گویا تیر سینے سے نکل گیا ہے۔

یہ بات کہ سجدہ خدا کے سوا کسی کو نہیں یہ تو ویسے ہی زبان سے نکل گئی اور یہ بات کہ اس اقرار عبدیت سے طبیعت پر بہت بوجھ ہوتا ہے بہت کھل کر سامنے آگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے ماتحت نہیں خدا سے بالاتر تصور کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کیا فرماتے ہیں، کیا یہ آپ کا دین نہیں؟ لے ملفوظات حصہ ۱ ص ۱۳۳

قرآن کریم میں ہے کہ قسمت کا بننا اور بچھڑنا مینا اور قائم رہنا سب خدا کے ہی قبضے میں ہے مگر بریلوی عقیدہ ہے کہ محو و اثبات کے دفتر پر حضور کا ہی کروڑا حکمرانی کرتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو چاہے اسے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہے قائم رکھے اور اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے۔

مگر مولانا احمد رضا خاں حضور کو قسمتوں کا مالک قرار دیتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محو و اثبات کے دفتر پر آخری افسر حضور کا ہی مقرر کردہ ہے۔

میری تصدیق بڑی ہو تو بھلی کر دے کہ ہے محو و اثبات کے دفتر پر کڑی تیرا لے انسانی قسمتوں کے فیصلے کہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

”حضور کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں، اس کی زندگی میں ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو“ ۱۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمتہ للعالمین ہیں، ان کے بارے میں کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی پر توبہ کا دروازہ بند کرنا پسند فرما سکتے تھے۔

رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں

جس طرح یہ ماننا ضروری ہے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے یہ بھی ماننا ضروری ہے کہ رسالت مخلوقات میں سب سے بڑا مرتبہ ہے، باقی سب مراتب اس کے نیچے ہیں۔ رسالت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

”سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے“ ۱۔

ایک جگہ لکھتے ہیں :

”پیغمبروں کی تو بڑی شان ہے ان کے خبر دینے سے کیوں کر نہ یقین آوے“ ۲۔

ایک جگہ حضرت شہیدؒ لکھتے ہیں :

”بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں باقی سوائے مراتب اس سے نیچے ہیں“ ۳۔

پس جو لوگ نبی کا درجہ بڑے بھائی کے برابر بلکہ کسی ولی یا صحابی کے برابر بھی مانیں ہرگز صحیح عقیدے پر نہیں رہ سکتے۔ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی ولی نبی سے درجہ میں بڑھ سکتا ہے ہرگز مسلمان نہیں رہ سکتا۔

حضرت امام ابو جعفر طحاوی (۳۲۱ھ) لکھتے ہیں :

و لا افضل احدا من الاولیاء علی احد من الانبیاء علیہم السلام

ونقول نبی واحد افضل من جمیع الاولیاء ۴۔

ترجمہ : اور ہم اولیاء میں سے کسی کو کسی ایک پیغمبر پر بھی فضیلت نہیں دیتے اور ہم

کہتے ہیں کہ ایک نبی تمام اولیاء کے مجموعہ سے بھی افضل ہے۔

شام لکھتے ہیں کہ اس میں رد ہے اتحادیہ اور جاہل صوفیوں کا اور پھر اتحادیہ کے

مقلد لکھتے ہیں :

اتحادیۃ فی الدرك الأسفل ۵۔

ترجمہ : اتحادیہ فرقہ (جو خالق و مخلوق کی وحدت کا قائل ہے) جہنم کے سب سے نیچے حصے میں ہے

بریلوی عقیدہ

مگر اندوسس کہ بریلوی حضرات حضرت غوث پاکؒ کی درجہ دیتے ہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین

۱۔ تلوین الایمان ص ۳ ۲۔ ایضاً ص ۲۴ ۳۔ ایضاً ص ۵۳ ۴۔ شرح العقیدہ الطحاوی ص ۵۵ ۵۔ ایضاً ص ۵۵

بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی نصیحتیں سننے کے لیے آپ کی مجلس میں حاضری دیتے تھے۔ حضرت غوث پاک کا مرتبہ ولایت اور درجہ قرب الہی بھی کتنا ہی بڑا ہوا اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ آپ کا مرتبہ کسی پیغمبر کے برابر ہرگز نہ تھا چہ جائیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مجلس میں وعظ سننے کے لیے تشریف لایا کریں۔

حضرت غوث پاکؒ کو حضور پر ترجیح دینا

مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 ۱۔ ولی کیا مرسل آیں خود حضور آیں وہ تری وعظ کی مجلس ہے یا غوثؑ
 تشریح: ولی کا کیا مقام ہے یہاں تو پیغمبر بھی حاضری دیتے ہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی نصیحت سننے کے لئے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت غوث پاکؒ کی تشریف بیان کرنے کا ایسا انداز جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین ہو جائے ہرگز لائق قبول نہیں۔ ولی بڑے سے بڑا ہو کسی نبی کے درجے تک نہیں پہنچتا

حضرت غوث پاکؒ کو حضرت یوسفؑ پر ترجیح

مولانا احمد رضا خاں حضرت غوث پاکؒ کی تشریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی یوں توہین کرتے ہیں :

روئے یوسف سے فزوں تر ہے جسؑ روئے شاہ پست آئینہ نہ ہوا بنا ز روئے آئینہ ۱
 سلیس حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ آئینہ کی پست آئینہ کے چہرے کی برابری نہیں کر سکتی

تشریح: آئینہ کی پست تاریک ہوتی ہے۔ چہرہ روشن ہوتا ہے۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرہ انور کو تاریک اور زنگ زدہ کہا گیا ہے اور حضرت غوث پاکؒ کے چہرے کو روشن کیا یہ ایک پیغمبر کی توہین نہیں ہے؟

بریلوی علمائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دینے کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت شیخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھے اور اس اعتبار سے آپ حضرت یوسفؑ سے افضل ہیں اور یہ حقیقت میں حضور سرکارِ مدینہ کی ہی فضیلت ہے، گیلان کا چاند آفتاب مدینہ سے ہی تو مستیز ہے۔

ہم اہل سنت اس نسبت سے بھی حضرت شیخ کو ایک پیغمبر پر فضیلت نہیں دے سکتے۔ اہل سنت کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ آپ پڑھائے ہیں۔

ولا فضل احدا من الاولیاء علی احد من الانبیاء علیہم

السلام و نقول نبی واحد افضل من جمیع الاولیاء ۱

”افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں میاں حضرت غوث پاک کو صریح لفظوں میں حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دے رہے ہیں اور پھر یہ بیان بھی ایسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی کھلی توہین کی ہے“

اس میں یہ کہیں نہیں کہ جو ولی حضورؐ کی اولاد میں سے ہوا ہے ہم پیغمبروں پر فضیلت دے سکتے ہیں۔ یہ عقیدہ تو شیخہ حضرات کا تھا، اہل سنت تو ہمیشہ ایسے زندقہ و الحاد کی تردید کرتے رہے ہیں۔

مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں بر ملا حضرت شیخ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے :

حُسنِ یوسف سے فنز دل تر حُسنِ روئے شاہ ہے

پشتِ آئینہ نہ ہوا نہ باز روئے آئینہ ۲

بریلوی جب مولانا احمد رضا خاں کے اس الحاد کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تو مغالطہ عوام کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ شعر حضرت غوث پاک کی مدح میں نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہا گیا ہے۔

حضرت غوث پاکؒ کی مدح میں کہے گئے شعر کو کفری ممنوں سے بچنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و لغت بتلانا بریلویوں کے جھوٹ اور خیانت کی بدترین مثال ہے۔ یہ شعر جس نظم سے لیا گیا ہے اس نظم کا عنوان حسب ذیل ہے :

در شان حضور غوث الثقلین غیث الکونین معین الملکین سلطان العباد
سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنا

”کہ یہ اشعار حضرت غوث پاکؒ کی مدح میں نہیں حضورؐ کی شان میں کہے گئے ہیں، کچھ تو سوچیے اور توہینِ نبوت سے باز رہیے۔“

صرف یوسف علیہ السلام ہی نہیں، بریلوی مذہب والے حضرت شاہ جیلانیؒ کو حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام بلکہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل قرار دیتے ہیں اور حضرت شاہ جیلانیؒ کو سب انبیاء کرام کا جامع سمجھتے ہیں۔ اہل سنت، عقیدہ کے مطابق یہ زندہ و الحاد ہے کہ ایک ولی کو پیغمبروں سے افضل یا ان کے برابر مانا جائے۔

مولانا ابوالبرکات نے ابجواہر المصنیۃ کے نام سے قصیدہ غوثیہ کی ایک اردو شرح لکھی ہے اس میں مقالہ ثامنہ کے تحت کرامات و خوارق کے عنوان سے لکھتے ہیں :

حضرت قدس سرہ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) کی کرامات و کمالات اس قدر مشہور و معروف ہیں اور سینکڑوں کتابوں میں جمع کیے گئے ہیں کہ کہ تفصیل و تشریح سے مستغنی ہیں۔ میں اس شعر کو تفصیل کے لیے کافی خیال کرتا ہوں :

حسن یوسف دم عیسیٰ مدحیہ اداری
ہمچہ خوباں ہمہ دار نہ تو تنہا اداری

(علیس) حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دم مسیحائی، جس سے مرد زندہ ہوتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ید بیضا (روشن ہاتھ) یہ سب کمالات آپ رکھتے ہیں۔ ان محبوبانِ خدا کے جملہ اوصاف آپ کی ایک ذات میں جمع ہیں۔

یہ شعر حضورؐ کی صفت و ثنا کا تھا مگر افسوس صد افسوس کہ بریلویوں نے مولانا احمد رضا خاں کی پیروی میں اسے حضرت پیرانِ پیر پر منطبق کر دیا اور حضرت شیخ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دے کر کفر تک کے ارتکاب سے نہیں چوکنے۔

مولانا ابوالبرکات نے حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کا یہ عمل مولانا احمد رضا خاں سے کیا ہے

حضرت یحییٰ منیریؒ کو حضرت خضرؒ پر ترجیح

حضرت یحییٰ منیریؒ (۷۸۲ھ) سلسلہ فردوسیہ کے ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں، آپ کے روحانی کمالات کا بیان آسان کام نہیں، لیکن یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ آپ نبی نہ تھے نہ نبوت کے درجے تک پہنچے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت یحییٰ منیریؒ کو ایک پیغمبر پر کس طرح ترجیح دیتے ہیں، انہوں نے اپنے اس عقیدے کو اس کمائی میں یوں پلیٹا ہے:

”حضرت یحییٰ منیریؒ کا ایک سچا مرید دریا میں ڈوبنے لگا۔ امداد کے لیے اپنے پیر کو یاد کیا، اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے لاؤ ہاتھ میں کال لوں۔ مرید نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں خضر علیہ السلام ہوں۔ اس مرید نے کہا ڈوب جانا بہتر ہے مگر جو ہاتھ یحییٰ منیری کے ہاتھ میں جا چکا ہے کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جائے گا۔ ابھی مرید کا یہ جملہ پورا ابھی نہ ہونے پایا تھا کہ خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور یحییٰ منیریؒ موجود تھے۔ فرمانے لگے شاباش ایک مرید کو اپنے پیر کا اتنا ہی کچا متھا ہونا چاہیے اور ہاتھ پکڑ کر دریا کے پار کر دیا۔“

حضرت خضر نبی تھے یا ولی؟

حضرت یحییٰٰ منیری ولی اللہ تھے۔ نبی اللہ نہیں کوئی شخص ان کے نبی ہونے کا مدعی نہیں لیکن حضرت علیہ السلام راجح قول کے مطابق نبی ہیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں انہیں نبی لکھا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے ڈوبنے کی مذکورہ حکایت کی تائید کی ہے اور ایک ولی کو لکھ نبی کے مقابلے میں لائے ہیں۔ کیا یہ شان نبوت میں گستاخی نہیں؟ بعض بریلوی مولانا احمد رضا خاں کو بچانے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی اصلاح اور اطلاع کے لئے خاں صاحب کا ایک ملفوظ ملحوظ رکھئے۔

”جہوں کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی ہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں۔ خدمت بکر انہیں سے متعلق ہے۔“

ما مور خداوندی سے ہاتھ کھینچنا

اللہ تعالیٰ نے جب خدمت بکر حضرت خضرؑ کے ذمہ کر رکھی ہے اور وہ ان کاموں میں باہر الہی مصروف ہیں تو ان سے ہاتھ کھینچنا جیسا کہ اس حکایت میں مذکور ہے ما مور الہی سے ہاتھ کھینچنا ہے جو سدا کا کام نہیں بلکہ سوچا جائے تو یہ کرم خداوندی کے خلاف ایک بڑی جرات ہے۔ حضرت خضرؑ حسب کمون اپنے کام پر پہنچے۔ کیا ہم تسلیم کر سکتے ہیں کہ حضرت یحییٰٰؑ حضرت خضرؑ کے محکمے میں ان کے مقابل صفت آرا تھے۔ کچھ تو سوچے پیغمبر کی توہین آپکو کیسے گوارا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

پیغمبروں کی توہین کا سلسلہ بریلویوں میں ایسا چلا ہے کہ وہ بعض انبیاء کرام کو اپنے مشن میں فیل تک کہنے سے نہیں چھوڑتے۔ ان کے مفتی ملا نظام الدین ملتانى جوان پانچ بڑے علمائیں

سے ہیں جن کے فتاویٰ ان کے ہاں الزارِ شریعت (THE LIGHT OF ISLAM) کہلاتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکام رہے۔ امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکام رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت انجام نہ دے سکے اس لئے ان کا دوبارہ آنا تلقینی منافات ہے لے

بریلویوں کے پانچ بڑے علما جن کے فتاویٰ ان کے ہاں الزارِ شریعت کہلاتے ہیں یہ ہیں۔
۱۔ مولانا احمد رضا خاں ۲۔ مولانا حامد رضا خاں ۳۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی
۴۔ مولانا سردار احمد لائلپوری ۵۔ مولانا نظام الدین ملتانوی۔

مولانا محمد اسلم علوی قادری نے یہ کتاب الزارِ شریعت سنی دارالاشاعت ڈچکوٹ لائلپور سے دو جلدوں میں شائع کی ہے۔ اس میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ سخت توہین کی گئی ہے۔ ایک مرزائی نے یہ سوال کیا تھا:-

مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لئے دوبارہ آئیں گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئیں گے پس افضل کون ہے؟

بریلوی مفتی صاحب نے اس کا یہ جواب دیا:- جسے ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔
یہاں کاتب کی غلطی کا بھی احتمال نہیں۔ ناکامیاب کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے پھر تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکا مزید ذکر کیا گیا ہے۔ کتابت بھی کسی عام کاتب کی نہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائلپور کے فاضل غلام سرور صاحب قادری رضوی کی ہے۔ تصحیح کا کام بھی جامعہ رضویہ مظہر الاسلام کے سنیافتہ محمد صادق صاحب قادری رضوی نے کیا ہے اور اس کی تصدیق کتاب کے آخر میں ص ۶۶۲ پر حلی حروف میں موجود ہے یہ سب لوگ توہین رسالت کے اس جرم میں شریک ہیں۔

اے الزامی جواب بھی نہیں کہا جاسکتا۔ الزامی جواب وہ ہوتا ہے جو فریقِ مخالف کے مسلمات کی رُو سے لازم ہو۔ ایک عیسائی پادری نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے سوال کیا کہ حضور پیغمبرِ اسلام اگر واقعی خدا تعالیٰ کے بہت مقرب تھے تو انہوں نے خدا سے کہا کہ اپنے نواسہ حضرت حسینؑ کو سانحہ کربلا سے کیوں نہ بچالیا؟

حضرت شاہ صاحبؒ نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے یہ کہہ کر آپ کی سفارش مسترد کر دی تھی کہ ظالموں نے میرے بیٹے کو سولی چڑھا دیا میں اُسے بچانہ سکا۔ تیرا تو پھر نواسہ ہے میں اس کے لیے کیا کروں؟ یہ جواب الزامی کہا جاسکتا ہے، عیسائیوں کے مسلمات کے مطابق ہے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بھی مانتے ہیں۔ اُن کے سولی پر لٹکائے جانے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اس وقت چھوڑ دیا تھا۔

مرزا فی مقرر کے جواب میں بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت بے ادبی کی ہے۔ اے الزامی جواب کہنا کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ پیغمبر کی توہین کسی طرح بھی جائز نہیں۔ نہ تحقیقاً نہ الزاماً۔ سو بریلویوں کا یہ عذر کسی طرح لائقِ پذیرائی نہیں ہے۔

پیغمبر کی بے ادبی کسی پہلو سے کی جائے اُس کے کفر ہونے میں شبہ نہیں۔ بریلوی حضرات اپنی ان کفریہ عبارات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ سوائے اس کے کہ بریلویت سے ملی طرز پر توبہ کر لیں اور پھر کھلے بندوں اس توبہ کا اقرار کریں۔

محقق جلیل حضرت قاضی عیاضؒ (۵۵۴ھ) لکھتے ہیں:

وقال ابو حنیفۃ واصحابہ علیٰ اصلہم من کذب باحد من الانبیاء
 تنقص احداً منهم او بدی منهم فہو مرتد۔ (اشعار ص ۳۰۲)

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب اپنے اصول پر اس بات کے قائل ہیں کہ جس نے کسی ایک پیغمبر کی تکذیب کی — یا تنقیص کی — یا اس سے بے تعلق ہوا وہ مرتد ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کی توہین

بریلوی ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والے کے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس خبر کو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیرٹا لکھا گیا بہت گھبرا گئے تھے مولوی نعیم الدین مراد آبادی برادران یوسف کی بحث میں لکھتے ہیں :-

ان کے چہنچہ کی آواز حضرت یعقوب علیہ السلام نے سنی تو گھبرا کہہ باہر تشریف لائے

سب بات جانتے ہوئے محض دکھا دے کے لئے گھبرانا کیا یہ ڈرامہ نہیں؟ انہوں نے کہ جب نعیم الدین صاحب مراد آبادی کو اسے ایک پیغمبر کی طرف نسبت کرتے ہوئے ایسا فی جواب مانع نہ آیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب حضرت یوسفؑ کے کرتے کی ترشہ پائی تو اپنے بیٹوں سے کہا :-

انی ارجو ان یوسف لولان قفندون۔ ۳ یوسف ع ۱۱

ترجمہ میں یوسف کی خوشبو یا ربا ہوں اگر تم میری طرف نقصان عقل کی نسبت نہ کرو۔ اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھتے :-

بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے نہ کہہ کر سٹھ گیا ہوں (کنز الایمان ص ۲۹۲)

سٹھ گیا ہوں عجیب دیہاتی زبان ہے۔ سٹھ جانا اس وقت بولتے ہیں جب انسان عام آبادی میں ناکارہ سمجھا جانے لگے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات پر اپنے ناکارہ ہونے کا اندیشہ نہ گزرنہ ہوا تھا۔ نبی کبھی ناکارہ نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں کہیں سٹھانے کا لفظ نہیں تھا۔ خاں صاحب نے اپنی طرف سے یہ لفظ یہاں بڑھا دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے خاں صاحب خود ہی سٹھائے ہوئے تھے۔ ساتھ سے اوپر پہنچے ہوئے تھے۔ پیغمبر ساتھ سے اوپر بھی چلا جائے تو سٹھاتا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ میں کھلی توہین ہے۔

شیطان کو متقیاس بنانے کی گستاخی

بریلویوں نے مقام نبوت کی اس قدر توہین کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور کمالات بیان کرنے میں ابلیس لعین کو متقیاس (کسوٹی) بنانے تک سے باز نہیں رہے۔ ان کے مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کو ثابت کرنے کے لیے کیسی دلیری اور بے ادبی سے شیطان کی مثال لاتے ہیں :

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس اور غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نہیں کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے ۔

یہ مسئلہ اپنی جگہ رہا آپ اس جذبے اور فکر کا اندازہ لگائیں جو ایک اسلامی عقیدہ کے ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث کی نصوص کی بجائے ابلیس کی عالمی پرواز کو کسوٹی بنا رہا ہے اور صفات نبوت کو لعین ابلیس پر قیاس کر کے پیش کر رہا ہے۔

اسلامی عقائد کے اثبات کے لیے کیا قرآن و حدیث میں کفایت نہیں تھی۔ اسلامی عقائد کیا صرف قیاس کے محتاج رہ گئے اور وہ بھی ابلیس کی صفات پر اور وہ قیاس بھی کسی امام مجتہد کا نہیں، مولانا عبدالسمیع رامپوری کا — اَقَاللّٰہُ وَاَنَا لَیْہِ رَاجِعُونَ۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار گجراتی بھی ایک جگہ اپنے عقائد کے اثبات کیلئے شیطان کی صفات کو اس طرح کسوٹی بناتے ہیں، آپ لکھتے ہیں :

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا

ہے چنانچہ اکثر لوگ ناشکرے ہیں.... تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے لہ
ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

جب شیطان مردود کی دعا سے عمر میں زیادتی ہو گئی تو اگر انبیاء کرام اور
اولیاء عظام کی دعاؤں سے یا بعض نیک اعمال کی برکت سے عمر لمبی ہو
جاوے تو کیا مضائقہ ہے لہ

مجہلا انبیاء علیہم السلام اور شیطان کا کیا جوڑ۔ شیطان کبھی انبیاء کے قلوب میں نہیں اتر سکتا۔
وہ ہر قسم کے دوسوسہ شیطانی سے پاک ہوتے ہیں۔ جہاں جبریلؑ اترتا ہو وہاں ابلیس کیسے اتر سکتا
ہے، مگر افسوس کہ بریلوی حضرات کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پیغمبروں کی شان
بیان کرنے کے لیے ابلیس کی مثال لانے سے نہیں چوکتے۔

پیغمبر شیطان کی زد میں (معاذ اللہ)

اسلامی عقیدہ کے مطابق پیغمبر کبھی شیطان کی زد میں نہیں آتے، ان کی ہر ادا پر خدائی
حفاظت کا پہرہ ہوتا ہے، مگر بریلوی انہیں دوسوسہ شیطانی سے محفوظ نہیں سمجھتے۔ ان کے مفتی
احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :

کوئی شخص کسی جگہ شیطان کے دوسوسہ سے محفوظ نہیں، آدم علیہ السلام مقبول
بارگاہ تھے.... یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے لہ

یہاں کیا یہ تاویل نہ کی جاسکتی تھی کہ حضرت آدمؑ اس وقت تک مقام نبوت پر فائز نہ
ہوئے تھے، آدم علیہ السلام کے اس خصوصی واقعہ کو تمام انبیاء کرام کے لیے اصول بنانا کہ ان پر
سے کوئی دوسوسہ شیطانی سے محفوظ نہیں ہرگز درست نہ تھا، بریلویوں نے یہاں بہت جرات
اور گستاخی کی ہے، مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسنات سے بھی سُن لیجئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توہین

حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں اجتہادی خطا ہوئی۔ آپ نے متنبہ ہوتے ہی اتنی غصہ رجوع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور جنت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی اس خطا اجتہادی کا ذکر بدوین ذکر توبہ و انابت ہرگز درست نہیں۔ یہ صحیح نہیں کہ آپ کے لئے ذلت وغیرہ کے الفاظ استعمال کیئے جائیں۔

مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد الوری لکھتے ہیں :-

وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے۔ وہ آدم جو متوجہ تہاج عزت تھے

آج شکار تیر ذلت ہیں۔^۱ داستنفراد

افسوس ان بریلوں سے کسی نے نہ پوچھا کہ وہ تیر انداز کون تھا جس کا شکار آدم علیہ السلام

کو بتلایا جا رہا ہے اور اس انجام کے لئے ذلت و خواری کے الفاظ کیا اب تک کسی مسلمان نے حضرت آدم علیہ السلام کیلئے استعمال کیئے؟ کچھ غور کیجئے اور انبیائے کرام کی توہین سے ہاتھ کھینچئے۔

لیجئے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بھی لکھتے ہیں :-

حضرت علی المرتضیٰ سے مرفوعاً روایت کی کہ جب حضرت آدم پر عتاب ہوا...^۲

نعیم الدین صاحب نے اس پر طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی کا حوالہ دیا ہے۔ مگر انہوں نے کسی ایک کتاب سے بھی اس کی سند نقل نہیں کی اور اتنے سخت الفاظ حضرت آدم کے بارے میں کہہ ڈالے جن کی کسی مسلمان سے توقع نہ ہو سکتی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی توہین

حضرت نوح علیہ السلام خدا کے پیغمبر تھے کافروں کے مبلغ نہ تھے۔ نہ آپ کبھی کافر رہے نہ آپ

نے کبھی کفر کی تبلیغ کی مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار نے اُن کی بھی توہین کر ڈالی۔
آپ لکھتے ہیں :-

چونکہ فوج علیہ السلام سب سے پہلے کفار کے مبلغ ہیں۔
اہل سنت کا بنیادی عقیدہ ہے کہ کسی نبی نے کچھ جھپکنے کے برابر بھی کفر یا شرک نہیں کیا
وہ عزت سے پہلے نہ بعد۔ کفر و شرک سے وہ ہمیشہ سے بچے آئے ہیں وہ انکے مبلغ کیسے ہو سکتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین

ہندوؤں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کرشن بتلایا تو مسلمان اس پر بہت سیخ پا ہوئے۔
کرشن کا جو نقشہ ہندوستان میں متواتر چلا آتا تھا اس کے پیش نظر یہ بات ہرگز لائق برداشت
نہ تھی مگر افسوس کہ بریلوی علماء نے ہندوؤں کی یہ بات قبول کر لی اور اسے نہ صرف اخباروں میں
بلکہ حاشیہ قرآن پر بے گنے تاکہ عوام اسے قرآن کی بات سمجھیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی
احمد یار حضرت ابراہیمؑ کے ذکر میں لکھتے ہیں :-

بعض مشرکین آپ کو کرشن کہہ کر آپ کا احترام کرتے ہیں۔ مجھ سے ایک مذہبی
ہندو نے کہا کہ جنہیں تم ابراہیم کہتے ہو انہیں ہم کرشن جی کہتے ہیں اور حضرت
اسماعیل کو ارجنؑ

افسوس کہ مفتی احمد یار نے اس ہندو کی تردید کرنے کی بجائے پنڈت جی کا یہ تحفہ خود
مسلمانوں کی نذر کر دیا۔ حاشیہ قرآن میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-
ہند کے مشرک انہیں کرشن کا نام دے کر تعریفیں کرتے ہیں بشرطیکہ عرب بھی
اپنے کو ابراہیمؑ کہتے تھے۔

سب پیغمبروں کو مُردے کہا دُعا (اللہ)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا :-
 واسئل من ارسلنا قبلك من رسلنا

(ترجمہ) اور ان رسولوں سے جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے (پوچھ لیجئے)

اس آیت سے یہ مراد نہ تھی کہ آپ ان پیغمبروں سے جا کر ملاقات کریں اور ان سے پوچھیں۔۔۔ اس آیت کا منشا یہ تھا کہ :-

- ۱۔ آپ ان پیغمبروں کے ملل وادیان کو دیکھیں گی کہ ہاں بُت پرستی روا نہیں رکھی گئی۔ یا یہ کہ
- ۲۔ مومنین اہل کتاب سے دریافت فرمائیں گی نبی نے کبھی غیر اللہ کی عبادت کی اجازت دی؟
- مولانا احمد رضا خاں اس آیت کو فہرست کنز الایمان میں اس عنوان سے ذکر کرتے ہیں ”مردوں کو پکارنا“ اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ مردوں کو پکارنا ناجائز ہے۔ کیا مولانا احمد رضا خاں نے یہاں سب پیغمبروں کو مُردے نہ کہا؟ بریلوی عقیدہ میں کیا یہی پیغمبروں کی تعظیم ہے؟ کیا سب پیغمبر مُردے نہیں؟

قرآن کریم میں ہے کہ شہیدوں کو مُردے نہ کہو وہ زندہ ہیں۔۔۔ مگر اس بے ادب اور گستاخ کو دیکھئے کس دیدہ دلیری سے سب پیغمبروں کو مُردے کہہ ڈالا۔۔۔ پھر اس آیت میں انہیں پکارنے کا کوئی حکم نہ تھا۔ اس نے اس سے مُردوں سے مرادیں مانگنے کا بھی استنباط کر لیا اور سُرخ بانہ دہی۔۔۔ مردوں کو پکارنا

اس بے ادبی اور تھوک گستاخی پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ بریلوی پیغمبروں کی توہین پر جب اُتر آتے ہیں تو پھر کسی کو نہیں چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ ان بے ادبوں سے امت کی حفاظت فرمائے، انبیائے کرام کے خلاف لب کشائی کرنے میں ان لوگوں نے کتنی جرأت... دکھائی ہے

انبیاء کی دخل شیطانی سے حفاظت

اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ جس طرح انبیاء کرام کو دخل شیطانی سے محفوظ رکھتے ہیں شیطان کو انبیاء کرام کی صفات پر اترنے سے بھی باز رکھتے ہیں۔ شیطان کو اغوا و ضلال کی کتنی قوتیں بخشی گئیں، لیکن اس کو یہ طاقت نہ دی گئی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل بنا سکے۔ عالم ظاہر تو درکنار شیطان خواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نہیں آ سکتا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے واقعی حضور کو ہی دیکھا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من رانی فی المنام فسیرا فی فی الیقظة ولا یتمثل

الشیطان بی ۱

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا سو وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری شکل میں نہیں آ سکتا۔

تشکل کی نفی عام ہے جس طرح شیطان آپ جیسی شکل نہیں بنا سکتا آپ کی سی آواز بھی نہیں نکال سکتا، کیونکہ جس طرح اس شکل سے دھوکہ دینے کی اسے قدرت نہیں اس آواز سے دھوکہ دینے کی قدرت اسے کیسے حاصل ہو سکتی تھی۔

حضور کی سی آواز کسی کی نہیں ہو سکتی ہے

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان حضور کی سی آواز نکال سکتا ہے اور لوگوں کو مغالطہ دے سکتا ہے کہ گویا حضور ہی بول رہے ہیں (معاذ اللہ) مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

حضور کی یہ صفت خاص ہے کہ آپ کا ہر شکل کوئی نہیں بن سکتا، ورنہ لوگ

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ہمشکل بن گئے
 البتہ شیطان اپنی آواز حضورؐ کی آواز سے منساہ کر سکتا ہے جیسا کہ سورہ البخ
 شیطان نے حضورؐ کی طرح پڑھ دی ۱۷
 جب حضورؐ بے مثل صفات رکھتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان حضورؐ کی سی آواز نکالے
 اور وہ بھی تلاوت قرآن میں! کچھ تو سوچیے، معلوم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور
 گستاخی سے بریلویوں کو کیا ملتا ہے۔

حضورؐ کی سی خوشبو کسی کی نہیں ہو سکتی

اسلامی عقیدہ ہے کہ جس طرح کوئی حضورؐ کی شکل نہیں بنا سکتا اور حضورؐ کی آواز کسی کی نہیں
 ہو سکتی اسی طرح یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضورؐ کی خوشبو بھی کسی کی نہیں ہو سکتی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی
 ہیں کہ حضورؐ کے پسینہ مبارک میں بھی خوشبو ہوتی تھی۔
 مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ برکات احمدؒ کی قبر کی خوشبو بالکل روضہ
 انور کی سی خوشبو تھی اور تصریح کرتے ہیں کہ وہ یہ بات کوئی سبائے کے طور پر نہیں کہہ رہے بلکہ
 حقیقت کہہ رہے ہیں۔

جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اُتر ا مجھے بلا سبائے
 وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔ ۱۸

انبیاء کا ظاہر و باطن ایک

انبیاء کرام ہر قسم کے دھوکہ اور فریب سے پاک ہوتے ہیں، کسی قسم کی خیانت ان سے ممکن

نہیں، قرآن کریم میں ہے: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ

ترجمہ: نبی سے نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی قسم کی خیانت کرے۔

مداری تماشا کرتے ہیں اور مختلف روپ دھارتے ہیں، شکاری شکار پھانسنے کے لیے کئی شکلیں بناتا اور مختلف آوازیں نکالتا ہے، انبیاء و مرسلین کو کتنے ہی کڑے حالات سے کیوں نہ گزرنا پڑے ان کی سیرت نہایت پاکیزہ رہتی ہے اور وہ کبھی مداری یا شکاری کا روپ نہیں دھارتے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک سا ہوتا ہے۔

انبیاء کی بشریت اور رسالت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی بشریت اور رسالت کا اعلان فرمائیں۔ اس میں کافروں کے اس عقیدے کی تردید تھی کہ بشریت اور رسالت جمع نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی انسان پر وحی نہیں اتاری۔

قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِثْلَ

ترجمہ: انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر (کبھی) کوئی وحی نہیں اتاری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ بشریت اور وحی کی آمد دونوں کا اعلان فرما دیں تاکہ کافروں کے غلط عقیدے کی پوری تردید ہو جائے۔ ارشاد ہوا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ

فرمادیجئے، میں بھی انسان ہوں، جیسے تم۔ ہاں مجھ پر وحی آتی ہے۔

بریلویوں کا گستاخانہ عقیدہ پیغمبر شکاری کی ادائیں

قرآن کریم کا اعلان آپ کے سامنے ہے۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کا اعلان بشریت ایک

سچائی نہ تھا، آپ نے یہ بات محض اوپر اوپر سے کہی تھی جیسے شکاری شکار کرنے کے لیے جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے، مگر حقیقت میں وہ جانور نہیں ہوتا محض جانور کا روپ دھارے ہوتا ہے۔
منعتی اصدیاء گجراتی لکھتے ہیں:

میں مہتمماری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی آواز نکال کر
شکار کرتا ہے۔ لہ

پیغمبرانہ اعلان کے لیے شکاری کی مثال لانا اور اس مثال سے پیغمبر کو شکاری کہنا اور اس کی بات کو جانوروں کی سی بولی قرار دینا انبیاء کرام کی شان میں سراسر گستاخی ہے اور بے ادبی کی انتہا ہے۔ جب شیطان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روپ نہیں دھاڑ سکتا تو آپ شکاری کا روپ کیسے دھاڑ سکتے تھے۔ بریلویوں نے اس گستاخانہ پیرائے میں کلام الہی کو بھی جانور کی سی آواز کہہ دیا ہے۔
العیاذ باللہ۔ شکاری جب جانور کی سی آواز نکالتا ہے تو اس کی یہ آواز حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی۔ اپنے آپ کو ظاہر جانور بتلانا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

شکاری کا اظہار عمل حقیقت کے خلاف ہوتا ہے۔ پیغمبروں نے اگر اسی جہت سے اپنے آپ کو بشر کہا اور حقیقت میں وہ بشر نہ تھے تو ان کا اعلان انبشرا کا اعلان کیا جھوٹ نہ ہوا؟ گو اس میں کوئی مصلحت کیوں نہ ہو۔ یاد رکھیے پیغمبروں پر اس طرح کا بھی جھوٹ لگانا کفر ہے قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں:-

وذلك من دان بالوحدانية وصحة النبوة ونبوة نبي صلى الله عليه وسلم
ولكن جوز على الانبياء الكذب فيما اتوا به ادعى في ذلك المصلحة
بزعمة ادلهم يدعها فهو كاذب بالاجماع لہ

(ترجمہ) اسی طرح وہ شخص ہے جو توحید کا قائل ہو نبوت، کا قائل ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی قائل ہو لیکن انبیاء کرام (خدا کی طرف سے) جو باتیں لائیں

ان کا جھوٹ بولنا جائز سمجھتا ہو اس بات کا قائل ہو کہ پیغمبر جھوٹ بول سکتا ہے
انبیاء کے جھوٹ بولنے میں وہ کسی مصلحت کا قائل ہو دیکھا کہ شکاری اپنے
آپ کو کسی مصلحت کے لیے خلاف حقیقت ظاہر کرتا ہے، یا کسی مصلحت کے بغیر
کذب انبیاء کو جائز سمجھے تو ایسا اعتقاد رکھنے والا بالاجماع کافر ہے۔“

پیغمبر کی غیر اختیاری آواز

شکاری شکار کرنے کے لیے بڑے تکلف سے ایک نئی آواز نکالتا ہے تاکہ شکار اسے سمجھ
نہ پائے۔ اس کا اس آواز کو اختیار کرنا اس کا فن اور تجربہ ہوتا ہے۔

اب دیکھئے یہی مفتی احمد یار جو یہاں قائل ہیں انہما انا بشر مثلكم کو ایک شکاری کی آواز
کہہ رہے تھے ایک دوسرے مقام پر اسے غیر اختیاری آواز کہہ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے،
دروغ گوارا حافظہ نباشد۔

بعض اولیاء اللہ جو کچھ اپنے مراتب بیان کر جاتے ہیں وہ ان کے جوش کی
غیر اختیاری آواز ہوتی ہے انہما انا بشر مثلكم اس درجہ کی آواز تھی
اور ایک مہملی میں شریعت کی جلوہ گری (شان حبیب الرحمن ص ۲۳۸)

یہ تو سننا تھا کہ منصور کا نعرہ انا الحق ایک جوش بے خودی تھا، اسلام کی رو سے کوئی جائز آواز
نہ تھی۔ بعض اولیاء اللہ سے بعض اوقات شیطیات کا صدور ہو جاتا ہے، لیکن کسی صحابی یا امام نے آج
تک نہ کہا تھا کہ پیغمبر بھی کبھی اس بے اختیاری آواز سے بولتے ہیں یا یہ قرآن کریم میں بھی اس جوش
کی غیر اختیاری آوازیں پائی جاتی ہیں اس سے بڑھ کر انبیاء کی شان میں بڑی گستاخی کیا ہوگی!

ظاہر صورت بشری میں حضور کو کافروں سے تشبیہ دینا

کون نہیں جانتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ روشن تھا اور آپ کے

دُرونداں سے بجلی کی سی چمک نظر آتی تھی۔ آپ کی شکل مبارک اور ظاہرِ صورتِ بشری دنیا کے ہر انسان سے ممتاز تھی کافروں کی طرح ہرگز نہ تھی۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حضور کو ظاہرِ صورتِ بشری میں کافروں کی طرح ٹھہرایا ہے اور اس گستاخی پر انہیں کچھ حجاب نہ آیا۔ کمنز الایمان میں لکھتے ہیں :-

تم فرماؤ ظاہرِ صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (پ ۱۶ الکہف) ۱۔
حضور کی شکل مبارک اور آپ کی ظاہرِ صورتِ بشری کو کافروں سے ملانا بہت بڑی گستاخی ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

بریلویوں نے کن کن پیغمبروں کی توہین کی ہے اور کن کن پیروں میں ان برگزیدہ ہستیوں کی تنقیص کی ہے یہ آپ کے سامنے ہے تاہم شرع کا یہ قاعدہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ کسی پیغمبر کی بھی توہین و تنقیص کی جائے۔ انسان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے اور مُرد ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے اصحاب کا یہی فیصلہ ہے۔ قاضی عیاض (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں :-
وقال ابو حنیفۃ واصحابہ علی اصلہم من کذب باحد من الانبیاء

او تنقص احدا منهم او برئ منهم فهو مرتد۔

(ترجمہ) امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے اصحاب نے اپنے اُصول پر فیصلہ دیا ہے کہ جو کسی ایک پیغمبر کی بھی تکذیب کرے یا اُن میں سے کسی کی تنقیص کرے یا اُن میں سے کسی سے اظہارِ بیزاری کرے وہ مُرد ہو جاتا ہے (اسلام سے نکل جاتا ہے) افسوس کہ بریلویوں نے پیغمبروں کی توہین کے اور اُن کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کر کے اپنی آخرت تباہ کر لی ہے۔ اب بھی جو لوگ ان غلط عقائد سے توبہ کر لیں خوش قسمت ہوں گے

اسلام کے عقیدہ رسالت پر دو طرفہ حملہ

اسلام میں رسالت کا مقام الوہیت سے نیچے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے سرور و پہونے کے باوجود الشرب العزت کے ماتحت اور مامور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام الوہیت پر لے جانا اسلام کے عقیدہ رسالت کی پامالی ہے اور کسی اور پیر اور بزرگ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں لے آنا اس میں بھی اسلام کے عقیدہ رسالت پر زبردست حملہ ہے افسوس کہ بریلوی حضرات یہ دو دھارا ہتھیار استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایک طرف اپنے پیروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل بنائیں گے اور دوسری طرف بیک جست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا ظہور و بروز کہنے میں بھی کوئی باک محسوس نہ کریں گے۔ فیما سہ تا علی سور الفہم۔

حضور کی صورت میں خواجہ فریدؒ

حضرت خواجہ فریدؒ نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا تھا کہ ان کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بزر و بالا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع صفات جمال و جلال اور کمال و افضل میں بے مثل پیدا فرمایا ہے مگر افسوس کہ اہل بدعت اپنے پیروں کی عقیدت میں اتنے کھو گئے کہ انہوں نے حضورؐ کی شان میں بھی بے ادبی کی پرواہ نہ کی، حضرت خواجہ فریدؒ کو عین محمد قرار دے دیا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ انوارِ فریدی میں لکھتے ہیں :

فرید با صفا ہستی محمد مصطفیٰ ہستی
چھا گویم چھا ہستی خدا ہستی خدا ہستی

ترجمہ : آپ با صفا فرید ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ہی محمد مصطفیٰ ہیں
میں کیا کہوں آپ کیا ہیں ؟ آپ خدا ہیں خدا آپ ہی ہیں۔

حضور حضرت معین الدینؒ کی صورت میں

کوٹ مٹھن ضلع راجن پور پاکستان میں ایک شخص میاں جبرہ کی بیوی فوت ہو گئی، وہ بہت اداس تھا، کہتے ہیں کہ اس کی تسلی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے خواب میں ملے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے اپنے الفاظ میں سُنیے:

رات کو خواب میں میاں جبرہ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے، لیکن حضورؐ نے اپنے چہرہ انور پر نقاب ڈالا ہوا ہے۔ جس وقت میاں جبرہ قدم بوس ہوتا ہے اور حضور پاک سیدہ بولا کہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھاتے ہیں تو عین شہنشاہ مولا محمد معین الدین کا چہرہ سامنے آ جاتا ہے۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ جناب محمد معین الدین اپنے مراتب میں اتنے بلند جا چکے تھے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شکل میں ظاہر ہوتے تھے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ اسلام کے اس عقیدے میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمیع کمالات میں ایک بے مثل ذات تھے۔ یہ لوگ غلط عقائد میں استہما کو جا چکے ہیں۔ ان کے غلام جہانیاں لکھتے ہیں:

وہ مدنی محمد معین بن کے آیا غصب کا جوان حسین بن کے آیا
سیری لاکھ جانیں ہوں قربان اس پر جو شیر سے چاچر نشین بن کے آیا

ولی اللہ کہنے ہی اونچے مرتبہ پر کیوں نہ ہو عین محمدؐ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اولیاء اللہ کے جملہ کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و کمال کی ایک کرن کی برابری نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کسی بزرگ کو آپ کی جمیع صفات میں آپ کا ظلی وجود دکھ دیا جائے۔

حضور کے جملہ کمالات شیخ جیلانیؒ میں

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں یہی عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں رکھتے تھے۔ آپ حضورؐ کی جمیع صفات کا ظنی وجود ہیں، آپ لکھتے ہیں:

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کامل نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اپنی جمیع صفات جمال و جلال و کمال و افضال کے ان میں متجلی ہیں۔ لہ

پھر ہمیں تک بس نہیں آپ نے نہایت بے دردی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت تک کا دعویٰ فرمادیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا دعویٰ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی صاحبزادہ برکات احمد کی وفات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں، عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ لہ

مولانا احمد رضا خاں یہاں اس کے سوا اور کیا دعویٰ فرما رہے ہیں کہ ”حضور میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام“ خاں صاحب کو تو چاہیے تھا کہ جب اس جنازہ میں حضورؐ کی تشریف آوری کی

بات سُنی شرمندگی محسوس کرتے کہ حضورؐ کی موجودگی میں مجھے امامت کی جرات کیوں ہو گئی؟ یا تقاضاے ادب یوں کہتے کہ الحمد للہ میں بھی اس جنازے میں موجود تھا۔ آپ کے ان الفاظ سے کہ الحمد للہ یہ جنازہ مبارک کہ میں نے پڑھایا، خال صاحب بریلوی کی اندرونی کیفیت اور انانیت کا اندازہ لگائیں کہ کس بے دردی سے حضورؐ کی امامت کا دعویٰ فرما رہے ہیں۔

حضورؐ جسم پاک سے تشریف لائے

بریلویوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضورؐ صرف روحانی طور پر اس جنازہ میں تشریف لائے تھے بلکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضورؐ مع اپنے جسم اطہر کے اس میں تشریف لائے تھے، مفتی احمد یار لکھتے ہیں۔ اس طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔

بس مولانا احمد رضا خال کا یہ دعویٰ کہ حضورؐ میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام کسی روحانی حاضری کے تصور پر مبنی نہیں بلکہ حضورؐ وہاں اپنے جسم پاک سے تشریف فرما تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مصلائے امامت سے پیچھے ہٹ گئے تھے، مولانا احمد رضا خال کو نماز پڑھانے کی کیسے ہمت ہوئی، یہ بات اپنی جگہ سوچنے کی ہے۔

بریلوی علماء کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا پتہ چل گیا تھا لیکن مولانا احمد رضا خال کو نماز پڑھاتے وقت اس کی خبر نہ تھی۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر اس وقت خبر نہ تھی تو جب خبر ہوئی اُسی وقت کچھ اظہارِ شرمندگی کیا ہوتا بلکہ اُٹائیوں لکھتے ہیں ”الحمد للہ یہ جنازہ مبارک کہ میں نے پڑھایا“ گستاخی اور بے ادبی کی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ حضورؐ میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام؟ یہ کیا گستاخی ہی نہیں؟ کچھ تو سوچو چلے عقل والو!

لے جاوا الحق ص ۱۴۴ مفتی صاحب اسکی کیا توجیہ کریں گے کہ ایک ہی وقت میں مختلف جنازوں میں کیسے جسم پاک سے پہنچتے ہیں پھر صلحا کی کیا تخصیص ہے کیا آپ ہر جنازے میں موجود نہیں ہوتے؟

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مولوی سید امیر احمد صاحب نے جب خواب دیکھا کہ حضور برکات احمد کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اس وقت برکات احمد مرحوم کی نماز جنازہ تو ہو چکی ہوئی تھی اور وہ دفن بھی ہو چکے ہوئے تھے دفن کے دن رات کو خواب آنا اسی طرح ہو سکتا ہے حضور کا اس وقت نماز جنازہ کے لئے تشریف لے جانا اسی طرح ہوا ہو کہ آپ پہلی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے ہوں — آخر کیوں؟ — کیا اس لئے تو نہیں کہ آپ مولانا احمد رضا خاں سے ناراض تھے۔

کیا مولانا سید امیر احمد کے اس خواب کو نماز جنازہ ثانیہ جس کا حضور کو خصوصی حق حاصل تھا اور اس میں امتیازی شان تھی، پر محمول نہ کیا جاسکتا تھا مولانا احمد رضا خاں کو کیا شوق سوار تھا کہ حضور کی امامت کا دعویٰ کر دیا اور برملا کہا کہ الحمد للہ! یہ جنازہ مبارک میں نے پڑھایا۔ استغفر اللہ العظیم۔ بلکہ اگر وہ غور کرتے تو اس میں ان کی بدعات پر زبردست نیکر موجود تھی۔ پیغمبر پر تقدم ہی ہے کہ اس کی سنتوں پر نہ چلے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ ایک سلسلہ میں فرماتے ہیں:

کسی نے اس خواب کا اور اس تعبیر کا ذکر حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان لوگوں نے خواب کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ کوئی ان سے کہے کہ حضور کے کہتے کسی کا مسند پر بیٹھنا صاف دلیل ہے تقدم علی الرسول در رسول سے آگے بڑھنے) کی یعنی ان لوگوں میں خود رائی ہے وہ اپنی رائے کو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک پر مقدم کرتے ہیں۔ لے
مولانا احمد رضا خاں اگر یہ تعبیر سمجھ نہ پائے اور بدعات سے توبہ نہ کی بلکہ حضور کی امامت کا دعویٰ کر لیا تو اس کا بار آخرت میں ان پر ہوگا موجودہ بیٹوی تو انکا بار اپنے سر نہ لیں۔ یہ بہر انہی کے سر ہے۔

حضور گنبد خضرا میں تشریف فرما ہیں

مولانا احمد رضا خاں تو ساری عمر اس تردد میں رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں خود تشریف لاتے ہیں یا پرے اٹھا دیئے جاتے ہیں مگر آپ کے پیرو اس عقیدہ پہنچے کہ آپ گنبد خضریٰ میں تشریف فرما ہیں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اس موقف پر رہے کہ پرے اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ ان کے سکندر لکھنوی لکھتے ہیں :

نکل رہے ہیں جو غم کے آنسو ♫ فراق طیبہ میں چشم تر سے
یقین تو ہے دیکھتے ہیں آقا ♫ حریم خضرا کے مستقر سے ملے
یہ عقیدہ کیا آپ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی کھلے طور پر تردید نہیں؟
موصوف آپ کو ناظر تو مان رہے ہیں مگر یہ نہیں کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں یہ بات
کہ آپ نیک لوگوں کے جوازہ میں جسم پاک سے حاضری دیتے ہیں مفتی احمد یار کے سوا کسی نے نہیں کہی ہے
ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ مدفنہ انور میں فائز حیات ہیں یہ کتنا گستاخی ہے کہ تیر نہات نے آپ کو فنا گھاٹ آ کر

حضور پر تیرمات چلانا (معاذ اللہ)

قرآن کریم میں شدید اٹنے کرام کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر یہ بھی
صحیح ہے کہ اسلام میں موت فنا محض کا نام نہیں دار دنیا سے دار آخرت میں
انتقال کا نام ہے اور قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ موت کے ساتھ تیر کا لفظ اضافت
کر کے اسے انبیاء پر لانا اہل سنت کے یاں کہیں رائج نہیں رہا مگر دیکھئے مولانا
احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا ابوالحسنات کس دلیری سے لکھتے ہیں :

ملہ آرزوئے مدینہ ص ۴۴ سلیم علیہ خلیل بلکہ لو کہی اس کتاب پر مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری مولانا احمد سعید
کاظمی اور غلام علی اوکاڑوی تینوں کی تقریظیں موجود ہیں ملہ ملفوظات جلد ۴ ص ۶۹

جس سروسہی نے چین دہود میں بلندی حاصل کی اسے ارہ فنا نے بیخ و بن سے کاٹا اور جس نہال تازہ نے گلش حیات میں نشو و نما پائی تیرمات نے اسے فنا کیا لہ حضورؐ کی وفات پر شجر اسلام کے بیخ و بن سے کٹنے کا عقیدہ شیعہ کا تو ہو سکتا ہے لیکن اہل السنۃ والجماعت کے ہاں اس خیال باطل کی کہیں پذیرائی نہیں۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسی کتاب میں خلیفہ اہل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت جو سقیفہ بنی ساعدہ میں طے ہوئی تھی اس پر سخت طنز موجود ہے۔ اور خلافت بنی فاطمہ کی طرف منتقل کرنے ہی کی تجویز ہے تو اس یقین سے چارہ نہیں رہتا کہ مولانا احمد رضا خاں کلاپورا حلقہ اہل السنۃ والجماعت کے پیچھے ہی لٹھ لے پھرتا رہا ہے۔ بہر حال مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہ خلیفہ کہتے ہیں:-

خلافت پر اترے تو سنئے لطیف یہ لگتی ہے رائے جمعی و خفیہ
کہ اجماع میں جو کے اہل سقیفہ بنانا تھا حضرت حسن کو خلیفہ
تو ہوتے نہ اتنے تفنن کے جھگڑے
تشیع کے قصے تسنن کے جھگڑے

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ نے اسے تحقیق حق قرار دیا ہے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے صحابہ کے اجماع پر طنز کیا ہے۔ اہل سنت کے ہاں کسی ایک صحابی پر بھی طنز جائز نہیں تو پھر اہل صحابہ کے اجماع کا تحفظ کرنے والا کیسے سنی سمجھا جا سکتا ہے۔

حضورؐ کی وفات کو حضورؐ کا زوال کہنا (معاذ اللہ)

قرآن کریم میں حضور صلی اللہ کو بشارت دی گئی وللاخۃ خیر لک من الاولیٰ

”اور البتہ آخرت آپ کے لئے پہلی زندگی سے بھی بہتر ہوگی“ اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استیذان ملک الموت کے وقت خود ربّی اعلیٰ کو پوزہ فرمایا۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زوال کہنا کس قدر گستاخی اور بے ادبی کا غماز ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے یہ خلیفہ آیت الیدم اکملت لکم دینکم پر لکھتے ہیں:

آقا کے مدینہ رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں رائے انشعاب سے اس لئے کہ بعد کمال زوال ہوتا ہے :

چو آفتاب بہ نصف النہار یانت کمال مفر است کہ روئے نہد بہ سوئے زوال^۱

رضا خانی عقیدہ میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب رسالت و ربوبہ زوال ہوا لیکن سنی عقیدہ میں پہلوں کے آفتاب تو بیشک غروب ہوئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب کبھی غروب نہ ہوگا۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَفَلَتِ شَمْسُ الْإِدْوِلِینِ وَ شَمْسُنا اَبَدًا عَلٰی اَفْقِ الْعٰلٰی لَا تُخْرَبُ

(ترجمہ) پہلوں کے آفتاب تو غروب ہو گئے لیکن ہمارا آفتاب بلندی کے افق پر ہمیشہ رہے گا کبھی غروب نہ ہوگا۔

حضور کی رسالت کے دو ممتاز پہلو

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء کرام پر بہت سی باتوں میں فضیلت عطا فرمائی لیکن آپ کی ہمہ گیر نبوت اور ختم نبوت کے عقیدے اتنے ممتاز ہیں کہ ان ضروریات دین کا اقرار کئے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم کی رو سے آپ کی نبوت عرب و عجم اور ہر خطہ زمین کو شامل ہے اور ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح آپ پر مراتب نبوت کی انتہا ہے زمانی اعتبار سے بھی آپ کے بعد کسی درجے کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

حضور اکرم کی ہمہ گیر نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سب انس و جن کے لیے ہے۔ کسی ایک علاقے، نسل یا رنگ سے خاص نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَشَرْتُ الْاِنْسَانَ عَامَةً لِّهُ

ترجمہ: میں سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں

سیدنا ملا علی قاری لکھتے ہیں: ای شاملۃ للعرب والعجم

ترجمہ: یعنی حضورؐ نے فرمایا، میں عرب و عجم کے سب انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں

بریلویوں کا غلط عقیدہ

بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے لیے نشانِ ہدایت تھے، عجم کے لیے مولانا احمد رضا خاں اس الٰہی ہدایت کا قبلہ نہ تھے۔ آپ کے خلیفہ مولانا عبد العظیم صدیقی جب حج سے واپس لوٹے تو آپ نے مولانا احمد رضا خاں کے حضور ایک مدحیہ نظم پڑھی، اس میں ایک شعر یہ بھی تھا:

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صورت کو

عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نام ہو

اس نظم پر مولانا احمد رضا خاں نے مولانا عبد العظیم صدیقی کو ایک قیمتی غنلی جبہ مرحمت فرمایا۔ گویا تسلیم کر لیا کہ واقعی عجم کے لیے آپ ہی الٰہی ہدایت کا قبلہ نہ تھے اور حضورؐ کی دعوت تو (معاذ اللہ) صرف عربوں تک کے لیے تھی۔ مولانا احمد رضا خاں پابندِ سنت ہوتے تو نہ صرف مولانا عبد العظیم کے منہ میں خاک ڈالتے بلکہ صاف کہتے کہ صاحبو! یہ غلط کہہ رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب و عجم

دونوں کے لیے مبعوث ہیں اور میں ہرگز آپ کا مقابل نہیں ہوں کہ عرب کے لیے تو وہ ہوں اور
عجم کے لیے نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے ایسا نہ کیا، بلکہ دشمن کا جو
جبر آپ پہنا کرتے تھے جو شمسرت میں انہیں پہنا دیا کہ واقعی تم اچھا کر رہے ہو، میری تعریف
کر رہے ہو۔ اور مجھے عجم کے لئے مبعوث مان رہے ہو۔

حضور اکرمؐ کی شانِ ختم نبوت

اسلام کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام بیشک نزول فرمائیں گے، مگر وہ حضورؐ سے پہلے کے نبی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد پیدا نہ ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نئی شریعت لانے والا ہو
یا تابع شریعت محمدی ہو کر آنے والا ہو، ہرگز ہرگز نہ آئے گا، نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہے
کبھی کسی کو نبوت نہ ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الرسالة والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی لہ
بیشک رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو لیا۔ سو میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا نہ کوئی نبی۔

مولانا احمد رضا کا انکار ختم نبوت

مولانا احمد رضا خاں اس قطعی اور بنیادی عقیدہ اسلام سے دُور جا نکلے۔ آپ کہتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب نبوت صرف ۵۶۱ھ تک بند ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
(۵۶۱ھ) کی وفات کے بعد پھر کسی وقت رسالت کا آغاز ہو گا اور جو رسول آئے گا وہ تمام ولایت
میں پہلے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا تابع رہ چکا ہو گا یعنی سلسلے میں قادری ہو گا۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :

انجام دے آغا ز رسالت باشد ایک گوہم تابع عبد القادر ملے
(ترجمہ) حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا۔ یہ کہو کہ وہ
شیخ عبد القادر کا تابع بھی ہوگا۔

اس عقیدے میں دو کفر لپٹے ہوئے ہیں، ایک ختم نبوت کا انکار، دوسرا یہ کہ ولی نبی سے
افضل ہو سکتا ہے، یہاں تک کہ نبی تابع ہو اور ولی ہمیشہ کے لیے متبوع ہو کہ رہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعتبار سے رسالت کا
دروازہ بند کیا تو ایک اعتبار سے اسے کھول بھی دیا۔ ۵۶۱ھ کے بعد اس امت میں قادری سلسلے
کے کسی بزرگ کے لیے آغاز رسالت کی خبر دی۔ آپ کے عقیدہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نبوت کا دروازہ کھولنے والے بھی تھے۔ آپ لکھتے ہیں :

فتح باب نبوت پر بے حد درود ختم دو بر رسالت پر لاکھوں سلام ملے
ترجمہ : جس نے نبوت کا دروازہ کھولا اس پر لاکھوں درود اور جس نے رسالت کا دو ختم کیا اس پر
لاکھوں سلام ہوں۔
نبوت اور رسالت کے فرق سے آپ نے یہ بتلایا ہے کہ نیا نبی تو آسکتا ہے رسول نہیں۔

فتح باب نبوت سے مراد

یہاں فتح باب نبوت سے آدم علیہ السلام سے پہلے کا آف از نبوت مراد نہیں لیا جاسکتا،
کیونکہ یہ عالم ارواح کی بات تھی۔

اس سوال پر کہ متى وَجِبَتْ لَكَ الْمَنْبُوتَةُ (آپ کو نبوت کب ملی، ارشاد فرمایا تھا :
وَاَدْمِیْنِ الرُّوحَ وَالْجَسَدَ اور اس وقت آدم ابھی روح اور جسد میں ہی منقسم تھے۔

اس شعر میں اس کا تقابل ختمِ دو در رسالت سے ہے جو عالم ارواح کی نہیں عالم ظاہر کی بات ہے۔ توفیق بابِ نبوت میں بھی عالم ظاہر کی بات ہی مراد لی جائے گی اور ظاہر ہے کہ عالم ظاہر میں نبوت کا دروازہ کھلنے سے مولانا احمد رضا خاں کی مراد یہی ہو سکتی ہے جسے آپ پہلے بیان کر چکے ہیں۔ پس مولانا کی مراد توفیق بابِ نبوت سے یہی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے آغاز رسالت ہو گا اور نیا آنے والا نبی قادری سلسلے ہی سے ہو گا۔

اب دیکھئے قادری سلسلے میں وہ کون حضرت تھے جو اپنے بعد والوں کے لیے اس پیش گوئی کا مصداق بن سکتے تھے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ نبوت کے یہ نئے امیدوار کون تھے، لیکن یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو دروازہ اپنے لیے کھولا اس میں اچانک مرزا غلام احمد داخل ہو گئے، داخل ہوتے ہی انہوں نے یہ دروازہ اوروں کے لیے بند کر دیا اور اعلیٰ حضرت دیکھتے ہی رہ گئے۔ اب اعلیٰ حضرت کے لیے کوئی گنجائش نہ رہی کہ وہ اس شعر کی مزید تشریح کریں اور آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کو صرف مجدد قرار دیں۔ بریلویوں نے جو نبی آپ کو مجدد قرار دیا تو مرزا نیل نے بھی کچھ پینتیرا بدلا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ دعویٰ کچھ زیادہ کامیابی کے ساتھ چل سکتا ہے، ان کے جناب محمد علی لاہوری نے اعلان کر دیا کہ مرزا صاحب بھی مجدد تھے۔ مرزائیوں کی یہ جماعت لاہوری جماعت کہلاتی ہے، لیکن قادیانی جماعت اپنے اسی عقیدے پر رہی کہ نبوت کا دروازہ پھر سے کھل گیا ہے اور غیر تشریفی نبی آ سکتا ہے، صرف رسالت ختم ہے۔

بریلوی مولانا احمد رضا خاں کو اور لاہوری مرزائی مرزا غلام احمد کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں، دونوں کی دوڑ لگی ہے، دیکھئے پہلے کون سنبھلتا ہے۔

ختمِ نبوت کا ایک اور معنی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء عام طور پر بایں معنی کہا جاتا ہے کہ

”اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا“ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

آپ کے بعد کسی نبی کی ولادت اور پیدائش نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ آخر البتین کے ایک اور معنی بھی ہیں اور وہ معنی یہ ہیں کہ آپ درجے میں سب سے آخر تھے، آپ سے آگے بڑھا ہوا کوئی نہیں۔ ان کے خیال میں آخر کا لفظ اولیت مرتبی کے معنی میں ہے اور آخر البتین کے معنی اول البتین کے ہیں۔ پس ان کے نزدیک لفظ خاتم خاتمت مرتبی کا بیان ہو گا۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

ما ذرا قصی میں تھایی ستر عیاں ہو معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جبرطنت آگے کر گئے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی۔ یہ آپ کے سب سے افضل رسول ہونے کا کھلا نشان تھا۔ مسجد اقصیٰ کی اس نماز میں یہ لڑ نہیں تھا کہ آخر البتین کے معنی اول البتین کھل کر سب کے سامنے آجائیں اور ختم نبوت مرتبی پوری طرح واضح ہو جائے۔

آخر کا معنی اول ہو یہ کسی لغات میں نہیں۔ ہاں درجے کی انتہا مراد لی جائے تو اس کے معنی اول کے ہو سکتے ہیں اور اس معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے خاتم البتین کے عام متعارف معنی کو چھوڑ کر کیا ایک نئے معنی نہ کہے؟ خود ہی فیصلہ کیجئے، یہ کتنے درجے کا جرم ہے۔

خاتم پر کمالات کا ختم ہونا

پس خاتم یا آخر بایں معنی تجویز کیا جائے جو مولانا احمد رضا خاں نے بیان کیا تو آپ کا خاتم البتین ہونا انبیاء و سالتین کی طرف ہی نسبت نہ ہو گا بلکہ آپ کے بعد بھی اگر کچھ انبیاء ہوتے تو آپ ان کی نسبت سے بھی خاتم بدستور رہتے، اس لیے کہ آپ کو ان کے مقابل بھی اولیت بدستور حاصل رہتی بلکہ کہا جائے گا کہ آپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی خاتم البتین لکھے جا چکے تھے۔

اس کے باوجود سب انبیاء کرام اپنے اپنے وقتوں میں تشریف لائے اور ان کا حضورؐ کی اس خاتمت کے بعد تشریف لانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس شانِ خاتمت کے ہرگز خلاف نہ تھا کیونکہ یہ خاتمت مرتبی ہے جس کے بعد اور انبیاء کرام کی آمد اس کے خلاف ہرگز نہیں۔ خاتمت زمانی آپ کو اس وقت حاصل ہوئی جب آپ بالفعل اس دُنیا میں تشریف لائے۔ اس کے بعد نہ کسی نبی کی بعثت ہوئی اور نہ ہوگی۔

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا فتی علی خاں بھی لکھتے ہیں:-

اس آیت (مِثَاقِ النِّبَیِّیْنَ) سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ آپ منصب نبوت میں اصل اصول ہیں۔ اگر اور پیغمبر زمانہ آپ کا پاتے۔ آپ پر ایمان لاتے اور تصدیق اور تائید آپ کی کرتے۔ لے

کیا اس صورت میں آپ کی ختم نبوت میں فرق آتا؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ لیکن یہ ختم نبوت مرتبی کا بیان ہوگا کہ آپ منصب نبوت میں اصل الاصول ٹھہرے۔ آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں۔ جب ابھی آدم علیہ السلام میں روح و جسد کا علاقہ قائم نہ ہوا تھا۔ بایں ہمہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑ سکا۔ پھر جب آپ بالفعل یہاں تشریف لے آئے تو آپ کی ختم نبوت زمانی بھی ساتھ قائم ہو گئی۔ اب ایمان کے لئے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کا تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو گو اس سے آپ کی ختم نبوت مرتبی میں فرق نہ آئے۔ لیکن ختم نبوت زمانی قائم نہ رہے گی اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوگا۔ مولانا فتی علی خاں نے جوابات کہی ہے لفظ اگر سے کہی ہے اور قضیہ شرطیہ کے لئے تحقیق ضروری نہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ مولانا فتی علی خاں نے یہاں حضورؐ کے بعد امکان نبوت پیدا کیا ہے۔ اور مرزا غلام احمد کے لئے راہ کھول دی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بارے میں بھی اس قسم کی بات نہیں کہی جاسکتی۔

ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی

اسلامی عقیدہ ختم نبوت کے لیے حضورؐ کی ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کا اعتقاد ضروری ہے گو ازل معنی زیادہ ظاہر اور مشہور ہو اور دوسرا گہرا اور حقائق میں مستور ہو۔
مولانا احمد رضا خاں نے آخر القیین کے معنی ازل القیین ہونے کو ایک راز بتایا ہے اور راز وہ ہوتا ہے جو عام لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ گویا اس شعر میں مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کے اس معنی کو کہ آپ سب سے آخر میں تشریف لائے عوام کا خیال تیار ہے ہیں اور گناہ چاہتے ہیں کہ بناء خاتمیت اولیت پر ہے۔

نمازِ اقصیٰ میں تمنا یہی ستر عیاں ہو معنی ازل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

مولانا احمد رضا خاں یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو گویا عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور خود اس باریک نکتے کا اظہار کر رہے ہیں کہ بناء خاتمیت مرتبے کی انتہا تھی اور یہ راز معراج کی رات عیاں ہوا تھا کہ خاتم القیین ازل القیین کے معنی میں ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ معراج کی رات واقعی آپ امام الانبیاء تھے۔ آپ ہی سب سے آگے گئے تھے ختم نبوت مرتبی برحق آپ کا اصل الاصول ہونا برحق لیکن ختم نبوت زمانی کا انکار بھی کسی صورت میں نہ ہونا چاہیے۔ مولانا احمد رضا خاں نے لفظ آخر کو جو یہاں نئے معنی پہنائے اس صورت میں ہیں اس سے انکار نہ ہونا چاہیے۔ بشرطیکہ دوسرے مقام پر ختم نبوت ۵۶۱ھ تک محدود نہ ہو۔

مذہبی خود کشی کا ایک اور المیہ

حزب الاخوان لاہور پاکستان میں بریلوی مذہب کا ایک معروف ادارہ ہے۔ اس کے ماہنامہ رضوان نے اس بات کا تجزیہ کیا بغیر کہ جب تک معروف و مسلم معنی کا انکار نہ ہو کسی لفظ

میں کوئی نئے معنی پیدا کرنا کفر نہیں ٹٹے بے دریغ انداز میں کفر کا یہ گولہ پھینکا ہے۔
 جو شخص اس ضروری دینی معنی کے خلاف کوئی اور معنی اس لفظ (خاتم یا آخر)
 کے بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے حکم سے کافر، مرتد
 بے دین ہے۔

بہٹی کے ماہنامہ المیزان نے اپنے احمد رضا نمبر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے
 بھی یہ عبارت نقل کی ہے:

ان اللغة العربية حاکمة بان معنی خاتم النبیین فی الآیۃ .
 هو آخر النبیین لا غیر

بیشک عربی زبان کا اہل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء
 ہے، دوسرا کوئی معنی نہیں ہے۔

افسوس مضمون نگار نے یہ سوچا کہ نئے معنی اس وقت لائق رد ہوں گے جب ان سے پہلے
 معنی کا انکار ہو رہا ہے یا وہ نیا مضمون خود اپنی جگہ غلط ہو۔ ختم نبوت مرتبی کے اقرار سے ختم نبوت
 زمانی کی تردید نہیں ہوتی دونوں کا بیک وقت اقرار ہو سکتا ہے اور ختم نبوت مرتبی کا مضمون بھی
 اپنی جگہ قائم رہتا ہے اور یہی راز مسجد اقصیٰ کی نماز میں حجاج کی رات کھلا تھا لیکن اگر یہ عقیدہ رکھا
 جائے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے اس امت میں رسالت کا آغاز ہوگا
 اور وہ آنے والا رسول قادری سلسلے میں سے ہوگا تو پھر یہ بیشک ختم نبوت زمانی کا انکار ہے اور اس
 پہلو سے ماہنامہ رضوان کی مذکورہ بالا رائے بے شک صحیح ہے، کاش کہ رضوان عزیز کو کچھ وقت معلوم ہوتا
 کہ ان کے اس جارحانہ حملے کا خون خود اعلیٰ حضرت پر گر رہا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ۵۴۱ھ کے بعد پھر سے
 رسالت کا آغاز ہوگا۔ اور ایک قادری سلسلہ کے بزرگ نبوت کریں گے (نہ کہ مرزا غلام احمد)۔
 افسوس کہ خان صاحب دیکھتے رہ گئے اور جو ۱۰۰۰ روپے اپنے لئے کھول رہے تھے اس میں مرزا صاحب داخل ہو گئے۔

مولانا احمد رضا خاں کا پہلا عقیدہ ختم نبوت

مولانا احمد رضا خاں نے جب تک ”انجام دے آغاز رسالت باشد“ کی پیشگوئی نہ کی تھی ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ سب سے پچھلے نبی ہیں یعنی زمانی اعتبار سے بھی نبوت آپ پر ختم ہے لیکن اس وقت بھی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے آخری نبی ہونے میں آپ کی کوئی شان اور فضیلت نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کے بیان کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری نبی ہونے پر کچھ مغرور سے رہتے تھے (استغفر اللہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں حضور کے سب سے آخری نبی ہونے میں بالذات کچھ فضیلت نہ تھی۔ مولانا بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے پوچھا:

أَعْمَ عَلَيْكَ أَنْ جَعَلْتُكَ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ كَيْ تَمَيَّنَ اسْ بَاتِ كَاغَمْ هَوَا كَمِيسَ نِي
تَمَيَّنَ سَبَّ سَ كَچھلا نبی کیا؟ عرض کی نہیں اے رب میرے۔ ارشاد فرمایا میں نے انہیں اس لیے سب سے پچھلی امت بنایا کہ سب امتوں کو ان کے سامنے روا کر دوں اے

حضور آخری نبی ہونے پر خوش نہ تھے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا افسوس نہ ہو یہ بات اپنی جگہ صحیح لیکن اس عبارت سے یہ بات ضرور پتہ چلتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے خیال میں حضورؐ اپنے آخری نبی ہونے پر چنداں خوش بھی نہ تھے اور آپ کے آخری نبی ہونے میں صرف امت کا اعزاز مقصود تھا اس میں آپ کی بالذات فضیلت کوئی نہ تھی۔ (العیاذ باللہ)

مولانا احمد رضا خاں کی ختم نبوت کے بارے میں ان مختلف تحریرات کا حاصل یہ ہے کہ ۱۔ آپ ختم نبوت کے اس معنی کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں تشریف لائے صرف عوام کا خیال سمجھتے تھے معنی خاص کہ اس سے مراد مرتبے میں اول ہونا ہے اسے ایک راز کہتے تھے۔

۲۔ حتم نبوت زمانی میں وہ حضورؐ کی کسی بالذات فضیلت کے قائل نہ تھے اور اسے صرف ایک امت کا اعزاز سمجھتے تھے۔ آپ کو اس مرتبہ میں غلگین بتلاتے تھے۔

۳۔ آخر میں انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور قادری سلسلے سے کسی شخص کو نبی بنایا جائے گا۔

بریلوی علما بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس سے مراد حضرت مسیح کی آمد ثانی ہے۔ یہ جواب صحیح نہیں کیونکہ ان کی رسالت کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے پہلے ہوا ہے۔ ان کی آمد ثانی ان کی اسی زندگی کا تسلسل ہوگا جو پہلے سے انہیں حاصل ہے۔
خاں صاحب کی مراد کسی نئے نبی کا آنا ہے جس پر رسالت کا پھر سے آغاز ہوگا۔

انجام دے آغاز رسالت باشد۔ ایک گوہم تابع عبدالفتا در
یاد رکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا اقرار ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے، مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے سب لوگ نبی ہو سکتے تھے۔

فیض صحبت سے نبی بننے کا تصور

مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں :

قریب تھا کہ یہ ساری کی ساری امت نبی ہو جائے۔
جمال ہنشیں در من اثر کرد وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم لے

اعلیٰ حضرت نے یہ نہ سوچا کہ اگر ساری کی ساری امت نبی ہو جائے تو ان نبیوں کے لیے پھر آخر امتیں کہاں سے آئیں گی۔ اگر نبی ہی نبی دنیا میں ہوں اور امت کوئی نہ ہو تو پھر اس عنصری دنیا اور فرشتوں کی دنیا میں کیا فرق رہے گا۔ افسوس کہ خاں صاحب نے کچھ نہ سوچا اور حضورؐ کے فیض صحبت سے ملنے کا ایہام پیدا کر دیا، مرزا غلام احمدؒ نے بھی تو اپنی نبوت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی۔

ختم نبوت سے مراد دفتر تنزیل کا ختم

قادیانی لوگ ختم نبوت کا یہ معنی کرتے ہیں کہ تشریفی نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اب کوئی کتاب نہ اترے گی نہ ذہن میں کوئی کمی بیشی ہوگی، دین حضور پر کامل ہو چکا۔ قادیانیوں کی یہ تشریح اس بات کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے ہے کہ غیر تشریفی نبوت جو کسی نئے قانون کی حامل نہ ہو اس کا دروازہ کھلا رہے۔ وہ اس پہلو سے مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول کہتے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی شاید انہیں ہی خوشش کرنے کے لیے خاتم النبیین کا یہ معنی کرتے تھے۔

کے رہے انبیاء کما قبلہم والخاتم حاکم کو خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تم آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

(سلیس) سب انبیاء اس پیغام کے ساتھ آتے رہے جو انہیں دیا گیا اور خاتم ہونا آپ کا حق ہے کہ آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اس (ختم نبوت) سے مراد یہ ہے کہ اب اور آسمانی کتاب کوئی نہ آئے گی اور دین کی تکمیل ہو چکی، یہی ختم نبوت کی تشریح ہے۔

مرزا غلام احمد نے قرآن کریم کو آخری آسمانی کتاب اور حضور کی شریعت کو آخری شریعت ماننے ہوئے اپنے لیے غیر تشریفی نبوت کا دعویٰ کیا۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے آغاز رسالت بتایا اور نئے موعود پیغمبر کے لیے قادری ہونے کی شرط لگائی۔ اپنے آپ کو ساری عمر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا تابع کہتے رہے، لیکن ہوا کیا؟ مرزا غلام احمد نے پیشقدمی کر دی اور اعلیٰ حضرت دیکھتے ہی رہ گئے۔

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر جو تھک کر رہ جلتے ہے منزل کے سامنے
مسلمانوں کا قادیانیوں سے ختم نبوت کے مسئلہ کے بعد سب سے بڑا اختلاف حیاتِ مسیح پر ہے۔ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں مسلمانوں کو قادیانی ذہن کے قریب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ تاثر

دینے کی پوری کوشش کی ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مان بھی لی جائے تو حیات مسیح کا اسلامی عقیدہ ہرگز پامال نہ ہوگا کیونکہ انبیاء کرام کی وفات کے بعد بھی آخر زندہ ہی ہیں۔ یاد رکھیے کہ اس قسم کی حیات مسیح مسلمانوں کا اعتقاد کبھی نہیں رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی پہلی حیات سے زندہ ہیں ان کی زندگی دوسری نہیں۔ ان کی دوسری زندگی کا آغاز ان کی وفات کے بعد سے ہوگا جب وہ فوت ہو کر حضور اکرمؐ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ مولانا احمد رضا خاں کا مندرجہ ذیل بیان محض قادیانیوں کو خوش کرنے کی ایک راہ ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ حیات مسیح

مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی نہ قتل کر سکے نہ پھانسی سکے بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھالیے گئے اور قریب قیامت میں آپ پھر نزول فرمائیں گے۔ ان کا وجود علامات قیامت میں سے ایک علامت ہوگا۔ قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس حیات کا انکار کرتے ہیں اور انہیں وفات طبعی سے فوت شدہ مانتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر چند محول کے لیے موت کے قائل ہیں اور پھر ان کے جی اٹھنے اور آسمانوں میں چلے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا تصور حیات مسیح اسلامی اعتقاد سے دُور اور قادیانی عقیدے کے بہت قریب۔ وہ حیات برزخی کے منکر کو تو بد مذہب کہہ رہے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات غصری کے منکر کو کہیں بد مذہب نہیں کہتے۔ مرزا غلام قادر کی شاگردی کا پورا حق ادا کرتے دکھائی دیے ہیں۔ آپ ملفوظات حجتہ چہام ص ۵۵ پر فرماتے ہیں:

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مان بھی لی جائے تو ان کی موت بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے صرف آنی (وقتی) ہے۔ ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے اس کا منکر نہ ہوگا مگر بد مذہب گمراہ۔ تو پھر حضرت عیسیٰؑ زندہ ہی ہیں۔

اس مسئلے میں یہ بریلوی موقف ہے جو محض قادیانیوں کی رعایت کے لیے اختیار کیا گیا تھا۔ اس میں مولانا احمد رضا خاں کی کیا عرض تھی اسے مولانا جانے یا اس وقت کی انگریز حکومت، بہیں یہ جان لینا کافی ہے کہ اس باب میں علماء اسلام کا موقف کیلئے۔ اب خالص صاحب کا موقف بھی پڑھ لیجئے۔

حیات و وفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علی نبینا الکریم وعلیہ صلوٰۃ اللہ و تسلیماۃ اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں جو خود ایک قرحی سہیل، خود مسلمانوں میں ایک فوج کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار فضلال بھی نہیں۔
حیات و وفات حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے مگر آخر زمانے میں انکے تشریف لانے اور دجال لعین کو قتل کرنے میں کسی کو کلام نہیں۔

بریلی کے محلہ کھیر جعفر خاں میں ایک مرزائی مسجد تھی۔ اس کا ذکر فتاویٰ رضویہ میں بھی ملتا ہے۔
مولانا احمد رضا خاں اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ کی سال میں کُل تین تقریریں ہوتی تھیں جن میں سے دوبار اس میں تقریر کرتے تھے۔ آخر کیوں؟ اس کیلئے ذرا سوچیں ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔
زاہد مسجد احمدی پر درود دولت ہمیشہ عسرہ پہ لاکھوں سلام

مولانا احمد رضا خاں یہاں کس پر درود پڑھ رہے ہیں اس پر قارئین خود ہی غور فرمائیں۔
ایک دفعہ ایک بریلوی نے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب یہاں حضرت عثمان غنی پر درود دو سلام پڑھ رہے ہیں کسی پیغمبر یا معی نبوت پر نہیں۔ وہیں ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ صحابہ کرام کیلئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ آتے ہیں یا درود دو سلام کے تو اپنا سامنے لے کے رہ گیا۔ البتہ اس نے یہ ضرور کہا کہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ تو اعلیٰ حضرت کے لیے بھی آتے ہیں۔ پوچھا گیا یہ کہاں؟ تو اس پر کچھ نیند کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔

جیش عسرہ کی تیاری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بہت مال دیا تھا جب ۷۰ دیا تو وہ مال ان کا نہ رہا سب مسلمانوں کا سا اِن جنگ ہو گیا۔ مرزائیوں کے عقیدہ میں جہاد حرام ہے

مولانا احمد رضا خاں کہیں ان کے لئے تو حدیثِ عمرہ کو سلام نہیں کرتے انہیں دور سے یہ سلام "ایک محاذ ہے۔
احمد رضا خاں کا یہ شعر بہ حالِ معنی خیز ہے :

ناہ مسجدِ اعمری پر درود دولتِ جلیشِ عمرہ پر لاکھوں سلام

مرزائی مسجد میں دوبارہ تقریر

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں لکھا ہے :

مرزائی مسجد محلہ گھیر جعفر خاں بریلی میں امام احمد رضا خاں دوبارہ وعظ فرمایا کرتے تھے نہ
مولانا احمد رضا خاں مرزائیوں کو کافر بھی کہتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی نظر و فکر کے لیے
کچھ راہ بھی ہموار کرتے جاتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی عقیدہ ہے کہ چونکہ سب انبیاء کرام بعد وفاتِ نبویؐ
ہیں اس لیے حضرت علیؑ علیہ السلام بھی زندہ ہیں۔ علماء اسلام اسے کسی طرح بھی عقیدہ حیاتِ مسیح
تسلیم نہیں کرتے۔ حیاتِ وہ ہے جو ابھی موت آشنا نہ ہو۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلفاء تو ان سے بھی آگے نکلے۔ مولانا سردار احمد صاحب لاہوری
نے ۱۹۵۲ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں مسلمانوں کا ساتھ تو نہ دیا کیونکہ اس میں علماء دیوبند شامل تھے،
مگر چودھری نضر اللہ خاں قادیانی سے لاہور سٹیشن پر خفیہ ملاقات کی کیونکہ موصوفہ الذکر نے قائدِ اعظم کی نماز
جنازہ میں شمولیت نہ کی تھی۔ ادا کہا تھا کہ مجھے ایک مسلمان حکومت کا کافر ملازم سمجھ لو۔

صحیح بخاری میں قادیانیوں کا ذکر

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار صاحب بدایونی ثم گجراتی نے تو قادیانیوں کا ذکر
صحیح بخاری تک میں موجود بتلایا۔ گویا یہ بھی ایک امت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے مفتی احمد یار
صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں :

بخاری میں ہے کہ قادیانیوں کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں ۱۔

منفی صاحب کی یہ بات قطعاً غلط ہے۔ ہم بریلوی علماء کو بارہا چیلنج کر چکے ہیں کہ صحیح بخاری میں کہیں یہ لفظ دکھائیں اور ان میں سے کوئی حضرت آج تک بخاری سے یہ لفظ نہیں دکھاسکے۔ امام بخاری تیسری صدی ہجری میں ہوئے اور مرزا غلام احمد قادیانی چودھویں صدی میں منفی صاحب مرزا غلام احمد کو گیارہ صدیاں پہلے کیا صرف گیارہویں شریعت کی خوشی میں لے آئے ہیں منفی صاحب کا یہ اسی طرح کا ایک کمال ہے جو آپ نے اس سے پہلے حضرت پیران پیرؒ کے بارے میں دکھایا تھا۔

حضرت پیران پیرؒ کا بچا یا ہوا دولہا گجرات میں

دو دولہا جسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بارہ سال بعد دریا سے نکالا تھا منفی احمد یار صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وہی ہے جو شاہ دولہ کے نام سے معروف ہے اور اس کی قبر گجرات میں ہے۔ دولہ دولہا کی ہی بدلی ہوئی شکل ہے۔ منفی صاحب نے یہ کیسا جڑ ملا یا ہے حضرت پیران پیرؒ چھٹی صدی ہجری میں ہوئے اور شاہ دولہ جن کا مزار گجرات (پاکستان) میں ہے وہ میں فوت ہوئے منفی صاحب نے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے پھر یوں زقند لگائی کہ شاہ دولہ کی عمر چھ سو سال تک بڑھا کر انہیں پیچھے حضرت پیران پیرؒ تک لے آئے۔

احمد رضا خاں کے خلفاء کے ان جیسے کمالات آج زبان زد عام و خاص ہیں۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد اوری کے ایک خلیفہ شریف لوری قصوری تھے۔ آپ نے گیارہویں شریعت پر ایک سالہ قلمبند فرمایا اس میں آپ نے بھی ایک تاریخی انکشاف فرمایا :

انبیاء کرام اور عام افراد انسانی میں علمی امتیاز

انبیاء کرام اور عام افراد انسانی میں کن علوم میں زیادہ امتیاز ہے؟ انبیاء کرام سب مخلوقات سے زیادہ خدا کو اس کے اسرار و احکام کو اور مخلوق خداوندی کے حقیقی فلاح و بہبود کو پہچانتے ہیں۔ ان کی یہ اطلاع تدریجی اور ہر لمحہ حظیرہ قدسیہ سے متصل ہوتی ہے، تاہم انبیاء کرام کے پیش نظر ان سب علوم کا دینی پہلو ہوتا ہے۔ رہے دنیوی امور اور مادی تجربات سو یہ ان نفوس قدسیہ کا مجموعہ نہیں ہوتے۔ حدیث تلیق (کھجور کو بیوند لگا کر پھر لونا) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا تھا انتہا علمہ بامرہ دنیا کم لہ کیا تم اپنی دنیا کے امور کو بہتر جانتے ہو۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور نے صحابہ کو ناراضگی کی وجہ سے ایسا کہہ دیا تھا، ورنہ یہ کوئی حقیقت نہ تھی (معاذ اللہ) بریلوی کہتے ہیں کہ پیغمبروں کا باقی عام انسانوں سے امتیاز ہی دنیوی علم میں ہوتا ہے وہی علم میں (معاذ اللہ) نبی اور مولوی سب برابر ہوتے ہیں۔

دینی علم میں نبی اور مولوی میں فرق

بریلویوں کے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

نبی سلطنت کرنا بغیر سیکھے ہوئے جانتے ہیں ان کا علم صرف شرعی مسائل

میں محدود نہیں ہوتا ورنہ پھر مولوی اور نبی میں فرق کیا ہے۔ ۱

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ شرعی مسائل میں ان لوگوں کے عقیدہ میں مولوی اور نبی میں کوئی فرق نہیں۔ (آنحضرت اللہ) ان کے ہاں نبی کی ساری شان اسی میں ہے کہ فرشتوں کے بتوں کی گنتی جانے، جہر کے ذوق اور سمندر کی پھلیوں کی تعداد بتانے اور اسی قسم کی باتیں کرے۔ بقول مفتی احمد یار یہ سب علوم پیدا نشی طور پر جانے وحی سے نہیں آتے

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ آپ محض اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لیے جان بوجھ کر حکیم الہی سے ٹکرا رہے تھے (معاذ اللہ)

کیا حضورؐ مومنین میں سے نہیں؟

قرآن کریم میں ہے اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون
 حضور ابراہیمؑ کے گریہوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین میں سے نہ تھے ان کے
 مفتی احمد یار لکھتے ہیں: مومنین کے لفظ میں نبی داخل نہیں ہوتے یہ

مقام صحبنا۔ بریلوی مکتب کربین!

مولانا احمد حسن خان اور اُن کے پیروں کے عقائد

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ محرانیں کیاتھے
 جہاں گیر و جہاں دار و جہان بان و جہاں آرا
 اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
 مگر تیرے تصور سے فزوں تر ہے وہ نظارا

اثر خاصہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے؛ پی ایچ ڈی
 ڈاکٹر اسلامک کیڈمی مانچسٹر

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

صحابہ کرامؓ کے بارے میں

قرآن کریم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو خیر امت قرار دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کرام کو بہترین امت ٹھہرایا۔ خیر القرون قریٰ میں اسلام کی یہی صف اول مراد ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیر امتی القرون الذین یلوئی ثم الذین یلوئهم ثم الذین یلوئهم ثم الذین یلوئهم
 بہترین جماعت میری جماعت ہے صحابہؓ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں (تابعین) پھر وہ جو ان سے ملیں (تابع تابعین)

صحابہ کی خصوصیت

حافظ ابن عبد البر مالکی (۵۴۶ھ) کہتے ہیں کہ صحابہؓ کو باقی امت پر وہ فوقیت اور خصوصیت حاصل ہے جو کسی اور طبقہ امت کو دوسروں پر حاصل نہیں امام اعظم اور امام احمدؒ کا مسکب یہی ہے۔

قال ابو عمر وجعل للصحابة في ذالك ما لم يجعل لغيرهم
 واظن مال الى ظاهر حديث اصحابي كالنجوم والله اعلم
 والي نحو هذا كان احمد بن حنبل يذهب ۲

تجدد۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس باب میں صحابہ کے لیے ایک ایسا امتیاز قائم کیا جو آپ نے اور کسی کے لیے نہیں مانا اور میرا لگان ہے کہ وہ حدیث اصحابی کا نجوم کے ظاہر معانی کی طرف مائل ہیں — امام احمد بن حنبل کی بھی صحابہ کے بارے میں یہی رائے تھی۔

اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ جس طرح ہر اعلیٰ ادنیٰ پر فائق ہے اس طرح صحابہ غیر صحابہ پر فائق تھے۔ خطیب تیریزیؒ سے امام بخاریؒ کا درجہ زیادہ ہے تو امام بخاریؒ سے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا اسی طرح صحابہ تابعین سے اور تابعین تبع تابعین سے فائق ہونگے۔ حاشا وکلا یہاں یہ اضافی تقویٰ ہرگز مراد نہیں صحابہ کو اپنے مقام خاص کی وجہ سے وہ امتیاز حاصل ہے جو کسی دوسرے طبقے کو باقی افراد امت پر حاصل نہیں اسے ہم خصوصیت صحابہ سے تعبیر کرتے ہیں!

خلفائے راشدین بھی مجتہد تھے اور دیگر ائمہ مجتہدین بھی مجتہد، لیکن دونوں کے اجتہاد کی نوع مختلف ہے ائمہ مجتہدین کا اجتہاد عام امت کا اجتہاد ہے مگر خلفائے راشدین کا اجتہاد ان خاص افراد کا اجتہاد ہے جو خود پیغمبرؐ کی زبان سے مقتدا اور پیشوا ہونے کی نص پانچے تھے ان کے چہاں کا مقام عام اجتہاد سے اوپر اور تشریع کے کچھ نیچے تسلیم کیا جائے گا۔ حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مرتبہ راشدین

ان الخلفاء الراشدين مجازون في اجراء المصالح المرسله وهذه المرتبة فوق مرتبة الاجتهاد وتحت مرتبة التشريع المصالح المرسله الحكم على اعتبار علته لم يثبت اعتبارها من الشارع وهذا جازم للخلفاء الراشدين لا للمجتهدين وزعم البعض ان الخلفاء الراشدين ليس لهم الا ما للمجتهدين وهذا غير صحيح

ترجمہ۔ خلفائے راشدین مصالح مرسلہ کے اہل اہل میں (حضور کی طرف سے) اجازت یافتہ ہیں اور یہ درجہ مقام اجتہاد سے کچھ اوپر اور مقام تشریع سے کچھ نیچے ہے مصالح مرسلہ سے مراد اس علت کی بنیاد پر فیصلے کرنا ہے جس کا اعتبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور یہ مقام خلفائے راشدین کے لیے ہی ثابت ہے عام مجتہدین کے لیے نہیں۔ اور بعض لوگوں کا گمان ہے کہ خلفائے راشدین کو بھی صرف وہی حق حاصل ہے جو دوسرے مجتہدین کو ہے اور یہ گمان درست نہیں۔

جس طرح خلفائے راشدین کو دوسرے مجتہدین پر یہ اصولی امتیاز حاصل ہے اسی طرح صحابہ کرام کو دیگر افراد امت پر وہ خصوصیت اور خیریت حاصل ہے جو امت کے کسی ایک طبقے کو دوسرے پر حاصل نہیں اور اسی بنا پر خفیہ کے ہاں قول صحابی بھی حجت ہے اور بعد کے آنے والے اسے اپنے لیے سنت سمجھتے ہیں حضرت علیؑ ایک مقام پر فرماتے ہیں :-

جلد البیہ علیہ وسلم اربعین و ابوبکر اربعین و عمر
ثمانین و کل سنت و هذا احب الی

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑوں کی سزا تجویز کی حضرت ابوبکرؓ بھی چالیس کا ہی حکم دیتے رہے حضرت عمرؓ نے اسی کوڑوں کا حکم دیا اور یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک عمل سنت ہے۔
حضرت علامہ ابن عابدین الثامیؒ لکھتے ہیں :-

انما جعل الامام ليو تسوي به فلا تختلفوا عليه فالمرئي يظهر
خطؤه بيئتین کان اتباعه واجبا ولا يظهر الخطا في المجتهد
فأما اذا خرج عن اقوال الصحابة فقد ظهر خطؤه
بيئتین فلا يلزمه اتباعه

ترجمہ: امام اسی لئے ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سواس سے اختلاف نہ کرنا جب تک اس کی خطا درجہ یقین تک واضح نہ ہو اس کی اتباع واجب رہے گی اور اجتہادی امور میں تو خطا نہیں ہوتی ہاں اگر وہ صحابہ کے اقوال سے منکے تو اس کی خطا یقینی درجہ میں ظاہر ہو جائے گی اس صورت میں اسکی (امام کی) اتباع لازم نہ رہے گی۔

حضرت علامہ شامی ایک
دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

حنفیہ کے ہاں فعل صحابی حجت ہے

ولا شك ان فعل الصحابة حجة له

ترجمہ:- اور اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام کا عمل (ہمارے لیے) حجت ہے۔
جس طرح خدا اور رسول پر جھوٹ لگانا حرام ہے صحابہ پر جھوٹ باندھنا بھی حرام ہے
اگر صحابہ کا عمل باقی امت پر حجت نہ ہوتا ان پر جھوٹ باندھنا اسی طرح حرام نہ ہوتا۔

واعلم ان ما كان حراما من الشريعة فحش او هجو
مسلم او كذب على الله تعالى او رسول الله عليه
وسلم او على الصحابة له

ترجمہ:- اور جان لو جو شرع حرام ہے وہ ہے جس میں بے حیائی پائی جائے یا کسی
مسلمان کی برائی یا اس میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور صحابہ کرام پر کوئی
جھوٹ باندھا گیا ہو

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے قول و عمل سے آئندہ آنے والے افراد امت
کو سنت ملتی ہے اگر ان کا عمل حجت نہ ہوتا تو ان پر جھوٹ باندھنا اللہ کے پیغمبر
پر جھوٹ باندھنے پر معطوف نہ ہوتا۔ یہ اسی لئے ہوا کہ شریعت میں انکی بات سننا ہے۔

صحابہ پر جھوٹ باندھنا اسی لیے حرام ہے ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری فرماتے ہیں

والحاصل ان قول الصحابی حجة فيجب تقليده عندنا

اذا لم ينفقه شيء آخر من السنة ۱۰

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے ہم خفیوں کے ہاں اس کی تقلید لازم ہے جب تک کہ سنت سے کوئی چیز اس کی نفی نہ کرے۔

صحابہ کرام کی اسی خصوصیت کے پیش نظر
متکلمین اسلام نے صحابہ کرام کے اس امتیاز

صحابہ پر تنقید کرنا بدعت ہے

کو قائم رکھے ہوئے ان ذوات قدسیہ پر تنقید کرنا بدعت قرار دیا ہے جو لوگ صحابہ پر تنقید کریں بدعتی شمار ہوں گے ساتویں صدی ہجری کے مشہور متکلم علامہ ابو شکر السالمی لکھتے ہیں:

الكلام في البدعة على خمسة اوجه

۱) الكلام في الله ۲) والكلام في كلام الله ۳) والكلام

في قدرة الله ۴) والكلام في عبادة الله ۵) والكلام

في اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ۱۰

ترجمہ: بدعت پانچ وجوہ سے قائم ہوتی ہے (۱) اللہ کی ذات کے بارے میں

بات چلانا (۲) قرآن میں اپنی بات چلانا (۳) اللہ کی قدرت میں کلام

کرنا (۴) اللہ کے پیغمبروں پر تنقید کرنا (۵) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحابہ پر لب کشائی کرنا۔

كان القرآن امام رسول الله وكان رسول الله اماما لاصحابه وكان اصحابه ائمة لمن بعدهم

ترجمہ: قرآن کریم حضور کا امام تھا حضور اپنے صحابہ کے لیے امام تھے اور آپ

کے صحابہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے امام ہوں گے۔

بریلویوں کے ہاں خصوصیت صحابہ کا انکار } مولانا احمد رضا خاں صحابہؓ کی اس امتیازی خصوصیت کے منکر تھے جو ملا علی قاریؒ کی مذکورہ بالا عبارت

میں ملتی ہے آپ اس کے رد میں لکھتے ہیں :-

اقول وهذا لا يختص بقول الصحابي فان كل دليل يترك

لدليل اقوٰط منه ۱۰

ترجمہ: اور میں کہتا ہوں کہ یہ بات قول صحابی سے خاص نہیں کیونکہ ہر دلیل اس سے زیادہ قوی دلیل ملنے پر چھوڑ دی جاتی ہے۔

آپ دیکھیں مولانا احمد رضا خاں نے کس بیدردی اور جرات سے صحابہ کی خصوصیت کی نفی کی ہے خفیہ میں سے آج تک کسی نے اس طرح کھلے طور پر صحابہ کی خصوصیات کی نفی نہ کی تھی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ نبی صحابی سے بطور دلیل اقویٰ ہے اس لیے کہ نبی اور صحابی میں اس پہلو سے کوئی نسبت نہیں۔ نبی آفتاب ہے تو صحابی اس کی ضیاء بنی شمع ہے تو صحابی اس کا نور اور اسی طرح کی کوئی نسبت صحابی اور عام امتی میں نہیں صحابہ کرامؓ امت میں پیشوا ہیں تو علماء و صلحا ان کے متقدمی ہیں ان میں اور صحابہ میں اور صحابہ میں اور نبی پاکؐ میں صرف قوی اور اقویٰ کا فرق رکھنا مولانا احمد رضا خاں کا ہی فلسفہ فکر ہو سکتا ہے۔ یہ عقیدہ خفیہ کرام کے موقف کے خلاف ہے خفیہ کرام صریح طور پر صحابہ کے قول کو حجت سمجھتے ہیں۔

صحابہ سے بعض ایسے دینی

خصوصیت صحابہ کی نفی سے مولانا احمد رضا خاں کی غرض | اعمال صادر ہوئے جو

بعینہا حضورؐ سے مستول نہ تھے انہیں حدیث موقوف کہا جاتا ہے بدعات نہیں کہتے۔ صحابہ کے

اپس میں مسائل پر کتنے اختلاف ہوئے لیکن انہوں نے ایک دوسرے کو مجتہد سمجھا ایک دوسرے کی تردید بھی کی لیکن ایک دوسرے کو بدعتی نہ کہا اور ایسے امور جن میں اجتہاد یا رائے کو دخل نہ

ہو محدثین ان میں صحابی کے قول کو بھی حکماً حدیث مرفوع سمجھتے ہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ صحابی جان بوجھ کر حضورؐ کے خلاف کوئی دینی بات گھڑے یہ گمان امکان شرعی سے باہر ہے اہل حق کا عقیدہ اسے باور نہیں کرتا۔

پس صحابہ کے اجمال اور راہدین کے طریقوں میں کیس بدعت کا احتمال نہیں اگر کیس ان میں لفظ بدعت کا استعمال ہوا بھی تو وہ بدعت لغوی کے معنی میں ہو سکتا ہے بدعت شرعی کے طور پر نہیں کیونکہ یہ نفوس قدسیہ بدعت شرعی کا موضوع ہی نہ تھے۔ بدعت کی حد ان کے بعد سے شروع ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

اتبعوا آثارنا ولا تبدعوا فقد کفیتم ۱۷

ترجمہ: تم ہم صحابہ کی پیروی کرو اور بدعت پیدا نہ کرو ہماری پیروی تمہیں کافی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ بدعت کی حد صحابہ کے بعد سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اہل السنۃ والجماعت کا یہی موقف ہے علامہ حافظ بن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

اما اهل السنة والجماعة فيقولون في كل فعل وقول

لويثبت عن الصحابة رضي الله عنهم هو بدعة ۱۸

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہر فعل اور قول جو صحابہ سے منقول نہیں ہے

حافظ ابن کثیرؒ شافعی المسلک ہیں جن کے ہاں صحابی کا عمل حجت شرعی نہیں لیکن وہ بھی تسلیم

کرتے ہیں کہ بدعت کی حد صحابہ کے بعد شروع ہوتی ہے کسی صحابہ کو اس کے کسی عمل کی وجہ سے

برعی نہیں کہا جاسکتا۔ صحابہ کرام کو بیشک حق ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت

کے زیر اثر کوئی عمل اختیار کریں جو حضورؐ سے صراحتاً منقول و معروف نہ ہو یا آپ کی عام تعلیمات

کے تحت کسی عام حکم کی تخصیص یا مجمل کی تفصیل فرما دیں گو پہلے سے اس کی صراحت موجود نہ ہو

اسے کسی پہلو سے بھی شرعی بدعت نہ کہا جاسکے گا۔

لعوی بدعت سنت کے منافی نہیں البتہ شرعی بدعت کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔
 مولانا احمد رضا خاں صاحب نئے مسائل اختیار کرنے اور مخصوص اعمال وضع کرنے کا یہ
 حق اپنے لیے بھی رکھنا چاہتے تھے اور دوسروں کو بھی یہ حق دینا چاہتے تھے وہ سمجھتے کہ جس
 طرح صحابہ کرام نے بعض اعمال کے نئے نقشے پیش کئے جیسے نماز تراویح کو ایک امام پر جمع کرنا
 یا جمعہ کی اذان ثانی وغیرہ اسی طرح انہیں بلکہ سب بریلویوں کو نئے دینی اعمال وضع
 کرنے کا حق حاصل ہے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بانی مذہب مولانا احمد رضا خاں اس موضوع پر
 خصوصیت صحابہ کی نفی کریں اور بتائیں کہ نئے دینی اعمال وضع کرنے کا دروازہ پوری امت
 کے لیے ہمیشہ تک کے لیے کھلا ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :-

افعال تعظیم و محبت میں ہمیشہ مسلمانوں کے لیے راہ احداث (نئی نئی راہیں نکالنے
 کی راہ) کشفہ (کھلی) ہے جس طرح چاہیں محبوبانِ خدا کی تعظیم بجالائیں ۱۷

مولانا احمد رضا خاں نے اس غلافِ نبی میں امت میں راہ بدعات کھولی اور اپنے آپ کو
 صحابہ پر قیاس کیا۔ ان پر راہ احداث کھولنے کا الزام لگایا اور یہ نہ جانا کہ یہ نفوس قدسیہ
 بدعت کا موضوع نہیں ہیں۔ خیر آبادی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا معین الدین جمیریؒ
 جنہیں کچھ چھوٹی برادران (ہاشمی میاں اور مدنی میاں) آفتابِ علم لکھتے ہیں مولانا احمد رضا

۱۷ حضرت عمرؓ سنت کے منہدم کو اتنا ادب چاہتے تھے کہ جو سنت کچھ وقت کے لیے ترک رہی ہو اس کی
 تجدید کو بھی بدعت کہتے تھے لیکن وہ بدعت لعوی تھی شرعی نہیں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ تسمیۃ تجدید
 السنۃ بدعت علی منوال ما قال فی التزاویج نعمت البدعتۃ ہی ہذا (مرقات
 جلد ۳ ص ۲۶۴) صحابہ کرام سے کبھی احداث شرعی نہیں ہو سکتا ان کا عمل حضورؐ سے ماخوذ ہوتا تھا صراحتہً
 ہو یا اصولاً۔ اسے ان کی روایت کہیں یا استنباط بہر حال بدعت کا موضوع ہرگز نہ تھے۔ ان کا عمل اپنے
 درجے میں ایک سنت تھا گو یہ جائز ہو کہ اسے کسی اور صحابی کے عمل کی وجہ سے چھوڑا جاسکے۔ ۱۸
 فتاویٰ افریقہ ص ۱۱۳ مطبوعہ کراچی۔

خاں کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام و ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے بلے حد عادی ہیں۔^۱

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں
صحابہ کرام کی برابری کا دعوے

کا عقیدہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی صحابہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے۔

فكيف حال من ليس من الصحابة بحال مع الصحابة رضی اللہ

عنہم اجمعین

ترجمہ: پس جو صحابی نہیں وہ کیسے صحابہ کرام کے برابر ہو سکتا ہے اللہ ان سب سے راضی ہو چکا ہے۔
خلفاء راشدین کی شان تو بہت بلند ہے۔ بڑے سے بڑا ولی کسی ایک صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ
سکتا۔ مفتی احمد یار صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں :-

کوئی غیر صحابی مومن خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ
وہ فیض یافتہ صحبت نہیں ہے۔

افسوس کہ بریلوی اس قطعی عقیدے پر نہ رہے دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں۔ مولانا حسین رضا خاں
بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں :-

اعلیٰ حضرت قبلہ (بریلوی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور
منظر اتم تھے۔

۱۔ تجلیات انوار لعین ص ۱۸ ، ۲۔ شرح عقیدہ طحاویہ ج ۵ ، ۳۔ نور العرفان ص ۸۸ ، ۴۔ وصایا شریف ص ۲۴
تیسرے ایڈیشن میں اس عبارت کو نکال دیا ہے اور اس کی جگہ یہ عبارت لکھ دی ہے کہ انہیں (مولانا احمد رضا خاں کو)
دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق زیادہ ہو گیا تھا۔ یہ تیسرے ایڈیشن میں ہے پہلے ایڈیشن میں عبارت یہ تھی کہ ان
کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا (دیکھئے وصایا شریف ص ۲۴ طبع اول) دوسرے ایڈیشن میں مولانا احمد
خاں کے بارے میں صحابہ کے مکمل نمونہ اور منظر اتم ہونے کا دعویٰ تھا جسے تیسرے ایڈیشن میں محال دیا ہے

استغفر اللہ کیا یہ صحابہ کی برابری کا دعویٰ نہیں؟ اب آپ خود ہی سوچیں کہ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے بریلوی کس طرح خصوصیات صحابہ کا اعتراف کر سکتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کبھی کبھی حضرت وحیہ کلوی (ناتلا معارضہ) کی شکل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے یہ صحابہ کی فضیلت تھی کہ حضرت جبریل ان کی شکلوں میں ظہور کریں افسوس کہ بریلویوں سے صحابہ کی یہ فضیلت بھی برداشت نہ ہو سکی۔ بریلویوں کے مولوی عبد السلام صاحب نے جناب میاں علی محمد صاحب کہا:

جناب میرے دل کی آواز یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار پاک میں حاضر ہوتے ہوں گے تو وہ آپ کی شکل ہوتی ہوگی۔

بریلوی صراحت سے صحابہ کی اس خصوصیت کا انکار کرتے ہیں کہ حضرت جبریل وحی لے کر صحابہ کی شکل ہی میں جلوہ گریں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل میاں علی محمد کی شکل میں بھی حضور کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

اہل علم سے مخفی نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ

حضور کا دوسروں کی اقتدار میں نماز پڑھنا

میں سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پیچھے نماز پڑھی یہ شرف صرف اصحاب رسولؐ کا تھا حضور کے فیض تربیت سے وہ اس اونچے درجے پر فائز تھے کہ بعض اوقات آپؐ بھی صحابہ کی اقتدار کر لی مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے صحابہ کی برابری کرتے ہوئے خود حضور کی امامت کا دعویٰ کر دیا۔

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ برکات احمد کی نماز جنازہ میں آنحضرتؐ مولانا احمد رضا خاں کے مقتدی تھے۔

برکات احمد کی نماز جنازہ

جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترنا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھے۔
 الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔

کیا اس بیان میں صریح طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بننے کا دعویٰ نہیں کیا خاصاً جب اسی پر الحمد للہ کا کلمہ شکر نہیں کہہ رہے افسوس انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ مولوی سید امیر احمد جب یہ خواب دیکھ رہے تھے اس وقت برکات احمد صاحب کی نماز جنازہ تو ہو چکی ہوئی تھی اور وہ دفن بھی ہو چکے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی نماز جنازہ کے لیے جا ہی رہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری نماز جنازہ ہوگی جو کسی روحانی حلقہ میں ادا ہوئی تھی کیا یہ اس لیے تو نہ تھا کہ پہلی نماز جنازہ جو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے پڑھائی تھی حق تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوئی ہو مولانا عبد العظیم صاحب صدیقی مولانا احمد نورانی کے والد ایک موقع پر مولانا احمد رضا خاں کے پاس بیٹھے تھے آپ نے وہاں مولانا احمد رضا خاں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کا حامل قرار دیا اور آپ کو مخاطب کر کے کہا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی برابری کا دعوے

عیال ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ کہوں اتنی نہ کیوں کہ جبکہ خیر الاتیقار تم ہو کیا یہ صحابہ کرام کی برابری کا دعویٰ نہیں اور وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق کا ہم شان ہونا غور کیجئے اور دیکھیے بریلوی مذہب کے لوگ کس کس پیرایہ میں صحابہ کرام کے گستاخ بننے جا رہے ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ کی شان کو بھی مولانا احمد رضا خاں میں جلوہ گر مانتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

اہل علم سے غنی نہیں کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہر نے لگی اور اس پر اجماع صحابہ ہوا کسی نے اس پر نکیر نہ کی۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ سنت اسلام اسی طرح چلی آرہی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور فترے دیا کہ جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔ علماء بدایوں حضرت عثمانؓ کی حمایت میں اُنھے تو مولانا احمد رضا خاں نے انہیں پد پر پستی کا طعنہ دیا۔ مولانا عبدالمقتدر بدایونی نسا عثمانی تھے اور مسلک اہل سنت کے قلب میں خلفائے راشدین کی اتباع سے نکلنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اب مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ دیکھیے۔ کس بے دردی سے حضرت عثمان غنیؓ کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ٹھہراتے ہیں:-

جو در بارہ اذان سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے۔ اگر امام وقت ہے۔ جاہل و نامہذب اور ہزاروں دشنام کا مستوجب ہے۔ اور جو پد پر پستی میں سنت نبویؐ اور ارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سے جاہل ہو۔ امام اور ملامہ چنیں و چناں ہے۔

اجمیر شریف کے مشہور عالم دین حضرت مولانا معین الدین صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ غبار دیوبند میں سے نہ تھے۔ خیر آبادی حضرات سے تلمذ رکھتے تھے اور جناب پیر قمر الدین صاحب سیالوی کے استاد تھے۔ وہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی اس گستاخی پر چپ نہ رہ سکے۔

لے مولانا احمد رضا خاں اپنے آپ کو امام وقت اور مامورین اللہ سمجھتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:-
ولا ھل السنة من اللہ احمد رضا (مقدمہ فاضل الاعتماد)، لے حضرت عثمانؓ کے خاندان کے لوگ اگر ان کے طریقہ پر چلیں تو گویا پد پر پستی کے مجرم ہیں (معاذ اللہ) لے اعلیٰ انوار الرضا ص ۱۱

آپ لکھتے ہیں:-

یہ مرتبہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کیا اور اس خلاف میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے سامنے ہوئے اور اتباع سنت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودھویں صدی میں خاک بریلی سے اٹھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب فرمائیے کیا دہائیوں کے سرپرست ہوئے ہیں کہ وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن اور آزادی کے باعث لائڈ ہیٹ پہلائے جاویں اور اعلیٰ حضرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسی صاف سنانے پر بھی بیٹے کٹے سنتی بنے رہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہم مولانا معین الدین صاحب کی اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ مولانا احمد رضا خاں دہلوی تھے۔ امام المتقین حضرت عثمان غنی پر طعن کرنا شیعیت کی علامت ہے۔ یہ نہیں کہ جس کسی میں کوئی غلط بات دیکھی جائے اسے دہلوی کہہ دیا جائے۔ مولانا احمد رضا کے پیرو شیعہ حضرات کے ساتھ اسی قدر مشترک کے باعث بھائی بھائی بنتے ہیں۔ جب لکھنؤ میں یہ اکٹھے ہوئے تو مولانا ظفر علی نے بجا کہا تھا۔

شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج لکھنؤ میں ہے دونوں کا قارورہ مل گیا
کندھا دیا جنازہ لت کو ایک نے اور ایک جا کے قبر پہ پتھر کی سل گیا
کھوئی گئی ملت بھینک کی آبرو اور سنت مطہرہ کا پاؤں ہل گیا
مولانا ظفر علی خاں اہل دل لوگوں میں سے تھے انہوں نے دو ٹوک بات کہہ دی
ہے۔ آپ کے جناب پیر مرثی شاہ صاحب سے گہرے تعلقات تھے اور خانقاہ گولڑہ
کے عقیدت مند مولانا ظفر علی خاں کے بھی عقیدت مند ہیں۔

یہاں لائڈ ہیٹ غیر مقلد ہے نفی اسلام یہاں مراد نہیں۔ لے تجلیات الزوار المعین ص ۳۳۳ بہر مزید

جو لوگ خصوصیت صحابہ کا انکار کریں ان کے دل
 صحابہ سے برتری کا دعوے | میں صحابہ کی عظمت کہاں تک قائم رہ سکتی ہے یہ
 محتاج دلیل نہیں بریلویوں میں ان عقائد کا کیا اثر رہا یہ انہی کی زبان میں مٹنے یوں انا حسین رضی اللہ
 لکھتے ہیں :-

زید و تقوے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ
 اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ
 علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا ۱۔

پھر ان لوگوں کا صحابہ کے بارے میں اندازِ کلام دیکھیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں :-

ابوہریرہ فتح خیبر میں مسلمان ہوا تھا پس قطعاً متاخر ۲۔

نہ ”حضرت“ کا لفظ ہے نہ ”رضی اللہ عنہ“ لکھا ہے نہ احتراماً جمع کے لفظ سے ذکر
 کیا ہے معلوم ہوتا ہے کوئی شیعہ مولوی صاحب یہ عبارت لکھ رہے ہیں۔ حضرت امام جعفر
 صادق کے اسم گرامی کے ساتھ امام معصوم کے الفاظ ذکر ہیں مگر حضرت ابوہریرہ کا ذکر کس
 عامی انداز میں کیا ہے یہ بہت لائقِ افسوس ہے موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں :

اگر امام معصوم کے ساتھ کچھ کہینہ و بغض ہو یا اس کی حدیث پر کوئی طعن ہو تو بخاری
 شریف کی حدیث سن لیجئے۔ ۳۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مکتوم کی گستاخی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن مکتوم حاضر ہوئے
 اللہ تعالیٰ کو یہ زیادہ پسند تھا کہ آپ ان کی معذوری شکستہ حالی اور غلبہ صادق کے پیش نظر

ان کی طرف زیادہ توجہ فرمیں لیکن آپ نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو سکتا تھا کہ آپ کے فیض توجہ سے وہ اور سنورتے قرآن کریم کے پارہ ۳۰ سورہ عبس میں اس کا بیان ہے حضرت عبداللہ بن ام کلثوم کی توبہ شان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھی تھی مگر اب بریلوی جرأت بھی دیکھیے کس طرح ایک صحابی رسولؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ بریلویوں کے مفتی احمدیہ لکھتے ہیں:-

عشاق آداب سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے ایسے قصور معافی کے لائق ہیں اس لیے انہیں نابینا فرمایا یعنی جو آپ کے عشق میں آداب سے نابینا ہے خور کیجئے اور دیکھیے کہ ایک ممتاز صحابی کو کس بے دردی سے آداب سے اندھا کیا جا رہا ہے۔ ارے تو بیریہ لوگ تو وہ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے تزکیہ قلبی کی نعمت پا چکے تھے۔ ظاہری آنکھوں سے نابینا ہونا یہ کوئی عیب نہیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے جسے چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے رکھے لیکن باطنی آنکھوں سے نابینا ہونا بلاشبہ ایک عیب ہے حضورؐ کے پاس حاضر ہونے کے آداب سے اندھا ہونا ایک بڑی کمزوری ہے افسوس کہ بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عبداللہ بن ام کلثوم کے ظاہری طور پر نابینا ہونے کو باطنی طور پر نابینا ہونے پر محمول کر دیا۔ افسوس صد افسوس۔

بریلوی عقیدہ کہ حضورؐ صحابہ سے ناراض تھے معاذ اللہ | صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور اطاعت

شعاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان پاکیزہ ہستیوں نے اپنی ہر خواہش کو امر رسالت کے آگے زیر کر رکھا تھا شمع رسالت کے پروانوں میں تسلیم و رضا اور اتنا مال و دوا کے جوہر انتہائی شان میں ممتاز تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینی بات میں (کہ کھجور پیوند لگانے کے بغیر کاشت کی جائے) ایک رائے دی لیکن اس کا نتیجہ حسب منشا ظاہر نہ ہوا آپ نے فرمایا

انتم اعلم بامور دنیا کو کہ تم اپنی دنیا کے امور کو بہتر سمجھتے ہو۔ صحابہ کی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی نہ تھی نہ صحابہ کبھی اس کی جرأت کر سکتے تھے لیکن بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور (معاذ اللہ) صحابہ سے ناراض تھے اس لیے آپ نے ایسا فرمایا تھا۔ ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں :-

انہار ناراضگی کے لیے فرمایا انتم اعلم بامور دنیا کو ۱
مفتی احمد یار صاحب کو بتانا چاہیے تھا کہ تاہر نخل کے واقعہ میں نتیجہ حسب منشاء نکلا تو صحابہ نے حضور کے مشورہ پر کچھ اعتراض کیا ہو پھر اگر صحابہ ناراض ہوں تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن یونہی بے پرکی اڑا دینا کہ آپ صحابہ سے ناراض تھے اہل السنۃ والجماعۃ کی بی طرح دل آزاری ہے صحابی رسول حضرت عبدالرحمن قاری کی تکفیر |
صحابہ کے بارے میں بریلوی روٹس آپ کے سامنے ہے قبیلہ بنی قارہ کے حضرت عبدالرحمن قاری صحابی رسول تھے ۲۔ ان کے بارے میں ۳۔

ایک بار عبدالرحمن قاری کو کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر اُپڑا ۴۔

حضرت عبدالرحمن قاری حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المال پر امور تھے علمائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر جو طبع آزمائی کی ہے یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمنؓ کی وفات کفر پر ہوئی تھی اور حضرت ابوقاۃؓ نے انہیں قتل کیا تھا (استغفر اللہ ہذا مہمستان عظیم) مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

اس محمدی شیر (حضرت ابوقاۃؓ) نے خوگ شیطان (عبدالرحمن قاریؓ) کو مارا ۵

۱۔ زاد المعاد ۲۸۵، ۲۔ عبد الرحمن بن عبد القاری من ولد القارۃ بن مدیش یقال لہ حصبة تہذیب البہرہ جلد ۶ ص ۲۲۳ واختلف اقوال الواقدی فیہ قال تارۃ لہ صحبة وتارۃ تابعی۔ تقریب ص ۳۱۵ ۳۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۳۴ ۴۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۳۵

مولانا احمد رضا خاں صاحب کرامی رسول حضرت عبدالرحمن قاریؒ کی تکفیر سے جب جی نہ بھرا تو انہوں نے ان کے لیے غوک (سور) اور شیطان جیسے ناپاک الفاظ بھی کہہ دیے۔
 سچ ہے برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہو الاناء یسترشح بما فیہ مشہور
 مثل ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی صحابہ کی شان میں اس گستاخی پر غور کیجئے۔

بریلویوں کی صحابہؓ سے خفگی کی وجہ | صحابہ کرامؓ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیمی قیام نہ کرتے تھے اور بریلوی حضورؐ کے لیے تعظیمی قیام کو ضروری سمجھتے ہیں اور جو نہ کرے اسے بے ادب اور گستاخ کہتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ کتابوں میں یہ بھی پڑھیں کہ صحابہؓ تعظیمی قیام کو پسند نہ کرتے تھے اور پھر وہ صحابہؓ سے خفا نہ ہوں۔ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱ میں ہے۔

عن انس قال لو یکن شخص احب الیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکافوا اذا راؤہ لویقوموا لیسلموا
 من کراہتہ لذلک ہذا حدیث حسن صحیح غریب
 حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا اور وہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو آپ کے لیے قیام نہ کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضورؐ اسے (تعظیمی قیام کو) ناپسند کرتے ہیں یہ نادر حدیث حسن اور صحیح ہے
 صحابہ کرامؓ اور بریلویوں کی پسند اور ناپسند مختلف ہے بریلویوں کی صحابہ سے یہی وجہ خفگی ہے کہ وہ تعظیمی قیام کیوں نہ کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں گستاخی | مولانا احمد رضا خاں نے اپنی جلیب طبعیت

میں اکرام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں گستاخی کر دی اور وہ فحش زبان استعمال کی کہ کوئی شریف انسان اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی شرمناک بات نہ کہہ سکے گا چہ جائیکہ

اُس ماں کے بارے میں جو تمام مومنین کی ماں ہے اور جس کی عزت پر کروڑوں ماؤں کی عزتیں
نچھاور کی جاسکتی ہیں مگر مولانا احمد رضا خان نائشہ صدیقیہ کے بارے میں لکھتے ہیں -

تینگ چُست انکا لباس اور وہ جو بن کا اہبار مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن کے دل کی صورت کمر ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بڑن سینہ پر لے
لیں، آپ اتنا چُست و تینگ ڈیڑی لباس پہنتی تھیں کہ قبا سر سے لے کر کمر تک بالکل کھج جاتی
تھی گویا ابھی بھٹی کر پھٹی جوانی کا ایسا اُبھار تھا کہ سینہ اور پہلو کپڑے سے باہر ہوئے جاتے۔
ناظرین کرام غور کیجئے کیا اس تم کیش میں جب وہ یہ اشعار کہہ رہا تھا ایمان اور حیا کا شمر
بھی باقی تھا؟ علماء کی کیا یہی زبان ہوتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسی کو نصف
ایمان نہ فرمایا؟ ماں کی تکریم و تشریف کیا یہی ہے کیا یہی اسلامی تعلیم ہے؟ ہوش کرو گستاخ بچہ ماں
کی شان میں کیا کہہ رہا ہے۔

۱۔ حدائقِ بخشش حصہ سوم ص ۲۷ بریلوی لوگ جب اس کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں
تو اپنے عوام کو مخاطبہ دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ حدائقِ بخشش دو حصوں میں مکمل ہے اس
کا کوئی تیسرا حصہ نہیں یہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں۔ کچھ چھوٹی
صاحب کے صاحبزادے مدنی میاں بمبئی سے ایک ماہنامہ المیزان نکالتے ہیں ادارہ المیزان
نے ۱۹۷۶ء میں اس کا امام احمد رضا فرمایا تھا اس کے ص ۲۲۷ ص ۲۲۹ ص ۲۵۱ ص ۲۵۲
ص ۲۵۳ پر حدائقِ بخشش حصہ سوم کے کئی نمونے موجود ہیں۔ پہلے دو حصوں کے پلشر نے کتب
کو مکمل ظاہر کرنے کے لیے پہلے دو حصوں پر حدائقِ بخشش مکمل لکھ دیا ہے تو یہ ایک ناجائز ہرشاہی
ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدائقِ بخشش حصہ سوم لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے مولانا احمد رضا
خان کے اس کلام کو ترتیب دینے والے مولانا محبوب علی خاں صاحب، مولوی حشمت علی
لکھنوی کے حقیقی بھائی اور بریلوی جماعت کے ممتاز عالم دین تھے۔ حدائقِ بخشش حصہ سوم
کو مٹانے کی اختراع تھانا بریلویوں کا ایک شرمناک جھوٹ ہے۔ مولوی محبوب علی صاحب نے مولانا احمد رضا
خان کے کلام کے اس حصے کو بڑی احتیاط سے جمع کیا تھا۔

بریلویوں کے ہاں یہ معمولی غلطی ہے | بریلویوں کے مایہ ناز مفتی مظہر اللہ صاحب کا جواب مسلمانوں کے

زخموں پر اور نمک پاشی کر رہے آپ لکھتے ہیں :

اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں کیا ان کی (حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ذات کو یہ معاف نہ فرمائے گی؟ اور فرض کیجئے وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ؟ کہ یہ معاملہ ایک خطا کا ریمچہ کا اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے جس پر کروڑوں ماؤں کے اشفاق بے پایاں نثار پھر یہ معاملہ قیامت کا ہے دینی احکام تو توبہ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ ۱

مفتی صاحب! یہ معاملہ صرف گستاخ بچے کی ماں کا نہیں سب مسلمانوں کی ماں کا ہے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ؟ کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ بریلوی جو چاہیں کریں مسلمان انہیں کچھ نہ کہیں یاد رکھئے مسلمان بریلویوں کی ان گستاخیوں کا ضرور نوٹس لیں گے آپ کا جواب عذر گناہ بدتر از گناہ کی بدترین مثال ہے۔

ماہنامہ المیزان ممبئی کے | حدائق بخشش حصہ سوم کا تعارف | احمد رضا نمبر میں ہے۔

حدائق بخشش حصہ سوم مرتبہ مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب قادری برکاتی رضوی اٹھیم پریس ریاست نابھہ ۱۳۴۲ھ ۲

مولانا احمد رضا خاں ۱۳۴۰ میں فوت ہوئے اس کے دو سال بعد ان کے خادموں نے مولانا محبوب علی خاں نے ان کا وہ کلام جو حدائق بخشش کے پہلے حصوں میں نہ آسکا تھا مرتب کر کے شائع کیا ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کی کتاب ارمغان حجاز بھی تو ان کی وفات کے بعد ہی شائع ہوئی تھی اگر اس کے حوالے ڈاکٹر اقبال کے نام سے دیئے جاسکتے ہیں تو حدائق

بخش حصہ سوم کے حوالے مولانا احمد رضا خاں کے نام سے کیوں نہیں دیئے جاسکتے
 مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات بھی تو آخِر ان کے شاگردوں کے ہی مرتبہ ہیں۔ حدائق
 بخش حصہ سوم شاگردوں نے مرتب کر لی تو کیا ستم ہو گیا۔ رہا یہ جواب کہ ممکن ہے مرتب کتاب
 سے غلطی ہو گئی ہو اس نے مولانا احمد رضا خاں کے اشعار ان کی بیاض سے احتیاط سے نقل
 نہ کئے ہوں تو اس کا جواب الجواب حدائق بخش حصہ سوم کے خود مرتب سے ہی سُن لیجئے۔
 یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کئے۔ ۱۷

مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادوں اور عقیدہ مندوں نے کبھی ان گستاخانہ اشعار سے
 اظہارِ تعلق کیا یہاں تک کہ اس پر تیس سال گزر گئے اور کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو گیا
 اور ام المؤمنین کی شان میں گستاخی اور دریدہ دہنی اسی طرح رہی اور بریلوی اکی براہِ اشاعت کرتے رہے۔

مولانا محبوب علی خاں مذکورہ محلہ مدن پورہ بمبئی کی مسجد
توبہ کی بات کب اُٹھی | میں امام تھے اپنے مسلک کی کتابوں کی براہِ اشاعت
 کرتے رہتے تھے لوگوں کو جب ان گستاخانہ اشعار کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے پیچھے نماز
 پڑھنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ ایچی ٹیشن شروع ہوا اور ناموس رسالت کی خاطر ایک شخص
 نے جان بھی دے دی یہ شہید غازی علم دین کے قریبی دوست تھے۔ بریلویوں کو اعتراف ہے
 کہ علمائے دیوبند ہی اس گستاخی کے خلاف میدانِ عمل میں نکلے تھے یہ لیجئے :

ہندوستان کے دیوبندیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مضمون لکھے اور پورے
 بمبئی میں جلسے کئے ایچی ٹیشن چلایا کہ امام موصوف کو مسجد سے علیحدہ کیا جائے
 اور اسی سلسلہ میں اس مسجد میں فساد ہوا اور ایک قتل بھی ہوا اور بہت دنوں
 تک مقدمہ چلتا رہا ۱۸

مولانا محبوب علی خاں نے اس وقت اپنی ذمہ داری محسوس کی اور ایک بیان شائع

کیا کہ وہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے اس طرح چھپ گئے تھے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب علمائے دیوبند اس گستاخی کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے مضمون کھڑے تھے اس وقت مولانا محبوب علی خاں نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے چھپ گئے ہیں اگر یہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں نہ ہوتے تو وہ اس احتجاج سے پہلے ہی یہ بیان دے دیتے انہوں نے آخر خود تو اپنی مرتبہ کتاب کو بار بار پڑھا ہوگا اور پھر اشعار کی کتابیں تو اصحاب ذوق بار بار پڑھتے ہی رہتے ہیں آخر کیا وجہ تھی کہ جب تک ایچیٹیشن میں ایک شخص شہید نہ ہو گیا مولانا محبوب علی خاں صاحب نے انگڑائی تک نہ لی۔ ترتیب کی الٹ پلٹ کا عذر کہیں بیان نہ کیا اور اپنی ذمہ داری اس وقت محسوس کی جب ان کے لیے مہی میں زندہ رہنا مشکل ہو گیا تھا۔

اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کے نزدیک یہ گستاخانہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں کہے گئے تھے اور اشعار واقعی مولانا احمد رضا خاں کے ہی تھے مولانا محبوب علی خاں نہ چاہتے تھے کہ شاگرد کے ہاتھوں استاد کی اصلاح ہو وہ ان اشعار کو مولانا احمد رضا خاں کے نام پر اسی طرح رکھنا چاہتے تھے اپنے ذوق کے اعتبار سے اسے ایک معمولی غلطی سمجھتے تھے لیکن جب لوگوں نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ ان ناپاک اشعار کو ہرگز برداشت نہ کریں گے تو انہوں نے ۱۹۵۵ء میں ایک توبہ نامہ شائع کر دیا۔

گستاخی مولانا احمد رضا خاں کی ہو اور توبہ مولانا محبوب علی خاں کی۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی مولانا محبوب علی خاں نے اگر ان گستاخانہ اشعار کی اشاعت سے توبہ کی ہے تو ان اشعار سے توبہ کون کرے؟ یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں جن کے ذمہ اس گستاخی سے توبہ کرنا تھا وہ قبر کے گڑھے میں جا چکے اور اب یہاں وہ کبھی توبہ لے بریلویوں کے فتاوے منظر ہی میں ہے ”اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں انکی ذات کبیرہ کی معاف نہ فرمائے گی“ فتاوے منظر ہی ص ۳۸۸

کرنے کے لیے نہ آئیں گے ان کا یہ کلام ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادوں اور عقیدتمندوں میں پچیس سال تک بلا کسی نکیر اور سوال کے بڑی عقیدت سے دیکھا اور پڑھا جاتا رہا ہے حدائق بخشش حصہ سوم کی پہلی اشاعت ۱۳۴۲ ہجری میں مولانا احمد رضا خاں کے انتقال کے دو سال بعد میں ہوئی تیس سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن بھی اسی طرح نکل گیا اور ساہیل سال مکہ۔ اندھے عقیدتمندان گستاخانہ اشعار سے اپنے ایمان کو برباد کرتے رہے مولانا محبوب علی خاں جب انتہائی تنگ آگئے تو انہوں نے ان اشعار سے توبہ کی بریلویوں نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک اور جھوٹ گھڑا کہ حدائق بخشش حصہ سوم مولانا احمد رضا خاں کی وفات کے پچیس تیس سال بعد شائع ہوئی تھی۔ ان لوگوں کا جھوٹ ملاحظہ کیجئے۔

مولانا احمد رضا خاں کی نعمتوں کا دیوان جس کے دو حصے حدائق بخشش کے نام سے شائع ہو چکے ہیں آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکے ہیں اور ساری دنیا انہیں کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیوان جانتی اور مانتی رہی اور آج بھی جانتی اور مانتی ہے ۲۵، ۲۰ سال بعد مولانا محبوب علی خاں صاحب پیش امام بڑی مسجد مدین پورہ ممبئی نے ایک اور مجموعہ اشعار شائع کیا۔۔۔۔۔ اس کو انہوں نے حدائق بخشش حصہ سوم کا نام دیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی حدائق بخشش حصہ سوم ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوئی اسے آپ کے ۲۵ یا تیس سال بعد کی اشاعت بتلانا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں کو اس کی ذمہ داریوں سے فارغ کرنا ایک طفلانہ حرکت ہے اور ایک شرمناک جھوٹ ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب لیکچرر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی شاعری پر ریسرچ کی ہے وہ حدائق بخشش حصہ سوم کو ۱۳۴۲ھ کی اشاعت ہی بتا رہے ہیں اس وقت یہ کتاب اسٹیم پریس ریاست نابھہ سے شائع ہوئی تھی۔ ۲۵ مئی سال بعد اس کا

دوسرا ایڈیشن شائع ہوا جسے بریلوی مولانا محبوب علی خاں کے توبہ نامے کے قریب کرنے کے لیے پہلی اشاعت کہہ رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے ان اشعار کی وجہ سے انتہائی پریشان ہیں منت نئے بیان دیتے ہیں اور بڑے اضطراب اور تذبذب کا شکار ہیں۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں کہتے ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت کے ہیں ہی نہیں^۱۔ مولانا محبوب علی خاں کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط سے نقل کئے تھے^۲۔ پھر انہوں نے اپنے توبہ نامے میں یہ فحش اشعار ام زرع پر لگائے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا تھا۔

کنت لک کابی ذریع لادم ذریع^۳

میں تیرے لیے اس طرح ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لیے تھے۔

اب آپ ہی غور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام زرع کی تشبیہ حضرت عائشہ صدیقہ کے لیے ذکر فرمادیں اور مولانا احمد رضا خاں ام زرع کے لیے یہ فحش اشعار کہیں تو اس کی زنا انجام کار کیا حضرت عائشہ صدیقہ پر بھی پڑتی مولانا محبوب علی خاں نے اپنے توبہ نامے میں یہ شعرا ام زرع پر منطبق کئے ہیں اور وہ یہ نہ سمجھے کہ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام زرع کو بھی حضرت عائشہؓ سے نسبت دے چکے ہیں خالص صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے دفاع کی تو بہت کوشش کی لیکن بات جہاں تھی وہیں رہی۔

بریلویوں سے جب کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے تنگ پایا ہمہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعائے بخشش بھی تو کی تھی سو اس میں توہین کی کوئی پہلو نہیں اس کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تحریر پیش کی جاتی ہے۔

اللھم اغفر للمتسرولات۔ اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو

جو پاجامہ پہنتی ہیں غالباً پاجامہ تنگ تھا لہ
مولانا احمد رضا خاں کو کیسے پتہ چل گیا کہ پاجامہ تنگ تھا اعلیٰ حضرت کی نظر کہاں رہتی
تھی؟ اور ایسے امور کو کیسے بھانپ لیتی تھی۔ افسوس صد افسوس۔

بریلویوں کی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے خفگی کی وجہ

مکن ہے بعض ذہنوں
میں سوال اٹھے کہ

بریلویوں کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کیا کد تھی کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت عائشہ
صدیقہ کے بارے میں یہ فحش کلامی کی؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کا عقیدہ توحید بریلویوں کو پسند نہ تھا بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ
رکھتے ہیں اور حضور کو بشر کہنا کفر سمجھتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں باتوں میں ان کے
خلاف تھیں آپ نے فرمایا۔

من حدثکم ان محمداً رای ربہ فقد کذب ثم قرات لا تد رکہ
الابصار و هو یسد رکہ الابصار و هو اللطیف الخبیر و ما کان
لبشر ان یشہدہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا
ومن حدثک انہ یعلم ما فی عند فقد کذب شع قرات
وما تدری نفس ما ذا تکتسب عنداً و من حدثک انہ کتو
فقد کذب شع قرات یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک

لہ احکام شریعت حصہ دوم ص ۲۲۳ لہ آیت کا یہ ٹکڑا سورہ لقمان کے آخر میں بیان کئے گئے بغیر ہر قسم میں
سے ایک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچوں غیوب کو مفاتح الغیب فرمایا ہے (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۷۱) اللہ تعالیٰ نے
غیب کی چابیاں کسی کے سپرد نہیں کیں کہ جب چاہا چابی لگائی اور غیب کی بات معلوم کر لی انبیاء کرام اور اولیائے
عظام کو اگر غیب کی بعض باتیں معلوم چلائی ہیں تو یقین کیجئے کہ وہ غیب کی ہر بات جاننے میں خدا کی وحی یا اہام
کے محتاج ہوتے تھے غیب کے اصول و کلیات صرف اللہ کے قبضے میں ہیں اسلئے کسی کو نہیں دیا کہ غیب کی
باتیں جاننے میں اب وہ اس کا محتاج نہ رہے چابی لگائے اور از خود جان لیا کرے لہ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۷۱

جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (معراج کی رات) اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ کہا ہے پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی (تمہیں اس کو) اللہ تعالیٰ کو) پانہیں سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے اور باریک بین ہے ہر خبر رکھنے والا۔ اور کسی انسان کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے ہم کلام ہو مگر (۱) اشارہ غیبی کے ساتھ (۲) یا پردہ کے پیچھے سے (۳) یا یہ کہ خدا (کسی فرشتہ کو) قاصدینا کر بھیج دے اور جو شخص تجھے یہ بتائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جانتے تھے کہ کل کیا ہوگا، سو اس نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔۔۔۔۔ اور جو شخص تجھے بتائے کہ حضور نے کوئی بات (تبلیغ دین کی) چھپالی ہے سو اس نے بھی جھوٹ کہا۔ الحدیث اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی بھی کی اور آپ کی ذات اقدس کے لیے بشر کا لفظ بھی استعمال فرمایا سو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کو بشر کہنا کفر ہو ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔

كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَمْلِكُ قَوْلَهُ وَيَحْلُبُ سَاتَهُ وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کام کرتے انہوں نے کہا کہ آپ بشر تھے انسانوں میں سے ایک انسان تھے اپنے کپڑے کو (روشنی میں) دیکھ لیتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کام خود کرتے تھے۔

یہ وہ جنگی کی وجہ ہے جس کے باعث بریلوی لوگ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے درپے آزار ہوئے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ان کے بارے میں وہ فحش شعر کہے جو کوئی شریف بیٹا اپنی ماں کے بارے میں نہیں کہہ سکتا چہ جائے کہ وہ ماں جس پر لاکھوں ماؤں

کی عظمتیں قربان ہوں سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے ام المؤمنینؓ کی شان میں یہ گستاخانہ شعر کہہ کر اپنی عاقبت نہایت بری طرح تباہ کر لی ہے۔

یہ عذر ننگ کہ حدائقِ بخشش حصہ سوم مولانا احمد رضا خاں کی اپنی تالیف نہیں کوئی وزن نہیں رکھتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آپ کے صحابہ نقل کرتے ہیں تو وہ حضورؐ کا دین و مذہب ہی سمجھا جاتا ہے امام ابو حنیفہؒ کے مسائل ان کے شاگرد نقل کرتے ہیں تو وہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہی شمار ہوتا ہے تو مولانا احمد رضا خاں کے معتقد خاص مولانا محبوب علی خاں برادر مولوی حشمت علی خاں اپنے اعلیٰ حضرت کا کلام جمع کریں تو وہ مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ کیوں نہ سمجھا جائے گا مولانا محبوب علی خاں تو یہ بھی کریں تو ان کی توبہ سے مولانا احمد رضا خاں کا یہ گناہ کبھی نہیں دھل سکتا۔

حضرت ام المؤمنینؓ کی شان میں ایک اور گستاخی | ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیشک تمام مسلمانوں کی ماں ہیں لیکن حضورؐ کی توسیو یحییٰ اور آپ

کے حضور انتہائی تودب اپنے حضورؐ کے سامنے کبھی کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا جس میں گستاخی ہو اور وہ شانِ اقدس کے منافی ہو یہ تصور کہ آپ حضورؐ سے جلال کیساتھ پیش آئی تھیں آپ پر ایک تہمت اور حضورؐ اور حضرت ام المؤمنینؓ دونوں کی گستاخی ہے مگر افسوس مولوی احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ آپ حضورؐ کی شان میں ایسی باتیں بھی کہہ جاتی تھیں جن پر شرعاً سزائے موت دی جاسکے۔

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شانِ جلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرے کے تو

گردن باری جلے۔ ملفوظات : ۳، ص ۸۷

یہ فیصلہ اب آپ ہی کریں کہ کیا کوئی مسلمان ام المؤمنینؓ کی شان میں اس قسم کی گستاخی کر سکتا ہے؟ تنقیرِ ظاہر۔

صحابہ کرام اور اہل بیت المؤمنین کے بارے میں بریلوی مذہب کیا ہے؟ ہم اس کی مزید تفصیل میں نہیں جاتے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں لکھی اس گستاخی سے دل زخمی ہے اور بات کو آگے لے جانے سے دل لرزتا ہے اور قلم تھرتا ہے۔

کونئی ہونمار بیٹا اپنی ماں کے
 بارے میں وہ بات نہیں کہتا

جمع اُمہات المؤمنین کی شان میں گستاخی

جو ایک گستاخ بچے نے اپنی دینی ماؤں کے بارے میں کہی ہے پھر یہ وہ مائیں ہیں جن کے
 ساتھ صرف احترام کا ہی تعلق نہیں ایمان کا بھی تعلق ہے اور یہ بات بھی اس کے ساتھ
 ہے کہ اس گستاخی سے خود احترام رسالت بھی بُری طرح مجروح ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں ارشاد فرماتے ہیں :-

انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرہ پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان
 کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ ملفوظات حصہ سوم ص ۲۸

مولانا احمد رضا خاں اپنی اس گستاخی میں محمد بن عبدالباقی کو بھی شامل کرتے ہیں یہ قطعاً جھوٹ
 ہے تاہم ہم ہر اس شخص سے لا تعلق ہیں جو ایسی لغو بات کہے۔ کسی بیٹے کے لیے اپنی ماں کے
 بارے میں اس قسم کی کھلی بات ہرگز جائز نہیں پھر اس کی بھی تحقیق چاہیے کہ محمد بن عبدالباقی
 نے یہ لغو بات کہی بھی ہے یا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اور
 ہمیں پورا یقین ہے کہ خاں صاحب نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی جھوٹ بولا ہے۔

کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے بارے میں اس قسم کا تصور نہیں کر
 سکتا جو مولانا احمد رضا خاں نے پیش کیا ہے۔ ہم نے مولانا سردار احمد لاٹپوری، مفتی احمد یار
 گجراتی، مولانا ابوالبرکات سید احمد اور مولانا احمد سعید کاظمی سے بار بار مطالبہ کیا کہ محمد بن
 عبدالباقی نے یہ فحش بات کہاں لکھی ہے اس کا حوالہ دکھاؤ مگر افسوس کہ ان علماء میں سے کوئی
 بھی مولانا احمد رضا خاں سے اس الزام کو نہ اٹھا سکا۔

شیخہ لوگ اُمہات المؤمنینؓ کے خلاف
 میں نہیں اہلیت میں سے نہیں

مولانا احمد رضا خاں شیعیت کی آغوش میں

مانتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخی ہے۔ یہ عقیدہ دراصل ان کا تھا
 کہ ازواج مطہرہ میں حضورؐ پر پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

شیعہ کے جلیل القدر محدث محمد بن یعقوب الکلینی نے اصول کافی میں باب باندھا ہے۔
باب المنہی عن الاشراف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ والہ
(ترجمہ) اس باب میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اوپر چڑھنا منع ہے۔
علامہ کلینی جعفر بن المنثی الخطیب سے روایت کرتے ہیں :

میں ان دنوں مدینہ میں تھا جب مسجد کی چھت کا وہ حصہ جو حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر تھا، گرا۔ کام کرنے والے اوپر چڑھتے اور اترتے
تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں (شیعوں) سے کہا کہ آج رات کیا تم میں سے کوئی
امام جعفر الصادق کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر اور اسماعیل بن عمار
الصیرفی دونوں نے کہا ”ہاں“۔ ہم نے انہیں کہا کہ وہ حضرت امام سے پوچھیں
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اونچا چڑھنا کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا

ما احب لاحد منہم ان یعلو فوقہ ولا آمنہ ان یری

شیئاً یذهب منہ بصۃ او یراہ قاسماً یصلی او یراہ

مع بعض از واجہ - اصول کافی جلد ۱ ص ۲۵۲

(ترجمہ) میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی ان میں سے اس سے اوپر چڑھے اور نہ
میں اس سے بے خوف ہوں کہ وہ کوئی ایسی چیز دیکھے کہ اس کی نظر ہی
جاتی رہے، یا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا نماز پڑھتے پائے یا یہ کہ
آپ کو اپنی کسی بیوی سے مشغول دیکھے۔

شیعوں نے اپنا یہ عقیدہ یونہی حضرت امام جعفر صادق کے ذمے لگایا ہے
جعفر بن المنثی ان کے عہد میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ تاہم اس سے انکار نہیں
کہ یہ عقیدہ شیعوں کا ہے جسے مولانا احمد رضا خاں نے اپنا یا ہے اور دروغ بیانی
سے اسے محمد بن عبدالباقی الزرقانی کے ذمہ لگایا ہے۔

علامہ زرقانی نے حیاتِ انبیاء کی بحث میں شیعوں کے اس عقیدے کا انشاءً ذکر فرمایا ہے۔ علامہ زرقانی (اَوَّلُ ابْوَيْهِمْ سَيِّدُ) لکھتے ہیں :

وَالْأَنْبِيَاءُ وَالشَّهَدَاءُ يَأْكُلُونَ فِي قُبُورِهِمْ وَلِيُشْرَبُونَ وَيَصَلُّونَ
وَلِيُصُومُونَ وَيَحْجُونَ وَاخْتَلَفَ هَلْ يَنْكَحُونَ لِنِسَاءِهِمْ أَمْ لَا -
وَيَتَابَعُونَ عَلَى صَلَواتِهِمْ وَحُجَّتِهِمْ وَلَا كَلْفَةَ عَلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ لَهُ

(ترجمہ) انبیاء اور شہداء اپنی قبور میں (رویاں کے مناسبات) کھاتے بھی ہیں اور پینے بھی، نماز، روزہ اور حج کرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ اپنی عورتوں سے نکاح کریں اس میں (شیعہ کا) اختلاف ہے۔ وہ اپنی نمازوں اور حج پر ثواب بھی پاتے ہیں۔ لیکن وہ وہاں ان کاموں کے مکلف نہیں ہیں۔

پچھلے صفحات میں علامہ زرقانیؒ نے وراثتِ انبیاء کی بحث میں شیعوں سے ہی اختلاف کیا تھا۔ یہاں بھی انہی کا اختلاف مراد ہے اور علامہ کلینی کی روایت بھی اس کی شاہد ہے۔ سوائے محمد بن عبدالباقی کا عقیدہ قرار دینا کذب صریح اور مولانا احمد رضا خاں کا کھلا جھوٹ ہے اور حضورؐ کی شان میں گستاخی کی انتہا ہے۔

حضور کے روضہ قدسیہ پر ہر وقت سلام پڑھا جا رہا ہے رُوحِ مقدسہ کا ادراک بہت وسیع ہے اور اس کی لاکھوں جہات ہیں جب کوئی مسلمان سلام عرض کرتا ہے رُوحِ مقدسہ کی کوئی نہ کوئی جہت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اُسے جہان کے مناسب اس کا جواب دیا جاتا ہے امت کے سلام کے وسیع و عریض ہالے میں قمرِ رسالت روضہ قدسیہ میں مونا ہے جب مسجد میں نماز ہو تو مصروف نماز ہے اس دربارِ عالی میں انبیاء کا بیویوں سے ہمبستری کرنا یہ کسی مومن کی سوچ نہیں ہو سکتی یہ مولانا احمد رضا خاں کی اپنی اختراع ہے۔

حضرت اُم المؤمنینؓ کے بعد حضرت فاطمہؓ کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خاں نے ان اشعار میں حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں جس بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے مسلمانوں کے دل اس سے بہت زخمی تھے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب مولوی حسرت علی خاں کے بھائی محبوب علی خاں نے اس گستاخی کی ابھی معافی نہیں مانگی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد نے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی شان میں بھی ایک اور گستاخی کر دی۔

عورت کے کئی درجے ہیں۔ عورت کبھی ماں ہوتی ہے کبھی بہن، کبھی بیوی کبھی بیٹی۔ عورت کا لفظ سب پر یکساں استعمال ہوتا ہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اس اطلاق میں اور نظر نظر میں فرق ہے۔ انسان جس نظر سے بیوی کو دیکھتا ہے اُس نظر سے بیٹی کو نہیں، کوئی عزت مند اور شریف انسان بیوی کے حسن و جمال کا تصور بیٹی میں تلاش نہیں کرتا۔ حضرت حواؑ حضرت آدم علیہ السلام کی نظر میں بہت حسین دکھائی گئیں اور یہ صحیح ہے کہ مرد کو اس حسن کی تلاش بیوی میں ہی کرنی چاہیے نہ کہ بیٹی میں۔ اب مولانا احمد رضا خاں کے اس خلیفہ کی اس عبارت پر نظر کیجئے :-

جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے آدم و حواؑ کو بہشت میں متمکن فرمایا تو اس روز فردوسِ اعلیٰ کے باغیچوں میں گلگشت فرماتے ہوئے حضرت حواؑ کی طرف مخاطب ہو کر یوں کہا کہ اللہ نے تم سے زیادہ حسین اور نیک دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے روح الامین کو حکم دیا کہ جب آدم و حواؑ فردوس کی گلگشت سے واپس آئیں تو ہمارے حبیب مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تختِ بکر سیدہ کی زیارت کراؤ۔ - (اوراقِ عمر ص ۱۴۳)

بریلوی اس گستاخانہ عبارت کے جواب میں کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ حضرت
 حواؑ کے چہرے میں نسوانی حُسن ملاحظہ نہ فرما رہے تھے مطلق حُسن کی تعریف کر
 رہے تھے۔ یہ تاویل صحیح نہیں۔ اگر مطلق حُسن مراد ہوتا تو پھر روح الامین آپ کو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دکھانے جن سے بڑھ کر حسین و جمیل کا کوئی تصور
 نہ تھا۔ حضرت آدم کی وہ نظر نسوانی حُسن پر نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں کے یہ
 غلیظہ بیہاں حضرت ناطقہؑ کی شکل و صورت کا تصور پیش نہ کرتے — آہ وہ
 سیدہ طاہرہؑ، جگہ گوشہ رسولؐ جن کی حیا کا یہ عالم تھا کہ وصیت کی کہ میرا جنازہ
 بھی رات کے وقت نکلے، کسی دوسرے کی نظر میرے جنازہ پر بھی نہ پڑے۔
 ان کے حُسن و جمال کا یہ کھلاتد کمرہ اور مظاہرہ کر کے بریلویوں کو کچھ بھی خوف
 خدا مانع نہ آیا۔

کوئی شریف بیٹا اپنے ماں باپ کے ذکر میں حیا کی ان حدود کو نہیں چھانڈتا پھر ان دنوں
 کے بدے میں جن پر یہ کردوٹوں مائیں نچھاور کی جاسکیں اور اس روحانی باپ کے سلسلے میں
 جن پر کردوٹوں نبی باپ قربان ہوں اس قسم کا گھناؤنا تصور اور اسے بطور عقیدے کے
 ذکر کرنا بے حیائی کی انتہا اور بد بختی کی نہایت تار یک راہ ہے۔

روضہ منورہ پر حاضر ہو کر صحابہؓ کی شان میں گستاخی

سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ گنبد خضرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 شیخین کریمین آرام فرما ہیں۔ لیکن سکندر لکھنوی صاحب جب وہاں حاضر ہوئے تو
 ذہن میں یہی رہا کہ وہ لکھنؤ سے آئے ہیں اور تبراکرتے آئے ہیں۔

کیا بتاؤں کہ طیبہ میں کیا مل گیا بے لوثا کو دلی مدعا مل گیا
 جنسِ حمت مدینے میں ارزاں ملی کھوٹے سکوں میں سودا کھرا مل گیا

سکندر لکھنوی کے یہ اشعار ان کی کتاب ”آرزوئے مدینہ“ ص ۲۸ پر موجود ہیں۔ طیبہ سے ہر اردینہ مندر ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آرام فرما رہے ہیں۔ اس بریلوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کبیرہ کو کھرا سودا کہا ہے اور شیخین کریمین کے حضور کھائی گستاخی کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائیں کہ میں، ابو بکرؓ اور عوفؓ ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے اور ہم ایک ہی جگہ دفن ہوں گے۔ اور بریلوی لغت نغوال کہیں۔ ع

”کھوٹے سکوں میں سودا کھرا مل گیا“
استغفر اللہ العظیم۔

یہاں کھوٹے سکے کہنا کیا یہ کھلا تبرا نہیں؟ بریلویوں کو یہ احساس نہ ہوتا کہ مولانا احمد رضا خاں کو دیکھ کر انہیں صحابہؓ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا تو وہ کبھی اس درجہ کی گستاخی نہ کرتے۔ یاد رہے کہ سکندر لکھنوی کی اس کتاب پر مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا احمد سعید کاظمی اور مولانا غلام علی اذکارؒ ٹیڑیوں بریلوی اکابر کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔ کیا اب بھی بلی تھیلے سے باہر نہیں آئی؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

جو چیز کم قیمت پر ملے اس کے عوض بھی کھرے سچے ہی دیئے جاتے ہیں کھوٹے نہیں پتھر ازلہ بھی ملے تو کبھی کوئی یہ کہتے نہیں سنا گیا کہ یہ مجھے جعلی کرنسی سے ملی ہے۔ کھوٹے سکے قیمت نہیں رکھتے کم ہوں یا زیادہ۔ دہان سے کوئی سودا لیا جاسکتا ہے۔ پس بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں لکھوٹے سکے کے الفاظ تبرا کے طور پر کہے گئے ہیں یا ان میں محض شیعوں کو نموش کرنا مقصود ہے۔

لے یہ آرزوئے مدینہ خلیل بک ڈکڑاچی سے طلب کیں۔

مقامِ اولیٰؑ۔ بڑی ہی کتبِ کبریں!

مولانا احمد رضا خان اور اُن کے پیروؤں کے عقائد

چون خدائے خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پاکاں برد

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی حمایت اور بدعت کی مخالفت میں بہت کوشاں تھے
مولانا احمد رضا خان انہیں اپنے بزرگوں میں جگہ ہی نہیں دیتے

اشخاص

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے؛ پنی ایچ ڈی

ڈاکٹر اسلامک سٹیڈی مینجسٹر

مقامِ اولیاء بریلوی تحریک کے آئینہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو معنی زیادہ معروف ہوں اتنی ہی غلط ہوتی ہیں ان کا کوئی مبدیٰ رسی نہیں ہوتا مگر زیادہ سے زیادہ پھیلتی جاتی ہیں۔ انہی باتوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ بریلوی لوگ اولیاء کرام کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور ان کی یہ تعظیم محض رضاء الہی کیلئے ہوتی ہے۔ تحقیق حال سے پتہ چلا کہ یہ اولیاء اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ کبھی ان کے پیش نظر رضاء الہی کا حصول ہوتا ہے جو شون و صفات یہ اولیائے کرام کے لیے ثابت کرتے ہیں وہ انہیں شیاطین میں بھی ثابت مانتے ہیں اور جب اولیاء کی کوئی منقبت کہتے ہیں تو انہیں قدرت الہی میں شریک کرنے کے لیے کہتے ہیں نہ کہ ان کی تعظیم کرنے کے لیے۔ انہیں تو صرف شرک کرنا کا شوق ہوتا ہے رضاء الہی کا حصول کبھی ان کے سامنے نہیں ہوتا۔

مثال مطلوب ہو تو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نائب خاص

اولیاء کو شیطان سے ملانے کی گستاخی

مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی کی زبان سے اولیاء اللہ کی شان سنئے۔ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیسے اپنے مقبولوں کی دُعا قبول فرماتا ہے۔

خیال رہے کہ موت کا دن بزرگوں کی دُعا سے ٹل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دُعا سے بھی۔ اس کی عمر لمبی نجی گئی فرماتا ہے فَاَنْتَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے چلیں

سال کے سوسال فرمادی گئی۔^۱

اس میں جہاں اولیاء اللہ کو شیطان سے ملانے کی گستاخی ہے وہاں اس قرآنی فیصلے سے بھی کھلا مذاق ہے کہ جب کسی جان پر موت کا وقت آجائے تو وہ پل بھر آگے پیچھے نہیں ہوتا قرآن کریم میں ہے۔

اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون^۲
ترجمہ: جب آپہنچتا ہے ان کا وعدہ پھر نہ پیچھے سرک سکتے ہیں ایک گھڑی اور نہ آگے جاسکتے ہیں۔

بریلوی لوگ گستاخی پر انہیں تو شیطان سے ملا دیں اور شرک پر انہیں
اولیاء کرام کو روحانی پیشوا مانتے

توان میں خدائی صفات مان لیں۔ یہی افراط و تفریط ان کا
طول و عرض ہے۔ دوسروں کے بارے میں تو کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ کو مانتے نہیں اور خود بیعت
نہیں کہ لفظ ماننا متعدی بدو مفعول ہوتا ہے (۱) ایک جس کو مانا جائے (۲) اسے کیا مانا جائے
مثلاً ایک شخص پوچھتا ہے تو ولیوں کو مانتے ہو؟ ہم پوچھیں گے کیا؟ وہ کہے خدا۔ ہم کہیں گے
ہم نہیں مانتے۔ اگر وہ کہے پیشوا؟ ہم کہیں گے ہاں ہم انہیں اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں۔

افسوس کہ بریلوی نہ اس لفظ کو سمجھتے ہیں نہ اس کے معنی کو اور علماء حق کے خلاف
بلا سوچے سمجھے یہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ ولیوں کو نہیں مانتے اور خود نہیں جانتے کہ جب تک
”ماننے“ کا معقول ثانی ظاہر نہ ہو بات بے معنی رہتی ہے۔

اس مقالہ میں بریلوی عقائد کی اسی تلخی کا ایک قلبِ عزیز سے جائزہ لیا گیا ہے
اولیاء کرام کی ان گستاخیوں پر جو اس گردہ میں پائی جاتی ہیں جس قدر افسوس کیا جائے کم
ہے مگر تعجب ہے کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اللہ خیر الاما یشکون اما بعد

اولیاء کرام کا تعارف | محبوبانِ بارگاہِ ایزدی کسی الہی ذمہ داری کے امین نہیں ہوتے نہ ان کے ذمہ کوئی الہی امانت سپرد ہوتی ہے ہاں اپنی ذات اور اپنے حلقے کی حد تک وہ اپنی کچھ ذمہ داری رکھتے ہیں اور ان پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔ انہیں اولیاء اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ نفوسِ محبت خداوندی میں اتنے کچھے ہوتے ہیں کہ ولایتِ الہی کا فیضان ان کی قبائرِ حیات پر ہر طرف سے اترتا ہے۔

البتہ جن محبوبانِ خدا کو کسی عہدہ کی بجائے اور سپرد ہوتی ہے وہ اللہ رب العزت سے ایک ضابطہ پاتے ہیں انہیں ہی پیغمبر کہا جاتا ہے وہ ضابطہ ان کے لیے نیا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی پہلے سے ایک آسمانی حیثیت چلی آ رہی ہو یہ وہ طبقہ ہے جس پر شریعت کا مغز کھولا جاتا ہے اور وہ وحی سے اس کی جلا پاتے ہیں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر عہدہ نبوت ہر طرح سے ختم ہو چکا اب زمین پر نزولِ جبریل پر لایہ وحی قیامت تک کے لیے مسدود ہے حضورؐ نے نبوت کا دروازہ بند فرمایا اور ولایت کا دروازہ کھولا خاتمِ بابِ نبوت، فاتحِ بابِ ولایت تھے آپ کے نور رسالت نے اس اُمت کے اولیاء نے جلا پائی اور اس امت میں وہ بزرگ ہوئے جن کی کراماتِ ظلمتِ کردہ عالم میں آیاتِ باہراتِ ثابت ہوتی رہیں اور قربِ خداوندی اور عشقِ الہی میں طائرِ اعلیٰ بھی ان پر شک کرتا رہا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ حضرت شیخ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت امام ربانیؒ شیخ مجدد الف ثانیؒ اس پاکیزہ گروہ کے ممتاز افراد میں سے تھے۔

اولیاء کرام کی اسلامی شان | قرآن کریم میں اس گروہ کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزون^۱

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تقویٰ کی صفت ان کی زندگی کا محور ہوتا ہے۔ ان اولیاء الا المتقون^۲ اللہ کے دوست ہیں ہی وہ جو صفت تقویٰ سے آراستہ اور عمل شریعت سے پیوستہ ہوں اللہ کی ولایت پر ان کا اعتقاد اور حق پر استقامت ان کا طرہ امتیاز ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے

ان الذین قالوا ربنا اللہ مشواستقاموا تنزل علیہم الملائکۃ

الاتخافوا ولا تحزنوا والبشروا بالجنة التي کنتم وعدون^۳

ترجمہ: تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر اترتے ہیں

فرشتے کہ تم ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جب کا تم سے وعدہ تھا۔

ان بزرگوں کو پھر کرامات بھی ملتی ہیں اور غرق عبادت امور ان سے صادر ہوتے ہیں ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابہ میں ایک صاحب جو ولایت الہی میں رنگے جا چکے تھے قدرت خداوندی کے بھروسے حضرت سلیمانؑ سے ہی کہتے ہیں کہ میں ابھی لائے دیتا ہوں۔

قال الذی عنده علم من الکتاب انا آتیک بہ قبل ان

ان یرتد الیک طرفک^۴

ترجمہ: بولادہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا ”میں لائے دیتا ہوں تیرے

پاس اس کو پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ“

اللہ تعالیٰ ان پاکیزہ نفوس پر غیرت بھی کھاتے ہیں اور جو شخص ان مقربین الہی کی عداوت پر اترے اسے اپنی طرف سے جنگ کا اعلان دیتے ہیں حدیث قدسی میں فرمایا

۱۔ پک یونس ۷۷ ۲۔ پک الانفال ۴۴ ۳۔ پک حم السجدہ ۴۶ ۴۔ پک النمل ۳۷

من عاد للہ ولیا فقد بارز اللہ بالمحاربة لہ
ترجمہ: جو شخص اللہ کے کسی ولی سے عداوت رکھے اسے اس کی طرف سے اعلان
جنگ ہے۔

لیکن ان تمام عطاؤں اور نوازشوں کے باوجود اللہ رب العزت انہیں کسی درجے میں
اندرت میں شریک نہیں کرتا اللہ رب العزت اپنی ہر تان ہر صفت اور اپنے ہر کام
میں وحدۃ لا شریک ہیں ایک مرید جناب پیر میر علی شاہ صاحب گولڑوی سے کہہ رہا تھا کہ
سب مقبول بارگاہ الہی میں جو کچھ چاہیں اور جس وقت چاہیں خدا سے کرا سکتے ہیں اس پر
حضرت پیر صاحب نے فرمایا :-

اسامت کہو کیونکہ یہ عقیدہ از روئے قرآن و حدیث شریف بالکل صحیح نہیں
اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ
جس امر کی طرف سے دل سے متوجہ ہو جائیں - اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے
لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول
علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے ہی چاہتے تھے کہ وہ
اسلام لادیں اور ظہور میں آئیں نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی
کو کلی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہ اللہ تعالیٰ
اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ عقیدہ
برضائے عقیدہ اسلام ہے ۔

جو لوگ پیر میر علی شاہ صاحب کی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو اپنا دینی پیشوا مانتے
ہیں وہ پیر میر علی شاہ صاحب کے اس فیصلے کو غلط کہتے ہیں اور حضوڑ کو علی اعلان مختار کل
کہتے ہیں اور شرک سے کچھ نہیں ڈرتے

اولیاء اللہ کی تعظیم و تکریم | ان مقبولان بارگاہِ خداوندی کی عظمت دل میں ہے

اور جہاں تک ہو سکے انسان ان کی عزت و تکریم کرے ان کی صفات و کمالات کو کبھی شیطان سے نہ ملائے اور یہ بھی ہونے نہ پائے کہ انسان ان کی تعریف و تعظیم کرتے ہوئے انہیں خدا سے ملا دے یا خدا کی طاقتوں اور قدرتوں کو ان میں عطا مانے ہاں یہ اعتقاد ضرور رکھے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں ان کی تکریم و تائید کے لیے اپنی کوئی قدرت ظاہر فرمادیں اس کو کرامت کہا جاتا ہے جس میں عزت و تائید ولی کی ہوتی ہے لیکن کرامت بھی معجزے کی طرح فعلِ خداوندی ہوتی ہے فعلِ بندہ نہیں

کرامات فعلِ خداوندی ہوتی ہیں | سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت فعلِ بندہ نہیں فعلِ خداوندی ہیں۔

معجزہ و کرامت فعلِ خدا است کہ ظاہر ہے گرد و بردت بندہ بجهت تصدیق و تکریم و سے نہ فعلِ بندہ است کہ صادر ہے گرد و بقصد او و اختیار او مثل سائر افعال۔^۱

امام غزالیؒ لکھتے ہیں :- ان کل ما عجز عنه البشر لم یکن الا فعلاً للہ تعالیٰ^۲

وہ کام جس کے کرنے سے انسان عاجز ہوں صرف اللہ تعالیٰ کا ہی فعل ہو سکتا ہے۔

اس تعظیم و تکریم کا نمایاں پہلو یہ ہونا چاہیے تھا کہ انسان ان صفات و ولایت کو پھر اس گروہ میں ہرگز نہ مانے جو اللہ رب العزت کے مقہور ہوئے یا ان پر اللہ کا غضب ہوا ہو مگر افسوس کہ بریلوی حضرات ان صفات کو اولیاء میں بھی مبتلا تھے ہیں اور شیطان میں بھی انہیں ثابت کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کی توہین کرنے سے کچھ نہیں بچکتے۔

مقررین الہی کو شیطان سے ملانے کی گستاخی | رام پور کے مولوی عبدالمصعب صاحب

اسم حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے وسعتِ ارضی ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جہاں میلاد پڑھا جائے وہاں حضور تشریف لے جاتے

ہیں لیکن مولوی صاحب مذکور اس صفت کو شیطان میں بھی تسلیم کرتے تھے کہ وہ بھی بیک وقت ایک سے زیادہ مقامات میں پایا جاتا ہے اب اس میں اللہ کے مقبولوں اور مجبوں کی تعظیم و تکریم کیا رہی اور کہاں رہی؟ بلکہ ان میں وہ صفت مافی جس کے بارے میں ان کا اپنا عقیدہ پہلے سے یہ تھا کہ یہ صفت ابلیس لعین میں اس سے بھی زیادہ وسیع شان کے ساتھ پائی جاتی ہے مولانا احمد رضا خاں کے پیشر و مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری لکھتے ہیں۔

اصحاب محفل میلاد (بریلوی) تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی اور غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوے کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک، کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے لہ

دیکھئے بریلویوں نے کس گستاخی اور بے ادبی سے شیطان کی وسعت ارضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت ارضی سے زیادہ بتلا دی اور اس ناپاک دعوے پر انہیں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوئی حضور کے مقابلہ میں ابلیس کو لانا ہی کوئی کم گستاخی نہ تھی ابلیس کو آگے بڑھا کر بریلویوں نے تم بالائے تم کڑا لیا ہے۔

بریلوی حضرات اولیاء کرام کی تعظیم
بریلویوں کے ہاں اولیاء اللہ کا مقام | ہرگز نہیں کرتے ان کے ہاں ان کی تعظیم یا انہیں خدا کے ساتھ شریک کرنے کے لیے کی جاتی ہے یا انہیں شیطان و بہائم کے ہم صفت ثابت کرنے کے لیے۔ بریلوی حضرات اولیاء اللہ کے لیے کسی ممتاز مقام کے ہرگز قائل نہیں نہ انہیں اولیاء اللہ سے کوئی حقیقی محبت و عقیدت ہوتی ہے ورنہ ان کے لٹریچر میں اولیاء کرام پر اس قسم کے توہین آمیز حملے کہیں نہ ہوتے۔

یہ فرضی بات کہ بریلوی لوگ اولیاء اللہ کی بہت تعظیم کرتے ہیں ایک پراپیگنڈہ ہی پراپیگنڈہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں جس نے بھی گہری نظر سے ان کا مطالعہ کیا اس پر یہی حقیقت کھلی کہ بریلوی اولیاء اللہ کو پیشوا نہیں مانتے ہاں کبھی خدا کی صفات میں ضرور شریک بن لیتے ہیں سو کچھ باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ جتنی زیادہ معروف ہیں اتنی ہی زیادہ غلط ہوتی ہیں اور انہی باتوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ بریلوی مذہب کے لوگ اولیاء اللہ کو بہت پست نہیں سمجھتے۔

شیطان برابر کرنے کی گستاخی | بندہ اپنے احساسِ بندگی سے جب قادرِ مطلق سے کچھ مانگتا ہے تو اسے دُعا کہتے ہیں۔ دُعا میں

عاجزی اور بندگی کا عنصر ساتھ ہوتا ہے۔ ابلیس لعین نے جب حکمِ الہی کے خلاف نافرمانی اور سرکشی کی اور لاندہ درگاہ ہوا تو اس نے خدا تعالیٰ سے حشر تک کی مہلت مانگی تھی جو اسے دی گئی اس مہلت مانگنے کو اہل اللہ کی سی دُعا کہنا کس قدر غلط بات اور شرمناک تعبیر ہے۔ اولیاء اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار صاحب گجراتی کہیں بیدردی سے انہیں شیطان کے برابر کرنے کی سعی کرتے ہیں ذرا غور کیجئے اور گستاخ اولیاء کی اس گستاخ عبارت پر افسوس کیجئے :

خیال رہے کہ موت کا دن بزرگوں کی دُعا سے ٹل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دُعا سے بھی اس کی عمر لمبی بخشی گئی فرماتا ہے فَاَنَّا مِنَ الْمُنْظَرِينَ
حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے چالیس سال کے سو سال فرمادی گئی ۱۰

شیطان غائبانہ امداد کر سکتا ہے | مولوی محمد عمر صاحب اچھروی سے سوال کیا گیا ”کیا شیطان بھی غائبانہ امداد کر سکتا

ہے۔“ تو آپ نے فرمایا : ضرور۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ

اولیاء للذین لا یؤمنون بیشک ہم نے بنایا شیطان کو بے ایمانوں کے واسطے مددگار^۱۔ مولوی صاحب اس میں بھی شیطانوں اور اولیاء کرام کو برابر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بتانا چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ نیک بندوں کی غائبانہ مدد کرتے ہیں تو شیاطین غلط لوگوں کی غائبانہ مدد کرتے ہیں۔ غائبانہ مدد کرنے کی طاقت اللہ نے دونوں کو دی ہے شیطانوں کو بھی اور ولیوں کو بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حق بات یہ ہے کہ فوق الاسباب مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں اس میں اس کا کوئی شریک نہیں نہ اولیاء کرام اور نہ شیطان۔ بریلوی ان دونوں میں صیفت مان کر شرک کرتے ہیں۔

قدوة السالکین حضرت شیخ فتح محمد
قدس سرہ ایک مشہور بزرگ تھے

کرشن کینہا کے برابر کرنے کی گستاخی

ان کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

کرشن کینہا کہ کافر تھا اور ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہو گیا۔ فتح محمد اگرچہ

جگہ ایک وقت میں ہو تو کیا تعجب ہے۔^۲

دیکھئے حضرت شیخ کہ کرامتہ کئی جگہ موجود ہو گئے اسے کس بیدردی سے ذکر کیا ہے اور حضرت کو کرشن کینہا کے برابر کر دیا ہے۔ ذرا غور کیجئے مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں حضرت شیخ کی یہ کرامت کیا کسی اسلامی اہل پر منطبق نہ ہو سکتی تھی؟ کیا تشبیہ کے لیے کرشن کینہا ہی رہ گیا تھا؟ ہاں مولوی صاحب کا کرشن کینہا کے بارے میں اگر یہ تصور ہوتا کہ وہ بھی اپنے وقت میں مقبول بارگاہ ایزدی تھے تو یہ اور بات تھی لیکن آپ

۱۔ مقیاس حشیت ص ۲۸۲۔ یہ آیت سورہ اعراف رکوع دوم کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے بیشک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست ذکر کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“ (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں) مولوی

صاحب نے یہاں اولیاء کا ترجمہ دوست کرنے کی بجائے مددگار اس لیے کیا ہے کہ وہ اپنا یہ عقیدہ ثابت کر سکیں کہ شیطان ان کی غائبانہ مدد کرتا رہا ہے۔^۲ ملفوظات حصہ اول ص ۱۲

نے اسے اسی عبارت میں کاغذی مانا ہے اور پھر اولیاء کرام کو کس قدر مکروہ اور گستاخانہ تعبیر سے کرشن کینہا کے برابر کر دیا ہے۔

اس حکایت کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بریلوی مذہب کے لوگ صرف حضور کے ہی حاضر ناظر ہونے کے مدعی نہیں وہ حضرت شیخ فخر محمد کو بھی کئی جگہ حاضر و ناظر سمجھتے تھے مفتی احمد یار صاحب گجراتی بھی لکھتے ہیں :

ایک وقت میں چند جگہ موجود ہو جانا اللہ والوں کے نزدیک باذن الہی مشکل نہیں ایسے ہی قبر میں سوال کرنے والے ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے والے فرشتے یہ طاقت رکھتے ہیں حاضر ناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے۔
اب آپ ہی خیال کریں کیا یہ لوگ کئی جگہ پر حاضر و ناظر ہونا حضور کی صفت مانتے ہیں یا ان کے ہاں اور بھی کئی بندے اس شان میں حضور کے شریک ہیں۔

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانیؒ تو صرف اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہتے تھے مگر افسوس کہ بریلویوں نے اپنے پیروں کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شروع کر دیا اور یہ بھی ان کے ہاں کوئی تحریم و تعظیم کے لیے نہیں نہ ان کے ہاں اس میں کوئی کمال ہے وہ اس صفت کو کافروں میں بھی ثابت مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کو کافروں کے ساتھ ملاتے ہیں اور انہیں اس میں کبھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی اور نہ ان کی عقیدت کہیں مخروج ہوتی ہے اولیاء کرام کے ان گستاخوں کی اس گستاخانہ تعبیر پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

کرشن کینہا کو اولیاء اللہ سے پھر ہیاں بڑھا بھی دیا ہے کہ حضرت شیخ فخر محمد قدس سرہ تو چند جگہ حاضر ناظر تھے لیکن کرشن کینہا تو کئی سو جگہ حاضر و ناظر ٹھہرے۔ گستاخی بالائے گستاخی کی یہ بدترین مثال ہے۔

بریلویوں کا عام عقیدہ تھا کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں پر پکارنے والوں

موت کے بعد کافروں کی روحانی وسعت

کی فریادوں کو سنتے ہیں مولانا احمد رضا خاں کی ہندو وائے ذہنیت نے جوش مارا تو یہاں بھی وہ کافروں کو لے آئے وہ اصل میں ثابت کرنا چاہتے تھے کہ کرشن کینہا کس طرح ہزاروں جگہ حاضر ناظر ہو گیا۔ مولانا احمد رضا خاں سے پوچھا گیا کہ ہر ایک کے ساتھ کتنی روئیں ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا :-

صرف ایک رُوح ہے اگر مسلمان ہے تو علین میں اور کافر ہے تو سجین میں جو شخص قبر چراتا ہے اس کو بخوبی دیکھتی ہے اور اس کی بات سنتی سمجھتی ہے مرنے کے بعد رُوح کا ادراک بے شمار بڑھ جاتا ہے خواہ مسلمان کی ہو خواہ کافر کی ۱

بریلوی حضرات کو آخر کیا ضرورت پڑی تھی کہ وفات کے بعد اولیاء کی روحانی وسعت کا اقرار کرتے ہوئے کافروں کی روحانی وسعت کو بھی ساتھ لے آئیں یہ سوچنے کی بات ہے آخر انہیں اس کی ضرورت کیا تھی۔ اس کی بجائے کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ بات عام کہہ دی جاتی ہے جیسے حضرت امام ربانیؒ نے ایک جگہ کہی تھی -

روح رانست با جمیع امکانہ با وجود لامکانیت برابر است ۲

ترجمہ: روح کا تعلق باوجود لامکانی ہونے کے تمام جگہوں کے ساتھ ایک جیسا ہے۔

اس عموم میں دونوں قسم کی رُوحیں آگئیں یہ مطلق رُوح کا بیان ہے کسی ایک طبقے کی تخصیص نہیں پھر اس میں اولیاء اللہ کا نام لے کر انہیں کافروں کے ساتھ نہیں ملا یا گیا نہ کافروں کو اللہ کے ساتھ ذکر کر کے ان کی گستاخی کی گئی ہے جیسا کہ بریلوی عام کرتے ہیں اور انبیاء و اولیاء کے مقامات کو بیان کرتے ہوئے شیطان لعین تک کی مثال لانے سے نہیں چوکتے

مولانا ابوالبرکات سید احمد کانا در جھوٹ |
انجمن حزب الاحناف لاہور

نے امام ربانی سیدنا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چالیس ارشادات کا اردو ترجمہ ایک پمفلٹ میں شائع کیا ہے اس میں موصوف حضرت مجدد صاحبؒ کے مندرجہ بالا ارشاد کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے کوئی چیز ان سے دور و نزدیک نہیں ۱۔

مولانا ابوالبرکات نے انبیاء و اولیاء کے الفاظ اپنی طرف سے داخل کئے ہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصل عبارت ابھی آپ دیکھ آئے ہیں حق اور انصاف یہ ہے کہ مولانا موصوف نے جھوٹ بولنے میں یہاں اپنے پیشروں کو بھی مات کر دیا ہے، یہ سب محنت اور جہارت محض اس لیے کی ہے کہ رُوح کے یہ وسیع ادراکات کافر کی رُوح سے منفی ہو سکیں اور اہل اللہ کے بارے میں ان کا خود ساختہ معیار کمال کر انبیاء و اولیاء ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں حضرت امام ربانیؒ کے اس ارشاد سے مجروح نہ ہو سکے لیکن مولوی صاحب مذکور کے اس جھوٹ سے کیا بنتا ہے جب اعلیٰ حضرت خود اپنے ہاتھوں اپنے خود ساختہ معیار کا تار کر چکے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ اولیاء کرام ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟ اس پر آپ نے یہ کہہ کر خدا پایا ہے تو ایسا ہو سکتا ہے بلکہ فرمایا اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔ ۲۔

پیش نظر رہے کہ سائل نے صرف چند جگہ حاضر ہو سکنے کی قوت کا پوچھا تھا دعوت

کانہ سوال تھانہ کوئی تذکرہ تھا یہ اعلیٰ حضرت کی حکمت کیسے یا پیش بینی کہ اپنی طرف سے دعوت قبول کرنے کی بات کہہ دی بعض پیر اسی حکیمانہ طریق سے مریدوں کو دعوت کرنا سمجھا دیتے ہیں کسی نے کسی مجھو کے سے پوچھا تھا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں ؟ اس نے جواباً گنا چار روٹیاں اس کو حکمت عملی بھی کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کھے لئے گدھے کی مثال لانا | مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اولیاء اللہ کے الہام غیبی اور کشف باطنی کو گدھے کے برابر لاکر ایک اور گستاخی کا ارتکاب کیا ہے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ جب اور جتنے غیب کی خبر دیں یہ نور سنت کا فیض ہے ان پاک ہستیوں کو جب بھی امور غیبیہ پر کوئی اطلاع ملے تو یہ اطلاع غیب ہوتی ہے علم غیب نہیں ہوتا یہ ان کے روحانی کمال کی ایک جھلک ہوتی ہے جو کبھی کشف سے اور کبھی اطلاع علی الغیب سے بعض امور غیبیہ کو پالیتے ہیں۔

مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا علم گدھے سے بڑھ کر نہیں مولانا احمد رضا خاں نے اپنے اس عقیدہ کے ثبوت کرنے کے لئے ایک حکایت نقل کی ہے ایک بادشاہ نے ایک ولی اللہ کے دربار میں حاضری دی ان کے پاس کچھ سیب تھے بادشاہ نے ایک خاص سیب کا ارادہ کیا کہ مجھے دیں گے تو انہیں ولی سمجھوں گا اس پر انہوں نے ایک گدھے والی حکایت بیان کی اعلیٰ حضرت یہ بات ان الفاظ میں پیش فرماتے ہیں :-

ایک صاحب اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں سے تھے آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ

سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ دلی ہیں آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سڑیک دیتا ہے یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب نہ دیں تو دلی ہی نہیں اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا۔ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔

مولانا احمد رضا خاں مذکورہ
بالاد واقعہ پر لکھتے ہیں :-

غیب کی بات جاننا کوئی وجہ کمال نہیں

بس سمجھ لیجئے وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علم غیب اور حاضر ناظر جیسے دیگر مسائل جن کو بریلوی مذہب کے پیرو اپنے امتیازی عقائد سمجھتے ہیں ان کی اپنی حقیقت ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ نہ اس میں ان کا کوئی کمال ہے۔ اولیاء اللہ کا غیب کی کسی بات کو جان لینا ان کے ہاں گدھے سے بڑھ کر نہیں اور ان کا کئی جگہ حاضر و ناظر ہو جانا ان کے ہاں کوئی شان نہیں۔ یہ لوگ کفار و مشرکین اور کرشن کہنہا میں بھی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں پھر عظیم کہاں گئی اور مکرم کہاں رہی؟ کیا یہی عنوان ہیں جن کے ماننے اور نہ ماننے پر مسلمانوں میں کفر و سلام کے فاصلے قائم کئے جاتے ہیں اور انہی کے محاذ پر عرصہ دراز سے جنگ لڑی جا رہی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

شیطان بھی علم غیب کھتا ہے | بریلوی حضرات ایک طرف تو بڑے شہرہ
سے کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ علم غیب رکھتے
ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ انہیں عطا کر رکھا ہے کہ جب چاہیں کسی غیب کو جان لیں مگر
ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ان کا یہ عقیدہ ہماری نظر سے گذرتا ہے کہ شیطان بھی
علم غیب رکھتا ہے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں -

شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا ہے ۱
اب آپ ہی اندازہ کریں کہ بریلوی اولیاء کے ساتھ شیطان کو کیوں ملا رہے ہیں - اوٹیا کرام

کی کیا کچھ بھی عزت ان کے دلوں میں ہے ؟ بالکل نہیں
اولیاء اللہ پہلوانوں کے اکھاڑے میں | اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ چلا آتا تھا کہ
اولیاء کرام میں روحانی طاقت ذکر و
اذکار محنت و ریاضت کثرت نوافل اور اللہ کے تعلق اور بزرگوں کے فیض سے آتی ہے
مگر مولانا احمد رضا خاں نے ایک نیا تصور پیش کیا ہے کہ پہلوانوں کا اکھاڑا روحانی اکھاڑے
کی بنیاد ہے اور اولیاء اللہ میں روحانی طاقت بعض اوقات اکھاڑے کی کشتی سے بھی
آتی ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کہتے ہیں -

خواجہ نقشبندؒ بنجار میں حضرت امیر کلالؒ کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے آپ
کو دیکھا ایک مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے - اکھاڑے میں کشتی ہو رہی ہے
حضرت بھی تشریف فرما ہیں اور کشتی میں شریک ہیں - حضرت خواجہ نقشبندؒ عالم جلیل
پابند شریعت ان کے قلب نے کچھ پسند نہیں کیا حالانکہ کوئی ناجائز بات نہ تھی یہ
خطرہ آتے ہی غنودگی آگئی دیکھا کہ معرکہ حشر بپا ہے ان کے اور جنت کے درمیان
ایک دلدل کا دریا حال ہے یہ اس سے پار جانا چاہتے تھے دریا میں اترے بتنا زور
کرتے دھنستے جاتے کہ بغلوں تک دھنس گئے اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے

اتنے میں دیکھا کہ حضرت امیر کلالؒ تشریف لائے اور ایک ہاتھ سے نکال کر دیا کہ
اب پر دیا آپ کی آنکھ کھل گئی قبل اس کے کہ کچھ عرض کریں حضرت امیر کلالؒ نے

فرمایا ہم اگر کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے۔ **بعض غلطات حصہ چہارم ص ۲۷**

اس میں تصریح کی گئی ہے کہ حضرت امیر کلالؒ فیض طریقت پانے کے بعد بھی
اکھاڑے کا شغل رکھتے تھے اور کشتی لڑتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کی یہ بات درست نہیں حضرت امیر کلالؒ (۷۷۲) حضرت بابا سمائیؒ
سے بیعت ہونے کے بعد پھر بھی اکھاڑے کی کشتی میں نہیں گئے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں
ان اولیاء کبار کو استہزائی رنگ میں لاکر عوام میں ان کی عقیدت کمزور کرنا چاہتے ہیں تاکہ پھر
انہیں اپنا مذاہب چلانے میں کوئی دقت نہ ہو لوگ سمجھیں اولیاء اللہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

اصل بات معلوم کرنی ہو تو شرفیور کے مشہور
حضرت امیر کلالؒ کا اصل واقعہ | بزرگ حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندیؒ

کی سوانح حیات خزینہ معرفت میں تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کے ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت امیر کلالؒ کو جوانی میں کشتی لڑنے کا نہایت شوق تھا ایک روز حضرت
بابا سمائیؒ کا گدڑ معرکہ کشتی پر ہوا اور آپ وہاں کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے
بعض مریدوں کے دل میں یہ خیال گذرا کہ حضرت باباؒ کا ایسے مجمع میں ٹھہرنے
کا کیا موقعہ ہے آپ نے اشتراق خاطر سے معلوم کر کے فرمایا اس معرکہ میں
ایک مرد ہے کہ اس کے فیض سے بہت سے آدمی درجہ کمال کو پہنچیں گے
اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوا ہوں اسی اشار میں حضرت امیرؒ نے حضرت
باباؒ کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہو گئے چنانچہ فی الفور معرکہ کشتی چھوڑ کر
حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے
مکان پر پہنچے حضرت امیر کلالؒ کو خلوت میں طلب کیا اور تلقین کا طریقہ فرمایا

اور اپنی فرزند ی میں قبول کیا اس کے بعد حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ پھر بھی کشتی کے لیے بازار نہیں گئے اور تیس سال حضرت باباؒ کی خدمت میں حاضر باش رہے ہفتہ میں دو مرتبہ دو شنبہ و پنج شنبہ اپنے مسکن سوخمار سے سمس کو جاتے اور واپس آ جاتے تھے اور تمام راہ شغل طریقہ میں اس طرح مشغول رہتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی یہاں تک کہ دولت صحبت بحیل و ارشاد کو پہنچے۔ (غزنیہ معرفتؒ)

حضرت امیر کلالؒ بلند پایہ بزرگ تھے۔ سلوک میں آنے سے پہلے اکھاڑے کے پہوان تھے۔ مولانا احمد رضا خان نے یہ بات گھڑی کہ وہ اکھاڑے میں اتر کر ہی بزرگ ہوئے روحانی طاقت انہیں اکھاڑے سے ہی ملی تھی۔ حالانکہ یہ بات امیر کلالؒ نے ہرگز نہ کہی تھی۔

بریلوی حضرات اکھاڑے کی کشتی میں | **اویار اللہ خدا کے ساتھ اکھاڑے میں** | یہاں تک کھو جگے کہ حضرت امیر کلالؒ تو ایک طرف رہے یہ خدا تے رب العزت کو بھی اکھاڑے میں لے آئے اور یہ گستاخی پھر اپنے اپنے نام پر نہیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے نام پر کی فوائد فریدیہ میں ہے۔

”حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا ہے کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا، — اب اس کی دلیل بھی سنئے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔ فوائد فریدیہ ص ۷۸

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا سکتا ہے کہ رب تعالیٰ ۳۵۰ ھ میں پیدا ہوئے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ خدا کی عمر متعین کرتے ہوئے پھر انہیں خدا تعالیٰ کے لیے وہ انسانی رشتے بھی تلاش کرنے پڑے جو مخلوق کے فطری رابطے ہوتے ہیں خدا کی روحانی بیوی ثابت کرنے کے لیے انہوں نے ایک بزرگ کو زمانہ لباس پہنانے سے بھی گریز نہیں کیا

احمد آباد (ہند) میں ایک بزرگ حضرت مونسؒ | **خدائی سہاگ زمانہ لباس میں** | سہاگ کا مزار ہے ان کا نام تو مونسؒ تھا مگر

شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرتے تھے مولانا احمد رضا خاں اس بزرگ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
 حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ مشہور مجاذیب میں سے تھے۔ احمد آباد
 میں مزار شریف ہے میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں زمانہ وضع رکھتے تھے
 ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ واکا بر جمع ہو کر حضرت کے پاس دُعا کے
 لئے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دُعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی
 التجا و زاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی
 طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اُٹھا کر فرمایا۔ مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ
 لیجئے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹھیں اور جل تھل بھر دیئے۔
 محبوبانِ خدا کو زمانہ وضع میں پیش کرنا اور پھر یہ دعوئے کہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ
 کرتے تھے عجیب رضا خانی منطق ہے۔ شریعت تو یہ ہے۔

لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من

النساء بالرجال رواہ البخاری ۲

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت بنائیں
 اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت بنائیں۔

بریلوی تحریرات کے اس آئینے میں اولیاء اللہ کی عظمت و شان بڑی طرح مجروح
 نظر آتی ہے کہیں وہ ان کے لیے شیطان کی سی وسعتِ ارضی ثابت کرتے ہیں او کہیں
 انہیں وہ کرشن کینہا کے رُوپ میں پیش کرتے ہیں کہیں خدا کا سہاگ ثابت کرنے کے
 لیے وہ انہیں زمانہ لباس پہناتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے غیبی اطلاعات پانے
 کو وہ گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ علم غیب اور حاضر و ناظر ہونا ان کچال قطعاً کوئی خوبی اور
 کمال نہیں بلکہ اولیائے کرام میں انہیں ثابت کرنے کے لیے وہ انہیں کافروں اور جانوروں

میں بھی مانتے ہیں اور ان محبوبانِ خدا کی سخت بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں
حق بات یہ ہے کہ بریلوی مذہب انبیاء و اولیاء کی اس قسم کی گستاخوں اور بے ادبیوں پر
کسی حلقہ علم و دانش میں پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کا ظاہری
دم بھرنے والے درحقیقت ان کی عظمت و رفعت کو مٹانا چاہتے ہیں اور ان کی غرض
یہ ہوتی ہے کہ اس قسم کی لائینی روایات کو عام کر کے وہ اپنی لائینی زندگی کے لیے بزرگی
کا ایک نیا معیار پیش کر دیں جس پر ان کے سوا کوئی شریف انسان پورا نہ اتر سکے اور لوگ اپنے
پیروں میں اس قسم کی عجیب و غریب حرکات دیکھ کر بھی ان سے دُور نہ ہوں بلکہ پیسے سے
ذہن بنا ہوا ہو کہ بزرگوں کی ایک یہ شان بھی ہوتی ہے کہ کسی ننگ دھڑنگ ملنگ کو
پلنگ پر بھی دیکھیں تو اس سے بدگمان نہ ہوں دبے رہیں کہ ممکن ہے اس نہنگ کے
پیچھے کوئی پیر کامل ہو جو اس کے پیچھے اس کے منکوں کے لیے کہیں لٹھ لیے کھڑا ہو۔

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ ہمیں
جاہل پیروں سے مرعوب کرنے کی تدبیر کوئی پیر بے عمل اور اندر سے

بالکل خالی بھی دکھائی دے تو بھی تم اس کی حقیقت مندی سے نہ نکلو اس سے ڈرتے رہو اور
اسے نذرانے دیتے رہو یہ اندر سے خالی پیر فقیر بھی تمہارے تختے اُلٹ سکتے ہیں۔

جب قوم کو ذہنی طور پر اس طرح مرعوب کر دیا گیا ہو تو پھر جاہل لوگ مزاراتِ اولیاء
کے حجروں میں ہونے والی ایسی حرکات اور اس قسم کی تحریرات کے باوجود ان لوگوں کو
بڑے حضرت مانتے رہیں تو تعجب کی کون سی بات ہے۔

اس من گھڑت اصول سے معلوم نہیں کتنے گھر اُجڑے ہوں گے؟ کتنے جعلی پیروں
اور بدکردار فقیروں کا کام چلا ہو گا؟ یہ اس وقت کا موضوع نہیں ہم یہاں اعلیٰ حضرت بڑے
حضرت کی وہ حکایت نقل کرتے ہیں جس پر بریلویوں کا مذکورہ بالا عقیدہ مبنی ہے۔ مولانا

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا کہ ایک روپیہ دے
وہ نہ دیتا تھا فقیر نے کہا روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹا
ہوں اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے اتفاقاً ایک صاحب دل کا
گزر ہوا جن کے سب لوگ معتقد تھے انہوں نے دکاندار سے فرمایا جلد روپیہ
دے دے ورنہ دکان الٹ جائے گی لوگوں نے عرض کی حضرت یہ بے شرع
جاہل کیا کر سکتا ہے فرمایا میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے
بھی معلوم ہوا بالکل خالی ہے پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا اس
کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا کہ وہ منظر کھڑے ہیں
کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔ تو بات کیا تھی شیخ
کا دامن قوت سے پکڑے ہوئے تھا۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۶

اس عبارت سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ بریلوی مذہب کے پیرو مولانا احمد رضا
خاں کی مذکورہ گستاخانہ عبارتوں کے باوجود انہیں بڑا حضرت کیوں مانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں
گے کہ شاید ان کا پیہر کچھ ہو وہ ان کی طرح کا نہ ہو اور اگر وہ بھی خالی ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس
کا پیہر خالی نہ ہو آخر کوئی تو ہو گا جو تختہ الٹ سکے۔

اہل اللہ کا کیا یہی کام ہے تختہ الٹنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا احمد رضا کی اس
عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ بریلویوں کے ہاں شیخ کی خلافت خالی لوگوں کو بھی مل جاتی
ہے جن کا باطن کچھ نہ ہو ان کے ہاں یہ ضروری نہیں کہ مرید سلوک کی منزلیں طے کرے۔
باطنی نور سے آراستہ ہو پھر وہ روحانی خلافت کا مستحق ہے حکایت مذکورہ میں اس بے شرع
جاہل کا پیہر اندر سے بالکل خالی تھا مگر پھر بھی وہ اپنے کامل شیخ کا خلیفہ تھا اور وہ کامل شیخ بھی
اتنا کامل تھا کہ اپنے خالی خلیفہ کے خالی مرید کو ایک روپیہ تو نہ دے سکتا تھا مگر ایک
بے قصور دکاندار کا تختہ الٹنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

گدھی سے مصروف ہونے کا واقعہ [پیر خلاف ترغ کہاں تک جاسکتے ہیں اسے بھی مطالعہ کیجئے۔

ہمارے پیرومرشد حضرت میراعظم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قصبہ ہم سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا، دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھیرادی، تاکہ ذرا آرام لے کر اور نماز ظہر پڑھ کر بعد فردہ ہونے نماز آفتاب کے آگے کوچیں، تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے، ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی کھپائی کر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی..... جب ہم سو کر اٹھے تو گاڑی اسی درخت کے تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے فقیر صاحب بھی سوتے ہیں۔ ہم نماز پڑھ کر روانہ ہوئے، فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لیے..... آخر ہمارا گڑھ پہنچے، وہاں ایک مکان میں ٹھیرے، فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز عشاء ہماری روٹی اس مسجد میں لے آنا، جب ہم روٹی لے کر مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھی سے مصروف ہیں، میں نے منہ پھیر لیا، پھر جو دیکھا تو نماز پڑھتے ہیں، بعد فراغت کھانا کھایا..... الخ

ہم حیراں ہیں میاں صاحب نے بلا غل نماز کی نیت کیسے کر لی اور نماز کے مابعد کھانا کھانے کیسے بیٹھ گئے۔ لیکن بریلوی حضرات کو یہاں قطعاً کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ پیرانِ عظام کی کسی حرکت پر انہیں لب کشائی کی اجازت نہیں۔ ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ تمہارا نفع و نقصان سب انہی کے ہاتھ میں ہے۔ ذرا بولے نہیں اور تم گئے نہیں۔ ان حالات میں مریدوں کے لینے اس سے سوا چارہ نہ تھا کہ میاں صاحب نے گدھی سے فارغ ہو کر جو تلوٹا آتا رہا ہے اسے دھونے میں ہی اپنی سعادت سمجھیں۔ اسی واقعہ میں آگے لکھا ہے:-

”فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے جاؤ ہمارا لنگوٹ دھو لاؤ۔ میں نے کہا حضرت آدھی رات دھو بھلا اس وقت کون کپڑے دھوتا ہوگا، فرمایا کہ دائم لجاؤ میں چلاؤ شہر کے دروازے سے باہر نکلاؤ دیکھنا کیا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا“

لہ الافسان فی القرآن ۲۵۵ تا ۲۵۳ طبع اول، شائع کردہ صاحبزادہ سید باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف ضلع کوہاٹ نوالہ۔ دوسرے اشاعتیں میں بریلویں گدھی مصروف ہونے کی بات نکال دی ہے۔

ہر وقت مرید کے پاس ہونا

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ پیر ہر وقت مرید کے پاس ہوتا ہے۔ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر ناظر نہیں سمجھتے اپنے پیروں کو بھی ہزار ہا جگہوں پر حاضر ناظر سمجھتے ہیں ظاہر ہے کہ ایک ایک پیر کے ہزاروں مرید ہوتے ہیں جب پیر ہر لمحہ اپنے ہر مرید کے پاس ہوتے ہیں تو وہ ہر وقت ہزار ہا جگہ کیوں حاضر ناظر نہ ہوں گے یہ حضور و منظور صرف دنیوی زندگی تک محدود نہیں یہ اسے بعد وفات بھی اسی طرح تسلیم کرتے ہیں فحشی محبوب بخش صاحب جناب میاں محمد خاں صاحب کے آخری لمحات کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

آپ کے پاس صرف حضرت میاں علی محمد خاں صاحب علیہ الرحمۃ بیٹھے رہے اور آپ پر گریہ طاری تھا حضرت قبلہ قطب زماں نے حضرت میاں علی محمد خاں صاحب کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنا چہرہ جھکا دیں تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنا چہرہ اپنے مقدس شیخ اور شفیق نانا کے حضور جھکا دیا تو نانا نے اپنے پیارے نواسے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا ”گھبراؤ نہیں ہم ہر وقت ہر آن تمہارے ساتھ ہیں“ اس کے بعد آخری سانس لیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ۱۷

پیر کا قبر میں آنا

”جان لو اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے مرنے کے بعد قبر میں آجاتا ہے اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا ہے“ ۱۸

بریلوی عوام کو اور کیا چاہیے بس ضمانت مل گئی کہ انہیں قبر تک میں کسی سوال کا جواب دینا نہ پڑے گا پیر ہی سب کام کرے گا تمہارے ذمہ صرف یہی ہے کہ پیر بناؤ اور نذرانے دیتے جاؤ

اسلام کی پاکیزہ تعلیم ہی ہے کہ شیخ مریدوں کی بیویوں کے پاس غلو اختیار نہ کریں پیر روحانی معالج ہونے

مرید کی بیوی کے پاس ہونا

کے باوجود غیر محرم ہے اور اس سے پردہ کرنا لازمی ہے۔ جب خاوند بیوی خلوت میں ہوں تو اس وقت اللہ کے فرشتے بھی حیار کے باعث پاس نہیں ٹھہرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ان معکم من لا یفارقکم الا عند الفاط وحين یفضی الرجل الی اہلہ

ترجمہ: بیشک تمہارے ساتھ وہ افراد بھی ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے مگر قصائے حاجت کے وقت یا جب مرد اپنی بیوی کے پاس جائے۔

مگر بریلوی مذہب میں پیر مرید کی بیوی کے پاس سوتے ہیں ان کے ہاں پیر کبھی مرنے سے جدا نہیں ہوتا ہر آن ساتھ رہتا ہے اور پورا نظارہ کرتا ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں

سیدی احمد سلجاسی کی دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بستری کی یہ

نہیں چاہیے عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا سوتی نہ تھی سوتے

میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی

تھی کوئی اور پٹنگ بھی تھا۔ عرض کیا ہاں ایک پٹنگ خالی تھا۔ فرمایا اس پر

میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے ۳۷

مولانا احمد رضا خاں نے جس کردہ انداز میں اولیاء اللہ کا حاضر و ناظر ہونا بیان کیا ہے

ہم اس پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔ حقیقت حال آپ کے سامنے واضح ہے لیکن ہم یہ سوال

کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اہل اللہ کے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی عظمت اور کمال ہے یا نہیں؟

بریلوی حلقوں میں کوئی شخص اولیاء اللہ کے اس طرح حاضر و ناظر ہونے کو نہ مانے تو اسے الزام

۱۔ پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو، احکام شریعت ص ۱۸۱ ۲۔ جامع ترمذی

جلد ۲ ص ۱۰۳ ۳۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۲۹ خاں صاحب کا یہ بھی جھوٹ ہے حنفی

عبد العزیز دباغ نے یہ گزشتہ کہا تھا کہ اس خالی پٹنگ پر میں تھا بریلوی علماء یہ بات کہیں سے نہیں دکھا سکے

دیا جاتا ہے کہ وہ اولیاء اللہ کی عظمت و شان کا معتقد نہیں اور ان کے کمال کا اعتراف نہیں کرتا اس صورت حال سے پتہ چلتا ہے کہ بریلویوں کے ہاں حاضر و ناظر ہونا اہل اللہ کے روحانی کمالات میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اس طرح کی کھینچ تانی سے خواہ اس کے لیے کتنا گنہ اور مکروہ استدلال کیوں نہ کرنا پڑے اولیاء کرام کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتے رہتے ہیں۔ ”کہ پہلی بیوی کے پاس جو پلنگ تھا اس پر میں تھا۔“

خاصۃً اولیاء کرام کے نام سے یہ بات خود گھڑی ہے مولانا احمد رضا خاں نے پیروں کو مریں کی بیویوں کے پاس سلانے کے لیے یہ واقعہ از خود تصنیف کر لیا۔ دیکھئے ملفوظات ۲ ص ۴۹

بریلوی اپنے
اس قسم کے

دلی عارف زوچین کی خلوت کے وقت بھی سامنے

نظریات ثابت کرنے کے لیے بزرگان دین کو بھی اپنے ساتھ بُری طرح ملوث کرتے ہیں اور لوگ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ بزرگوں نے ایسی باتیں کی بھی ہیں یا یونہی ان کا نام استعمال کیا جا رہا ہے۔ حضرت سید احمد بن رفاعی کے کسی خادم یعقوب کے نام سے ان لوگوں نے دلی عارف کی یہ پہچان لکھی ہے۔

لا تستقر نطفۃ فی فرج انثی الا ینظر ذالک الرجل الیہا و یعلم بہا^۱

ترجمہ: کسی عورت کے اندام نہانی میں کوئی نطفہ قرار نہیں پاتا مگر یہ دلی عارف ضرور اسے دیکھ رہا ہوتا ہے اور اسے جانتا ہے صرف اولیاء کرام ہی نہیں بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام بھی خاندن بیوی کی خلوت کے وقت وہاں موجود ہوتا ہے ان کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوچین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والے) ہوتے ہیں۔^۲

مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تھا ع عرستم اللیلۃ (کیا آج رات تم نے ہم بستی کی؟) افسوس کہ مولوی صاحب کا ذہن اس طرف نہ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس پر مطلع کیا ہو گا اچھڑی صاحب اپنے ذہن کے مطابق ہی سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موقع پر موجود ہوں گے اور سارا نظارہ کمرہ پہ ہونگے (معاذ اللہ) جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

کیا یہ سب ڈرامہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی تعظیم کے لیے سٹیج کیا جاتا ہے؟ کیا ان لوگوں کے ہاں ان نفوس قدسیہ کی شان بیان کرنی مقصود ہوتی ہے؟ نہیں کیونکہ وہ برطانیسی عقیدہ کفار و مشرکین میں بھی تسلیم کرتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ کرشن کنہیا بھی سینکڑوں جگہوں پر حاضر و ناظر تھا اور یہ کہ گدھا علم غیب جانتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ کہ یہ امور ہرگز ہرگز وجہ کمال نہیں۔ ہم بریلویوں کے ضمیر سے (اگر وہ کسی درجے میں بھی زندہ ہے) پوچھتے ہیں کہ جو حقیقت آپ کے اعلیٰ حضرت کفار و مشرکین تک میں تسلیم کرتے ہیں اگر کوئی شخص ان صفات کو بزرگوں میں تسلیم نہ کرے تو وہ ان بزرگوں کا منکر کیسے ہو گیا۔ ایسے امور اگر واقعی کسی نبی کریم کا موجب تھے تو آپ نے انہیں کرشن کنہیا اور گدھے تک میں کیسے تسلیم کر لیا اور اگر ان میں تکرم کا کوئی پہلو تھا آج ان عنوانات کے سہارے آدمی سے زیادہ امت پر بزرگوں کی شان میں گستاخوں کا الزام آخر کیوں ہے۔

دلی عارف کی اسی تیز نظر نے بریلویوں کو اس اعتقاد پر مجبور کیا کہ مریدوں کی مستورات پیروں کی باندیاں قرار پائیں اور یہ کہ پیر کی بیعت کے لیے خاوند کی اجازت ضروری نہ رہے۔

مولانا احمد رضا خاں شریعت کا
مریدوں کی مستورات کو باندیاں سمجھنا
 یہ مسئلہ تو نہ بدل سکے کہ پیر سے

پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو لیکن اسے غیر موثر کرنے کے لیے آپ نے ایک اور

توجہ اختیار کی کہ مریدوں کی مستورات پیروں کے لیے لونڈیوں اور باندیوں کے حکم میں ہیں اور ظاہر ہے کہ لونڈیوں کے لیے آقا سے پردہ نہیں ہے۔ ایک سید صاحب مولانا احمد خاں کے زمان خانے میں لکھ گئے اور پھر معذرت کرنے لگے تو مولانا احمد رضا خان نے کیا کہا المیزان کے احمد رضا نمبر میں ہے۔

پہلے تو سید صاحب نعت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں آپ آقا اور آقا زادے ہیں معذرت کی کیا حاجت ہے میں خوب سمجھتا ہوں حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔^۱

شیخ اور مریدوں کی بیویوں میں روحانی رابطے کے لیے خاوند کی اجازت ضروری نہیں

احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :-

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر بغیر اجازت ہو گئی تو کیا حکم ہے۔
الجواب :- ہو سکتی ہے^۲

جب خاوند کی اجازت ضروری نہیں تو ظاہر ہے کہ پیر صاحب کے پاس آنے جانے کے لیے بھی خاوند کو بتلانے کی ضرورت نہ ہوگی باندیاں اپنے مالکوں کے پاس بلا روک ٹوک جب چاہیں یا جب وہ چاہیں آتی جاتی رہیں گی۔ افسوس پیروں کے بارے میں اس قسم کی مکر وہ خبریں روزانہ اخبارات میں آتی ہیں اس پر لوگ نصیحت نہیں پکڑتے۔

پیروں کی بالادستی کا عقیدہ ان لوگوں کے ذہنوں میں اس طرح بٹھایا گیا ہے کہ یہ سمجھتے ہیں گویا خدا پر بھی انہی کا حکم چلتا ہے اور قضا و قدر سب انہی کے قبضے میں ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق درجیلانی کا خدا پر رعب

بریلوی مذہب میں خدا صرف حضورؐ
ہی کے ماتحت نہیں کہ منشی بنا ساتھ

ساتھ قلمدان اٹھائے پھر تا ہے اس ذات جل و علا پر حضرت غوث پاک کا بھی رعب چلتا ہے
سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث پاک اپنی مسجد
میں وعظ فرما رہے تھے کہ :

ابھی وعظ فرما ہی رہے تھے کہ پانی برسنے لگا۔ سننے والے کچھ پریشان ہونے
لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب سے عرض کیا کہ اے رب
الغزت میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا ذکر سن رہا ہوں اور تو پانی برس کر سننے
والوں کو پریشان کر رہا ہے، لکھا ہے کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ مسجد کے چاروں
طرف شدت کی بارش ہوتی رہی مگر مسجد میں ایک قطرہ پانی کا نہیں آتا تھا۔
یہ وہ باتیں ہیں جو مریدوں نے اپنے پیروں کے بارے میں تصنیف کر رکھی ہیں لیکن
حقیقت کے طالب مریدوں کی عقیدت مندی سے نہیں بزرگوں کی اپنی حق پسندی سے
حقیقت کا درس لیتے ہیں حق یہ ہے کہ بریلوی مذہب درست نہیں حضرت پیران پیر کا
عقیدہ اور عمل تو بالکل درست تھا۔

بارش روکنے کے لیے ہی خدا تعالیٰ پر بزرگوں کا رعب نہیں چلتا بریلوی عقیدہ کی رو
سے بارش لانے کے لیے بھی وہ اسی رعب سے بولتے ہیں کہ یا تو خدا بارش بھیج دے ورنہ
یہ خدا سے روٹھے کہ روٹھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک بزرگ مجدد کے بارے
میں بیان کرتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے ایک ہی دبدبے سے بارش نیچے اتاری۔

حضرت سید موصیٰ سہاگ کا خدا پر رعب

”احمد آباد میں مزار شریف
ہے زیارت سے مشرف“

ہوا ہوں زمانہ وضع رکھتے تھے ایک بار خط شدید پڑا بادشاہ واکا بر جمع ہو کر حضرت کے پاس دُعا کے لیے گئے۔ انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دُعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی التجا داری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیاں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا مینہ بھیجے یا اپنا سہاگ لیجے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اڑیں اور جل تھل بھروئیے۔ ۱۷

حضرات بزرگان دین کا اعتقاد ایسا ہرگز نہ تھا وہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت اور اسکی ساری صفات میں اس کے وعدہ لاشریک ہونے کے قائل تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ توحید

اللہ والوں کو خوب معلوم ہے کہ مخلوق عاجز و کالعدم ہے ان کے ہاتھیں ہلاکت ہے نہ سلطنت ان کے قبضے میں دو لمندی ہے نہ مفلسی نہ نفع ان کے نزدیک خدائے بزرگ و برتر کے سوانہ کوئی بادشاہ ہے نہ صاحب اختیار اس کے سوا دینے لینے والا کوئی نہیں فائدہ نقصان بھی کوئی نہیں پہنچا سکتا اس کے سوانہ کوئی زندہ کرتا ہے نہ مارتا ہے۔ ۱۸

جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر نہیں نکل سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے بادشاہوں سے حاکموں سے، دنیا داروں سے امیروں سے اور دکھ درد میں طیبوں سے جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا تو اپنے پروردگار کی طرف گریہ و زاری اور حمد و ثنا سے رجوع کرتا ہے اور ہمیشہ دعا اور حاجت بندی کا اظہار کرتا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے دُعا سے بھی تھکا دیتے ہیں اور اس کی دُعا قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں اس وقت اس پر پوری تقدیر جاری

ہوتی ہے اور وہ روح خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین موحّد بنتا ہے قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے نہ حرکت اور سکون دینے والا نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ ہیں اچھائی اور برائی نفع اور نقصان بخش اور محرومی کٹائش اور بندش موت اور زندگی عزت اور ذلت دو لقمہ دی اور غریبی ہے ۔

آپ یہ بھی لکھتے ہیں :-

جو شخص مخلوق سے خواہ وہ اللہ کے کلمہ ہی پیارے ہوں نفع و نقصان کی اُمید رکھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص بادشاہ سے نہ ڈرے اور اس بندے سے ڈرے جو خود دوسروں کے ہاتھ میں ہے ۔

پھر آپ یہ بھی لکھتے ہیں :-

زندگی اور موت خوشی اور غم سب کچھ نبیوں اور ولیوں کو بھی اسی کی طرف سے آتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے ۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تو اس طرح حق کی بات کہتے رہے لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت میں اس طرح شریک کر لیا کہ العباد باللہ ان کا اولیاء کرام کی تعظیم کرنا محض اسی درجہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا سکیں انہیں اس کے کارخانہ قدرت میں مختار کل سمجھیں لیکن جہاں تک ان کے اپنے احترام و تکریم کا تعلق ہے یہ ان کی شان میں بھی بہت گستاخ واقع ہوئے ہیں اس گستاخی کی وجہ گو جہالت ہو لیکن یہ گستاخی ضرور ہے ۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب
حضرت پیران پیر کو کس ڈھٹائی

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی شان میں گستاخی

سے اسیل مُرغ کہتے ہیں اور اس میں ذرا انہیں جھکتے ۔

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ بہتے ہیں ہاں اسیل ایک نواسخ رہے گا تیرا^۱
 چمن ولایت میں نسب مرغان چمن اپنے اپنے وقت میں بول کر چپ ہو گئے
 لیکن آپ ایک ایسا اسیل مرغ ہیں جو چغتایان ولایت میں ہمیشہ نغمہ پراہوتا گا۔ گاتا رہے گا
 تیرا اسیل میں اضافت الیٰ نفسہ مراد ہے جیسے میری شخصیت۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو
 ایک جانور سے تشبیہ دینا معلوم نہیں اس میں آپ کی کوئی منقبت ہے یہاں بریلویوں نے
 آپ کو اسیل مرغ کہا ہے اور کبھی یہ لوگ آپ کا نام سفید باز رکھتے ہیں خدا جانے وہ اس
 گستاخی کی کیا تاویل کرتے ہوں گے پھر دیکھئے کس طرح وہ آپ کو ہندو القابات سے نوازتے ہیں۔
 رس کھاوت ہوں من ہی من میں کیا کھ لے جاؤں سکھیں میں

پت رکھ لے میری ہمارا جہ یا عبد القادر جیلانیؒ

سرکار بغداد نہ کبھی ہندوستان آئے نہ کبھی ہندو رہے تھے مولانا احمد رضا خاں نے
 کس ہوشیاری سے آپ کو ہمارا جہ ٹھہرایا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں برہمنوں سے رس کھانا اسی
 طرح مقدس سمجھا جاتا تھا جس طرح عیسائی گرجاؤں میں پانی مسیح کے خون کے تصور میں پیتے
 ہیں حضرت پیران پیر کیا (معاذ اللہ) برہمن تھے کہ مولانا احمد رضا خاں ان سے ”رس کھاوت
 ہوں“ کی گزارش کر رہے ہیں۔

مسلمان بزرگوں سے ملنے کو

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے درشن

زیاارت کہتے ہیں ہندو اپنے
 نیناؤں کے درشن کرتے ہیں۔ سدھرشن کے درشن ہوتے تھے اور دیوتاؤں اور نیناؤں
 کی یاد میں برہاگیت گایا جاتا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں معلوم نہیں ہندوانہ ادا میں حضرت شیخ
 کی یاد میں برہاگیت کیوں گانے لگے۔

درشن کو ترے نیناں ترست
 میں لاج کی ماری کا سے کیوں
 میں برہا کی ہاری یہ بپستا
 یا عبد القادر جیلانیؒ

۱۔ صدائق بخشش حصہ اول ص ۱۷۰
 ۲۔ صدائق بخشش حصہ سوم ص ۱۷۰

ہندو محبوب کو پیتم کہتے تھے اور برہمن کہتا باچا کرتے تھے۔ مقدس کتابوں کا وعظ کہنا ان کے ہاں کہتا کہلانا تھا۔ دیکھیے مولانا احمد رضا خاں کس طرح ہندوؤں کے رنگ میں کہتا باچتے ہیں۔ حوالہ بخشش حصہ سوم میں ہے۔

نینال ترست ہیں درشن کو میرے دکھ کی کہتا پیتم سن لو
اب دور کرو میری بپتا یا عبد القادر جیلانی
حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی زیارت کو ان کے درشن کہنا اور اپنی مصیبت میں ان کے نام کی دعا لے دینا ہندو عقائد کی اندرونی کیفیت کا پتہ دیتا ہے۔ اس پر بریلویت کی پوری تحریک کو قیاس کر لیں۔

حضرت خواجہ شیخ معین الدین اجمیریؒ کی شان میں گستاخی | برصغیر پاک و ہند میں شجر اسلام کا

باقاعدہ پھیلاؤ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے وقت سے ہوا اس سے پہلے کہیں کہیں خال خال اسلام کے آثار تھے پاک و ہند کے مسلمان ابھی تک حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیریؒ کو اپنا پیش رو اور محسن عظیم سمجھتے ہیں۔ حضرت کی خدمات اسلام اور فیض روحانیت سے مسلم مکتبوں کے جملے کو کیا نسبت۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب سے سوال کیا گیا

عرض :- حضور ہندوستان میں اسلام حضرت خواجہ غریب نواز کے وقت سے پھیلا۔
ارشاد :- حضرت سے کئی سو برس پہلے اسلام آگیا تھا۔ مشورہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے سترہ محلے ہندوستان پر کئے۔
ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ اول ص ۱۳۸

جواب ملا خطر فرمائیے مولانا احمد رضا خاں نے حضرت کے اتنے عظیم کردار کا کیسے یہاں سائل اسلام کے آنے کا نہیں پھیلنے کا پوچھ رہا ہے مگر اعلیٰ حضرت سوال بڑی ہمت سے کاٹ رہے ہیں اور حضرت اجمیریؒ کی خدمات عظیمہ کو سلطان محمود غزنوی کے عملوں کے ساتھ ملا رہے ہیں روحانی دنیا کے سلطان الہند کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا یہ رویہ اتنا ہی

قابلِ افسوس ہے جبنا حضرت پیران پیر کو امیل مرغ سے تشبیہ دینا باعثِ افسوس تھا۔
 حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا اور سلطان محمود غزنویؒ
 کو ان پر مقدم کرنا محض اس لیے ہے کہ حضرت اجمیریؒ خان نہ تھے اور سلطان محمود غزنویؒ
 افغان تھے مولانا احمد رضا خان بھی افغانوں کے قبیلہ بڑیچ سے تعلق رکھتے تھے افغان ہونے
 کی عصبيت کا رفرما تھی جو خان صاحب بریلوی حضرت اجمیریؒ کی اسلامی خدمات کو نظر انداز
 کر رہے ہیں اس تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ جہاں تک اولیاءِ کرام کی اپنی شان اور
 خدمات کا تعلق ہے اس سے بریلویوں کو کوئی دیکھی نہیں یہ لوگ ان نفوسِ قدسیہ سے صرف
 اسی حد تک دلچسپی رکھتے ہیں کہ وہ انہیں خدا کی صفات میں حصہ دار کر سکیں۔

اعلیٰ حضرت کا یہ کہنا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے کئی سو برس پہلے اسلام
 ہندوستان میں آگیا تھا غلط ہے مولانا احمد رضا خان کا تاریخی مطالعہ بہت کمزور تھا۔ سلطان محمود
 غزنویؒ آپ سے کئی سو برس پہلے نہیں صرف دو سو برس پہلے آئے تھے۔

مولانا احمد رضا خان قادری سلسلہ
 حضرت شیخ سہرہیؒ کی شان میں گستاخی
 سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت امام

ربانی مجدد الف ثانیؒ کی سلسلہ کے پیشوائے طریقت تھے مولانا احمد رضا خان ان کی
 عظمتِ شان کے معقد نہ تھے اس لیے آپ انہیں جہاں بھی ذکر کرتے ہیں اس میں ان کی
 جبلی عصبيت کا رفرما دکھائی دیتی ہے مولانا احمد رضا خان انہیں مسلمانوں کے عمومی پیشوا
 اور بزرگ کے طور پر نہیں صرف خاندانِ دہلی کے پیشوا کی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان ان کیلئے محض اتفاقی طور پر
 خاندانِ دہلی کے آقائے نعمت
 یہ لقب ذکر نہیں کرتے اس کا بار بار انکار کرتے ہیں

مولانا احمد رضا اپنی کتاب الکوثرۃ الشاہیہ ص ۴۱ میں یوں ذکر کرتے ہیں۔ ”تمام خاندانِ دہلی
 کے آقائے نعمت“ پھر الباقیۃ الواسطہ ص ۱ پر لکھتے ہیں۔ ”تمام خاندانِ دہلی کے آقائے نعمت“

اور کہیں حضرت امام ربانی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں لکھتے۔ نقشبندی سلسلے سے مولانا احمد رضا کو یہ نبض کیوں ہے؟ اس لیے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی حمایت اور بدعت کی مخالفت میں بہت کوشاں تھے سو مولانا احمد رضا انہیں اپنے بزرگوں میں جگہ ہی نہیں دیتے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب حضرت مجدد الف ثانیؒ پر اعتراض کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

حالتِ سکر میں غلطیاں

کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحیح سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا تمام جہان کے شیوخ نے جو ربانی دعوے کئے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجوہوں سے ہوتی ہیں۔ نادانھی یا سکر۔ سکر تو یہی ہے۔ ملفوظات حصہ ۳ ص ۵

سب مسلمانوں کے مسلم پیشوا اور نقشبندی حضرات کے پیروم شد حضرت امام ربانی کی غلطیاں نکالتے دالے اور ان پر طعن کرنا بڑا عیبت ہے حضرت کے اپنے عقائد آپ دیکھ چکے ہیں۔ ان تفصیلات سے جہاں یہ بات نکلتی ہے کہ بریلوی مذہب دانے صحابہ کرام اہل المؤمنین اور حضرات اولیاء کرامؒ کے خلاف بہت بے ادب اور گستاخ واقع ہوئے ہیں وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں بریلوی عوام قصور وار نہیں ان کے سامنے حضرات صحابہ اہل بیت کا نام لیا جائے تو وہ ہرگز کسی بے ادبی کے مرتکب نہ ہوں گے۔ یہ قصور صرف ان علماء کا ہے کہ علمائے حق کے نبض کی خاطر وہ ان اکابر کے خلاف بھی ہر قسم کی گستاخیاں کرتے چلے جاتے ہیں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کا یہ زہر بلا ٹیکہ نہایت غمِ شعوری انداز میں اپنے مریدوں کے بدن میں پیوست کر رہے ہیں۔

ان تحریرات سے جہاں یہ بات واضح ہے کہ بریلوی مذہب کے لوگ اولیاء کرام کی شان میں سخت بے ادب اور گستاخ

تصویر کا دوسرا رخ

واقع ہوئے ہیں وہاں ہم تصویر کے دوسرے رخ کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے کہ جہاں ان کا لباس چلے یہ اپنے پیروں کو خود اس مقام میں لانے سے بھی نہیں چوکتے جو انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تجویز کر رکھا ہے مثلاً ان کا حقیقہ ہے کہ جب میت سے سوال ہوتا ما ذاتقول فی هذا الرجل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں تشریف لے جاتے ہیں پھر ہی مقام وہ اپنے پیروں کے لیے اس ڈھٹائی سے ثابت کرتے ہیں۔

جان لو اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے مرنے کے بعد قبر میں آجاتا ہے اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا ہے۔

اس قسم کی تصریحات میں ان کا مقصد بزرگوں کی مدح و تعریف نہیں ہوتا مقام رستا جو انہوں نے پہلے سے لوگوں کے ذہنوں میں بٹھایا ہوا ہوتا ہے اس کی برابری بلکہ بسا اوقات تنقیص پیش نظر ہوتی ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور ہی قبر میں نہیں آتے پیر صاحب بھی آتے ہیں۔ حضور سوال کی مشکل میں ڈالتے ہیں اور پیر صاحب اس مشکل سے نکالتے ہیں (معاذ اللہ)

افسوس کہ چیزات تو بین باری تعالیٰ میں یہ چال چلے کہ اسے بشری لباس میں اٹارا اور تو بین رسالت میں یہاں تک گرے کہ اپنے پیروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑبڑایا ہوا کپڑا بٹھایا جو عقیدت ایک امتی کو اپنے پیغمبر سے ہونی چاہئے اس سے کہیں زیادہ یہ اپنے پیروں پر قربان ہوتے ہیں اور جو احساس بندہ صرف اپنے مولیٰ کے بارے میں محسوس کر سکتا ہے اسے یہ لوگ اپنے پیروں پر منطبق کرتے ہیں۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں اس کے قائل نہ تھے وہ فرماتے ہیں مجدد معلوم سر کا خود تشریف لاتے ہیں یا فرقہ مندر سے پدمہ اٹھایا جاتا ہے شریعت نے کچھ تفصیل نہیں بتائی۔ ملفوظات حدیچہ چہارم ص ۶۹۔ ۲۔ فیوظات فریدیہ ص ۶۹۔

مقامِ حرمین

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بریلوی عقائد کی زد میں

حرمین شریفین

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى ء الله حنيدا اما

يشركون اما بعد

پیشتر اس کے کہ ہم بیت اللہ شریف اور حرم شریف نبوی کے بارے میں بریلوی تحریرات کا جائزہ لیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی سلامی اہمیت پر کچھ مختصر گزارش کی جائے۔ واللہ ولی التوفیق

مکہ اور مدینہ مرکزِ اسلام ہیں | شخصیات میں جہاں انبیاء کرام اور صحابہ کرام شمع اسلام اور نجوم نظام ہیں۔ مکانیات میں ارض حرم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مراکز اسلام ہیں ہدایت جس طرح ان شخصیات کریمہ اور نفوس قدسیہ کے گرد گھومتی ہے تجلیات ربانیہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر دن رات برستی ہیں ہر وقت ہزاروں انسان تجلی کعبہ کے گرد مصروف طواف پائے جاتے ہیں اور ہزاروں فرشتے اور انسان ہر آن روضہ منورہ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں یہی خطر زمین وہ ارض اسلام ہے جہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے اور وہاں سلام کے سوا کسی اور دین کا داخلہ جائز نہیں۔

حقیقت کعبہ اور اس کا مقام | کعبہ اس چار دیواری اور اس کے پتھروں کا نام نہیں حقیقت کعبہ اس سے مختلف ہے اس

پاک زمین اور خاموش عمارت پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہر وقت جلوہ ریز رہتی ہے اور کعبہ شرف

اپنی سطح سے لے کر بیت المعمور تک کعبہ ہے کعبہ اس ظاہری عمارت کی چھت تک محدود نہیں مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اسی طرف رُخ کرتے ہیں تو نماز ادا ہوتی ہے وہ ان پتھروں اور عمارت کو سجدہ نہیں کر رہے ہوتے ان کی مسجد لہٰذا کی ذات ہوتی ہے - یہ اللہ رب العزت کی تجلی ہے جس سے کعبہ ممتاز ہے اور دنیا کا قیام ہے - تجلیات کعبہ کی ہریں دیکھنی ہوں تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب قبلہ نما کا مطالعہ فرمائیں اور پھر طواف کعبہ کی سعادت حاصل کریں حقیقت کعبہ انشاء اللہ خود منکشف العزیز ہوتی ملے گی - رب العزت ہمیں حقیقت کعبہ کو سمجھنے اور اس کی تجلیات سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے -

ان دنوں کعبہ شریف کی اسی روحانی سطوت اور مدینہ شریف کی اسی مرکزی رفعت کے خلاف ایک اندھی آندھی چل رہی ہے - اہلبیسی رو میں عازمین حج اور زائرین روضہ کو اس پاک خطہ زمین میں داخل ہونے سے پہلے پکارتی ہیں کہ مکہ و مدینہ میں نماز کے امام سب کافر ہیں وہاں جا کر باجماعت نماز نہ پڑھو عقیدہ رکھو کہ مکہ و مدینہ پر کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے اور یہ کہ وہاں سعود سب دھاباں اور کافر ہیں جو لوگ ان کی باتوں میں آجاتے ہیں وہ ہزار بار دہیہ خرچ کرنے اور اتنی طویل مسافت طے کرنے کے بعد بھی وہاں کی باجماعت نمازوں اور مسجد حرام کی نماز جمعہ سے محروم واپس لوٹتے ہیں ان محرومان قسمت پر آنسو تو بہائے جاسکتے ہیں لیکن انہیں دوسرے مسلمانوں کی صف میں دیکھا نہیں جاسکتا صفت اسلامی میں استنادِ اسلامی کا نقشہ انہی کو نصیب ہوتا ہے جو قضا و قدر کے فیصلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بننے کے لیے قبول ہو چکے ہوں -

اس مختصر تحریر میں انہی لوگوں کو راہ دکھانے کی ایک تدبیر اختیار کی گئی ہے -

(مؤلف)

واللہ ولی التوفیق

مقامِ حسین

الحمد لله رب العلمین والعاقبتہ للمتعتین والصلوة والسلام
 علی سید المرسلین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ اجمعین امامہ
 مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی عظمت اور مرکزیت مسلمانوں میں ہمیشہ
 ہر شبہ سے بالا رہی ہے وہ کون سے مسلمان ہیں جو حسین شریفین کے علماء پر طعن دھریں اور
 ان کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف تصور کریں؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا وہاں جب سے
 حق آیا اور باطل نکلا ہے حق کا ابدی غلبہ ہے وہاں باطل اب کبھی عود نہ کرے گا۔
 قرآن کریم میں ہے۔

قل ان ربی یقذف بالحق علما الغیوب ۵ قل جار الحق وما
 یبدی الباطل وما یعید ۶

ترجمہ: آپ کہہ دیں بیشک میرا رب حق کو برسا رہا ہے وہ جانتا ہے چھپی چیزیں
 آپ کہہ دیں حق آیا اور نہ ظہور کرے گا باطل اور نہ کبھی عود کرے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کے پیروؤں نے حسین کے چشمہ زلال میں جس گستاخی سے پتھر
 پھینکے ہیں وہ مسلمانوں کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے ایسی حماقت اور ایسا ظلم کبھی
 کسی نے دیکھا یا سنا نہ ہو گا کہ کوئی قوم اپنے ہی مرکز کے گرد اس دیدہ دلیری سے اتنے
 کانٹے بچھائے کہ اس راہ میں پھر چلنا ہی دو بھر ہو جائے۔ یہ برطانوی استبداد کا کڑوا
 پہل ہے جو قوم کو کھینچا پڑا اور دیکھتے دیکھتے بریلوی مذہب مکہ ومدینہ کی ان گستاخوں سے تربت پا گیا

اپنے منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں دام کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا،

اسلام کی عالمگیر دعوت | اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور اس کی دعوت ہر خطہ
ارضی اور ہر دور زمانہ کو شامل ہے اسلام میں جبر نہیں

کفر بھی اسلام کے تحت امن سے زندگی گزار سکتا ہے اور اسلام میں اقلیتوں کے باقاعدہ حقوق ہیں

ارض حجاز کی شرعی حیثیت | ہاں ایک خطہ پاک ایسا ہے جہاں صرف اسلام
ہی رہ سکتا ہے وہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا تجتمع دینان فی جزیرۃ العرب ۱

ترجمہ: جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہ ہو سکیں گے (یعنی یہ صرف ارض اسلام ہے
یہاں کفر نہ ٹھہر سکے گا)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ (۱۸۹ھ) لکھتے ہیں:

ان مکہ والمدينة وما حولهما من جزيرة العرب و

قد بلغنا عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم انه لا یبقی دینان

فی جزیرۃ العرب ۲

ترجمہ: بیشک مکہ اور مدینہ اور ان کے ارد گرد کی زمین جزیرہ عرب ہے اور

بیشک ہمیں نبی کریمؐ کی یہ بات پہنچ چکی ہے کہ جزیرہ میں دو دین نہیں رہ سکتے۔

حرمین پر ابدی قبضہ اسلام | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ملان
فرمایا تھا کہ اب اس کے بعد اس زمین کی پھر وہی

حرمت ہے جو پہلے تھی اب قیامت تک اس میں کسی کو قتل کی اجازت نہیں ہوگی نہ اب

مکہ سے آئندہ کبھی ہجرت ہو سکے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں گویا یہ پیش گوئی بھی فرمادی تھی کہ سرزمین کعبہ اب قیامت تک کے لیے مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ یہاں کفار کا قبضہ کبھی نہ ہو سکے گا آئندہ کبھی ایسا ہونا ممکن ہوتا تو پھر اس کے جواب میں جہاد و قتال یا کم از کم وہاں سے ہجرت کی تو اجازت ہوتی یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہاں کفر کے قبضے کا امکان تو رہے لیکن اس کے ازالہ کے سارے سامان ہمیشہ کے لیے روک دیئے جائیں نہ وہاں قتال ہو سکے اور نہ وہاں سے ہجرت ہو سکے۔ کچھ تو غور کیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت
حرمین شریفین دنیا کے آخری دنوں میں دی ہے کہ دنیا کے آخری دنوں میں بھی

مدینہ منورہ ہی مرکز اسلام ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ایمان ہر طرف سے سمٹ کر انجام کار اسی مرکز پر آجائے گا۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الایمان لیسأدأ الى المدينة کما
 تآؤف الحیة الى حجرها ۱۰
 بے شک (آخری دنوں میں) ایمان مدینہ کی
 طرف پناہ لے گا جیسے سانپ اپنے بل کی
 طرف لوٹتا ہے۔ (تقدیس الحرمین ص ۱۱)

حرمین شریفین کی پاک سرزمین پر ہزاروں اولیاء کرم
 کچھ چلے آئے اور ایسے عاشقوں کی بھی کمی نہیں
مدینہ منورہ کا روحانی جذب رہی جنہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مرنا اپنی بڑی سعادت جانا ہے۔

اکابر دیوبند میں بہت۔ ایسے حضرات گزرے جنہوں نے زندگی کے آخری ایام
 مکہ مدینہ اور مدینہ منورہ میں محض اس لیے گزارے کہ یہاں کی پاک مٹی انہیں قبول کر لے۔
 یہ حرمین شریفین کا وہ روحانی جذب ہے جو صادقین اور کاذبین میں امتیاز قائم کرتا ہے

۱۰ صحیح مسلم جلد ۸۲، صحیح بخاری ج ۴ (رداۃ احمد ایضاً کافی الجامع الصغیر ص ۱۳۳)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قادری لاہوری نے بجا فرمایا تھا کہ جنازے ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے۔

اکابر دیوبند جنہیں زندگی کے آخری دنوں میں عشق خاک مدینہ حرمین شریفین پہنچ لائی اور انہوں نے یہاں کی سرزمین میں دفن ہونا اپنی بڑی سعادت جانا۔ ان کی ایک مختصر سی فرست ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کیؒ - (۲) حضرت مولانا نعمت اللہ کیراوی مہاجر کی - (۳) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی - (۴) حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی - (۵) حضرت مولانا خیر محمد (ٹھل خمرہ) مہاجر مدنی - (۶) حضرت مولانا منتی محمد خلیل صاحب مہتمم اشرف العلوم گوجرانوالہؒ - (۷) حضرت مولانا حبیب اللہ بن حضرت مولانا احمد علی لاہوری - (۸) حضرت مولانا محمد شریف صاحب مہتمم خیر المدارس ملتان - (۹) استاذ القراء حضرت قاری فتح محمد صاحب - (۱۰) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہانپوری۔

ایک طرف ان عاشقوں کے روحانی جذب و کیف کا اندازہ کریں جو عشق رسالت میں ہجوم در ہجوم یہاں کچھ چلے آئے اور دوسری طرف ان مخالفوں کا بھی جائزہ لیں جو حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنا تو درکنار خود حرمین شریفین سے ہجرت کرنے کو جائز قرار دے رہے تھے اور یہاں آنے والوں کو خفیہ خفیہ نصیحتیں کرتے بارہا پکڑے گئے کہ مکہ مدینہ کے اماموں کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ دہائی نجدی سب کافر ہیں اود مکہ مدینہ اس وقت کافروں کے قبضہ میں ہے۔ اعاذنا اللہ من ہذہ المخرافات۔

قاضی عیاضؒ (۵۴۴) لکھتے ہیں۔

ان الایمان اولاً و آخراً بہذہ ایمان اول و آخر اسی صفت سے پلا آرہا ہے۔
الصفة لانه ف اول الاسلام ابتدائے اسلام میں ہر شخص جس کا ایمان خاص اور

کان کل من خالص ایمانہ و صح
 اسلامہ اتی المدینۃ اما مہاجرا
 مستوطنا و اما متشوتا الی رؤیۃ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 و متعلماً منہ و متقرباً ثم بعدہ
 و ہکذا فی زمن الحلفاء کذا لاک
 و لاخذ سیرۃ العدل منہو
 و الاقتداء بجمہور الصحابة رضی
 اللہ عنہم شو من بعدہم من
 العلماء الذین کانوا سرح
 الوقت و أئمة الہدی لاخذ
 السنن المنتشرة بها عنہم نکال
 کل ثابت الایمان منشرح
 الصدر بہ یرحل الیہا شو بعد
 ذالک فی کل وقت الح زماننا
 لزیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم و التبرک بمشاهدة آثانہ و آثار
 الصحابة الکرام فلا یاتہا الا مومن^۱

اسلام صحیح ہوا تو وہ مدینہ ہجرت کر کے اسے وطن
 بنانے کے لیے آتا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے شوق دیدار کیلئے اور آپ سے پڑھنے کے لیے
 اور آپ کا قرب حاصل کرنے کیلئے یہاں چلا آتا آپ
 کے بعد بھی وہاں خلفاء کے زمانے میں ہی طریقہ
 چلا آیا اور تاکہ لوگ ان سے عدل کی سیرہ پائیں اور
 جمہور صحابہ کی انہیں وہاں اقتدار نصیب ہو صحابہ
 کے بعد یہ وابستگی ان علمائے حق سے ہوئی جو
 وقت کے روشن چراغ اور ہدایت کے امام تھے
 تاکہ ان سے وہاں پھیلی ہوئی سنتیں حاصل کریں
 سو ہر نکتہ ایمان اور شرح صدر والا شخص وہاں
 جاتا رہا پھر اس کے بعد سے ہمارے زمانے
 تک ہر دور میں ایسا ہی رہا۔ لوگ حضور اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کیلئے اور وہاں آپ
 اور آپ کے صحابہ کرام کے آثار سے
 برکت حاصل کرنے کے لیے آتے رہے
 ہیں سو وہاں مومن کے سوا کوئی نہیں جا سکتا

جب وہاں مومن کے سوا کوئی نہیں جا سکتا، نہ وہاں کی پاک زمین کافر کو اپنی طرف کھینچتی ہے
 تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مکہ مدینہ پر پھر سے کافر ملکا قبضہ ہو جائے۔

اب آپ ہی سوچیں اہل مدینہ کی حرم کی نمازیں غلط بتانا اور اپنے لوگوں کو دہاں کی با
جماعت نمازوں سے محروم رکھنا اور دہاویوں کو کافر بتلانا اس سے بڑھ کر مدینہ والوں سے
کیا زیادتی ہوگی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اراد اهل هذه البلدة
لبوء یعنی المدینہ کی برائی کا ارادہ کرے گا ایسے پگھل جائیگا
اذا به الله كما يذوب الملح^۱ جیسے نمک پگھل جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دہاں کے امام دہاں کے مسلمانوں کی نمازیں ضائع
کر رہے ہیں اور اس پر اتنی طویل مدت گزر چکی ہے تو آسمان کیوں نہیں پھٹ جاتے اور
زمین کیوں شق نہیں ہو جاتی۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف دجال اکبر سے ہی خاص نہیں کہ دہاں وہ
قابض نہ ہو سکے گا داخل ہونا چاہیے گا تو نمک کی طرح پگھل جائے گا بلکہ جو شخص بھی اہل
مدینہ کی بدخواہی کریگا اللہ تعالیٰ اسے ناکام کر کے رکھ دیں گے اس سے زیادہ اہل مدینہ
کی برائی کیا ہوگی کہ ان کی سالہا سال سے نمازیں برباد ہو رہی ہوں اور سالہا سال سے
لوگ حرم مکہ اور حرم مدینہ دونوں کے اسلامی جموں سے محروم ہوں پس یہ بات ہرگز باور
کرنے کے لائق نہیں کہ دہاں دہاوی کا نہیں اور یہ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ عرصہ ساٹھ
ستر سال سے کفار کے قبضے میں چلے آ رہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور اس کا خلاصہ نہیں ہو سکتا
لا يدخل المدينة رعب المسيح مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ سکے
(الدجال) لها يومئذ سبعة گاہ اس دن مدینہ کے سات دروازے ہونگے
ابواب علی کل باب مملکان^۲ ہر دروازے پر دو فرشتے پڑے رہے ہونگے۔

اس روایت میں یہ بھی فرمایا۔

یا نئی المسیح من قبل المشرق مشرق سے دجال آئے گا اس کا قصد مدینہ
ہمتہ المدینۃ حتی ینزل دبر کی طرف ہوگا احد کی پشت پر اترے گا پھر
احد ثلث تصروف الملائکۃ وجہہ فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے
قبل الشام وہنا لک یھلک لہ اور وہ وہیں ہلاک ہوگا۔

اس سے واضح ہوا کہ وہ مدینہ طیبہ نہ جاسکے گا، باوجود قصد کے اس کا وہاں داخلہ نہ ہوگا۔ آسمانی قوتیں
قبرانہ باتھوں سے اسے روکیں گے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ وہاں آپ کی مسجدیں کس طرح کا قبضہ
پا سکتے ہیں؟ اور مسلمانوں کے لئے یہ سننا کتنا دشوار ہے کہ مکہ اور مدینہ پر کافروں کا قبضہ ہے
اور ان کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

شیخ پورہ کے جناب فاروق رضوی نے ۱۴ فروری ۱۹۷۶ء کو اپنے علماء سے ایک
استفتاء کیا تھا۔ لائبریر کے مولانا ابو الخلیل صاحب نے دارالافتاء جامعہ رضویہ سے اس کا جواب
تحریر کیا۔ ہمارے پاس اس فتویٰ کی فوٹو کاپی موجود ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں :-
فرد و ہابیہ نجدیہ کے لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو حج یا عمر کی غرض
سے جانے والا صحیح العقیدہ منتہی مسلمان سرزمین عرب میں ان لوگوں کی اقتدار میں نماز پڑھے یا نہ
پڑھے۔ کیونکہ وہاں سے آنے والوں کا کہنا یہ ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جو امام ہیں
وہ کٹر قسم کے وہابی ہیں۔ وہاں کیا صورت اختیار کی جائے۔ بینوا تو جبراً

الجواب

جوان کے میٹراؤں پر فتوے ہے وہی ان کے ماننے والوں پر فتوے ہے۔ جب ان کے پاس ایمان ہی نہیں تو ایسے امام کی اپنی خود نماز نہیں ہوتی تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز کیسے ہوگی۔ لہذا ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے فریضہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ مقتدی کے ذمہ فریضہ باقی رہتا ہے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سر دار احمد صاحب، مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہما نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز فرماتے تھے۔ بلکہ حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین مطہین میں اپنی نماز علیحدہ پڑھتے رہے۔ نجدی امام کے پیچھے بالکل نہیں پڑھی جس واقعہ کا عوام کو علم ہے۔ اہلسنت حجاج کرام کسی اہل سنت کے پیچھے نمازیں پڑھیں ورنہ تنہا پڑھیں۔ اکثر اہل سنت مولوی صاحبان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ اُن کے پیچھے نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

ابوالخلیل غفرلہ خادم الافکار جامعہ رضویہ لاہور

۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ اور کوئی اہلسنت ان دنوں مولانا کے ساتھ نہ ہوتا تھا سب امام حرم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے صرف مولانا اپنی نماز علیحدہ پڑھتے تھے۔ ۲۔ مولانا سر دار احمد لاہوری دہل پکڑے گئے تھے یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۳۔ نماز جمعہ تو اسی طرح چوری چھپے نہیں پڑھی جاسکتی کس قدر بدبختی ہے کہ انسان حرم شریف پہنچ کر بھی جمعہ کی نماز سے بے نصیب واپس لوٹے۔ ۴۔ مولانا ابوالخلیل نے دستخط فرماتے ہوئے لاہور لکھا ہے فیصل آباد نہیں لکھا۔ شاہ فیصل دہلوی کے نام سے ان کا شہر مہرم ہویہ انہیں پسند نہیں ہے۔ لاڈ لائل جن کے نام پر لائل پور آباد ہوا تھا وہ اُن کے خیال میں شاید حنفی ہوں گے اس لیے لاہور لکھا فیصل آباد نہیں لکھا۔

حرہ بن کے بارے میں بریلوی مذہب | بریلوی مذہب کے لوگ حرہ بن شریفین کے

آئمہ کرام اور وہاں کی حکومت کو مسلمان نہیں سمجھتے انہیں وہابی کہتے ہیں اور وہابیوں کو مرتد یقین کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بریلوی لوگ وہاں جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے حرہ بن شریفین جا کر بھی وہاں کی نماز باجماعت سے محروم رہتے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتاب احکام شریعت میں ہے۔

مسئلہ :- اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں واپس نہ آئیگا ایسی نیت اسکی درست ہوگی یا نہیں جواب ———— زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں ۳

یاد رہے اس وقت حرہ بن شریفین میں شریف مکہ کا اقتدار تھا جنہیں خاں صاحب بریلوی کافر نہ کہتے تھے کیونکہ شریف ترکوں کے مخالف تھے مکہ خالصاً حب اس امر کا کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ وہاں کفار کا قبضہ ہو سکتا ہے اب بریلوی وہاں جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے انہیں کافر سمجھتے ہیں مولانا احمد رضا خاں کا فتوے ہے کہ وہابی کافر اور مرتد ہیں اس فتوے کی رو سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان دنوں مکہ اور مدینہ کفار کے قبضے میں ہیں (معاذ اللہ)۔ بریلویوں کے مولوی محمد عمر صاحب چھری لکھتے ہیں۔

میرے ہم خیال ساتھی پچیس کی تعداد میں تھے جنہوں نے ان کے پیچھے اقتدار نہیں کی۔ وہاں کے بریلوی احناف کو میں نے اپنے اپنے گھروں میں نماز گزارتے دیکھا۔ سوال کرنے پر یہی جواب ملتا تھا کہ نجدیوں کی اقتدار ہمارے علماء کے فتوے سے از روئے احادیث صحیحہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔ ۴

۱۔ لغات مع ۱۸۴۱ احکام شریعت ص ۱۲۲ ۲۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں اس کتاب جماعت اول میں

۳۔ احکام طریقت ص ۲۲۴ ۴۔ احکام طریقت ص ۲۲۴ ۵۔ مخیاس خفیت حصہ اول ص ۱۱۱

مولانا احمد رضا خاں کی ایک پیش گوئی | حمین شریفین پر کافروں کے قبضے کا اعلان
تو ایک طرف رہا مولانا احمد رضا خاں اپنے

پیر وڈل کو تو یہ بھی بتا گئے کہ آئندہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کی دنیا میں کبھی حکومت نہ رہے گی مولانا احمد رضا خاں نے بتایا۔ ”شاید ۱۸۳۷ء میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے گی“

خدا کرے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تمنا اور آرزو کبھی پوری نہ ہو اور حمین شریفین ہمیشہ اسلام کی حفاظت میں رہیں۔ اس پس منظر میں آپ کعبہ شریف اور حرم نبوی کے بارے میں بریلویوں سے کیا کسی ادب و احترام کی امید رکھ سکتے ہیں۔ آئیے اس بات کا جائزہ لیں کہ ان کے ہاں مکہ اور مدینہ کی عظمت و رفعت کا عقیدہ کس حد تک پایا مال ہے۔

کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں | بریلوی کا عقیدہ ہے کہ کعبہ شریف حقیقی بیت اللہ نہیں
مولوی محمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

بیت اللہ شریف دو ہیں ایک مجازی اور دوسرا حقیقی بیت اللہ شریف مجازی
تو کعبہ شریف ہے اور بیت اللہ حقیقی انسان کامل۔ اس لیے فرمایا کہ مجاز حقیقت
سے رخصت ہو رہا ہے۔ ۲۷

حقیقت کعبہ کے بارے میں بریلوی عقیدہ | بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو
تجلی کعبہ پر جلوہ ریز ہے اس کا درجہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے سے کم ہے رب العزت کی تجلی اس کی صفت کی جلوہ ریزی
ہے اسے مخلوق نہیں کہا جاسکتا نہ اس کے درجے کو گھٹایا جاسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم تو بالاتفاق مخلوق ہیں ممکن اور حادث ہیں گو مرتبہ میں تمام مخلوقات سے افضل و اکمل اور ارفع و اعلیٰ ہیں۔
بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی کعبہ پر ہر وقت جلوہ ریز ہے وہ کبھی کبھی حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کا بھی طواف کرتی ہے اس کی رُو سے بریلویوں کا عقیدہ ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اللہ تعالیٰ کی جلوت پیرائی سے کہیں زیادہ اونچا ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو لے
اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ تجلی کعبہ روضہ نبوی کا طواف کرتا ہے
دیکھئے کعبہ کے پتھر اور اینٹیں تو حرکت نہیں کرتے نہ کبھی مدینہ گئے یہ اللہ رب العزت کی جلوت
پیرائی ہے جسے یہ لوگ مدینہ شریف کا طواف کرنا بتاتے ہیں۔

کعبہ طواف اولیاء میں (معاذ اللہ)
بریلوی مذہب والے پھر کعبہ کا طواف مدینہ
منورہ تک محدود نہیں رکھتے۔ بریلویوں کا
عقیدہ ہے کہ حقیقت کعبہ بعض اولیاء کرام کا بھی طواف کرتی ہے (معاذ اللہ)

کعبہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا طواف کرتا ہے۔

مرانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کعبہ کی شان گراتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ حضرت کعبہؑ آپ کے دروازے کا طواف کرتا ہے۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف کعبہ کرتا ہے طواف در والے سیرالہ
مسنقی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں۔

کعبہ معظمہ بھی اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے عالم میں چکر لگاتا ہے۔
کعبہ کی تجلی کسی فرد یا جگہ پر اتارے یہ بات تو سمجھ آ سکتی تھی مگر یہ چکر لگائے اور طواف
کرے یہ عقیدہ معلوم نہیں ان لوگوں نے کہاں سے گھڑ لیا ہے مشہور جلیل القدر سنی عالم حضرت
علامہ ابن ابی العزیز بخفی ان لوگوں کی فہرست میں جو اسلام کو چھوڑ چکے ہیں لکھتے ہیں :

وَكُذَّاهُن يَقُولُ بَانَ الْكُعبَةِ تَطَوَّفَ بِرِجَالِ مَنْهُوَ حَيْثُ
كَافَرُوا فَهَلَّا خَرَجْتَ الْكُعبَةَ إِلَى الْحَدِيدِيَّةِ فَطَافَتْ
بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَحْصَرَ عَنْهَا وَهُوَ
يُودِعُ مِنْهَا نَظْرَةً ۝

ترجمہ ۱۔ اور اسی طرح ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کعبہ ان کے بزرگوں کا جہاں بھی وہ
ہوں طواف کرتا ہے (وہ نہیں سوچتے کہ) جب کافروں نے حضور کو کھڑے آنے
سے روکا اور آپ چاہتے تھے کہ کعبہ پر ایک نظر ہی ڈال لیں تو کعبہ حدیبیہ
تک کیوں نہ چلا آیا۔

مولانا احمد رضا خاں عقیدہ رکھتے تھے کہ جب حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی اس وقت بھی کعبہ نے

آپ کے گرد طواف کیا تھا۔ طواف تو ایک طرف مولانا احمد رضا خاں عقیدہ رکھتے تھے کہ
بیت اللہ شریف اس وقت فرط مسرت میں مگر اکبر رہا تھا ۱ (معاذ اللہ)

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجھے کو جھکا تیری ہیبت تھی کہ ہر بیت تھرا کر گر گیا
اسی پر اکتفا نہیں کی خاں صاحب نے عرش اعلیٰ کے لیے مجھے کا لفظ استعمال کیا

جھکا تھا مجھے کو عرش اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزم بالا
کہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے ۲

بریلویوں کے ایک بزرگ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ خدا کا طواف کرنا ہر قوم پر اطواف
کرنو۔ شرح دیوان فرید میں ہے :

۱۔ مجراکنے معنی نشت میں جس ادب سلام کرنا چاہنا محض میں ناپاک کرنا وغیرہ (دیکھئے علی اردو لغت ص ۱۳۴) افسوس

مولانا احمد رضا خاں کو کعبہ شریف کے لیے ایسا لفظ استعمال کرتے ہوئے کوئی حجاب نہ آیا اور اس کے لیے وہ لفظ استعمال کر
کے جو ناپاک و تمیز کے لیے ہی استعمال ہوتا تھا ۲۔ شرح عقیدہ حمادیہ ص ۵۵ بیج مکہ

ایک شیخ نے حضرت بایزید بسطامی کو جو بیت اللہ کے طواف کے لیے مکہ معظمہ جا رہے تھے۔ فرمایا کہ اگر بیت اللہ کا طواف کرنا ہو تو مکہ معظمہ جاؤ اور اگر خدا کا طواف کرنا ہو تو میرا طواف کرلو شرع دیوان فرید ص

کسی بزرگ یا شیخ کی عظمت بڑھاتے بڑھاتے کعبہ کی عظمت سے کہینے لگتا بریلویں کا دن رات کا کھیل ہے کعبہ کی قبل کو ذات باری سے جدا رکھنا یا کعبہ کو قبل باری تعالیٰ سے جدا کرنا یہ الحاد کی وہ راہیں ہیں جو ان لوگوں نے کعبہ کی تقدیس کو کم کرنے بلکہ اس کی توہین کرنے کے لیے اختیار کر رکھی ہیں۔ یقین کیجئے کعبہ کی بے ادبی ہو جائے تو کسی بزرگ کی تعظیم ہرگز قائم نہ رہ سکے گی۔

کعبہ کی گودی کو نالہ قرار دینے کی گستاخی

شہرہوں کے نشیبی علاقوں میں پانی جمع ہو کر گندے نلے بن جاتے ہیں۔ نالے کا لفظ اچھے معنوں میں بہت کم ملے گا۔ جہاں کعبہ شریف ہے اس کے ارد گرد پہاڑ ہیں لیکن کعبہ کی اس گودی کو کسی نے نالہ کہا۔ قرآن پاک نے اس کے لیے وادی کا لفظ اختیار کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا: ربنا انی اسکت من ذریعتی بواچ غیری ذی ذیج عند بیتک المحرم ربّ سورہ ابراہیم ص ۸

ترجمہ مولانا تھانویؒ) اے میرے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے

قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں۔

ترجمہ مولانا احمد رضا خاں) اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نلے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔

اس سے زیادہ کعبہ کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی گودی کو میدان اور وادی کی بجائے نالہ ٹھہرایا جائے اور لوگوں کو وہاں نماز باجماعت پڑھنے سے اس لیے روکا جائے کہ وہ اپنی کافر ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (استغفر اللہ)

قرآن کریم میں دادی مقدس کا لفظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں بھی آیا ہے (پنچ ۱۲،
پنچ قصص ۷، پنچ ۷) مگر غافضاب وہاں داد کا ترجمہ نادر نہیں کرتے۔ بریلوی بعض اوقات
یہ جواب دیتے ہیں کہ دادی ایکن تیشی بگر نہ تھی۔ اس لیے اس کا ترجمہ نادر نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر کچھ
تویشی بگر میں ہے اس پستی کے لیے لفظ نادر ہی صحیح تھا۔ (استغفر اللہ)

علی پور کو مدینہ شریف کے برابر قرار دینا | یہ نہ سمجھیں کہ بریلوی حضرات مدینہ شریف
کی فطرہ عقیدت میں تجلی کعبہ کی بجائے دہلی
کرتے ہیں، ہرگز نہیں اگر ان کے پیش نظر واقعی تحکیم مدینہ ہوتی تو کم از کم یہ تو ہوتا کہ وہ مدینہ منورہ
کے برابر کسی اور آستانہ عقیدت کو ہرگز جگہ نہ دیتے مولانا احمد رضا خاں کے ایک پیرو سپر
جماعت علی شاہ کے پاس علی پور ضلع سیالکوٹ پہنچے تو علی پور کی شان میں یوں گویا ہوئے۔
مدینہ بھی مظہر ہے مقدس ہے علی پور بھی | ادھر آؤ تو اچھا ہے، ادھر جاؤ تو اچھا ہے،
پیران عظام کا ہر آستانہ عقیدت مدینہ منورہ کے تابع ہے بالمقابل نہیں کہ ادھر بھی جاؤ
تو وہی بات ہے اور ادھر بھی آؤ تو وہی بات ہے ایک علی پور تو کیا کہ وڑوں علی پور مل کر بھی
مدینہ منورہ کی برابری نہیں کر سکتے مگر افسوس کہ انہوں نے اپنے پیرو صاحب کو سامنے رکھتے ہوئے کہا
تیرا آستانہ چودہ آستان کہ حریف بیت حرام ہے | تیری بارگاہ ہے وہ بارگاہ کہ جو قبلہ گاہ امام ہے
ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اس شعر یا
مضمون کی کہیں مذمت یا تائید کی ہو۔

بریلی کو مدینہ شریف کے برابر قرار دینا | اللہ تعالیٰ نے عرب کو عجم پر فوقیت بخشی کہ نبی
آسمان زمان کو عرب میں مبعوث فرمایا مکہ مکرمہ اور
مدینہ منورہ دونوں مہرم عرب میں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف (عرب) میں ہیں
اور مولانا احمد رضا خاں عجم بریلی (عجم) میں تھے مولانا نورانی کے والد بعد اعلم حج کے بعد حسب

مدینہ سے واپس بریلی پہنچے تو مولانا احمد رضا خاں کو مخاطب کر کے کہا :-

عرب میں جا کے ان آنکھوں دیکھا جسکی صورت کو عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو^۱
اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کے عقیدے میں جس طرح حضور
صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لیے مولانا احمد رضا خاں عجم کے لیے تھے کیا اس میں بریلی کو مدینہ
شریف کے بالمقابل نہیں لایا جارہا ؟ کس قدر گستاخانہ تعبیر ہے ۔

بریلویوں کے مولوی محمد یار صاحب شاہ صد الدین^۲
ملتان کو مدینہ کے برابر لانے کی کوشش کی منقبت کہتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان شکل صدر دین خود رحمتہ للعالمین آمد^۳
اس میں جہاں حضرت شاہ صدر الدین کو رحمتہ للعالمین کہا ہے ملتان کو بھی مدینہ شریف
کے برابر لانے کی بے ادبی کی گئی ہے ۔ اس میں کہا گیا ہے کہ دیکھنے والی آنکھ ہو تو مدینہ شریف
سے حضور ہی صدر دین کی شکل میں ملتان آئے ہیں (معاذ اللہ)

دوسرے شہر دن کو مکہ مدینہ پر مسلط کرنے کی ان لوگوں نے سازش کر رکھی ہے ۔ پیر کرم شاہ نے بڑھم
جا کر تحریک اٹھائی کہ یہ مرکز اسلام عرب حکومت کے تحت نہ رہیں انہیں عجمی ممالک کے ماتحت کر دیا جائے (معاذ اللہ)

۱۔ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۲۸

۲۔ دیوان محمدی ص ۲۲۔ ۳۔ بریلوی اس کے جواب میں شیخ سعدی کے ایک شعر کا سہارا لیتے ہیں جو
موصوف نے اپنے ممدوح کے بارے میں بوستان میں کہا تھا ۔ توئی سایہ لطف حق بر زمیں پیمبر صفت رحمتہ للعالمین
(کلیات سعدی ص ۱۸۹ مطبوعہ ایران) سو یہ صفت اپنے درجے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اوروں
میں بھی ہو سکتی ہے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفت رحمتہ للعالمین کا منظر اتم ہیں ۔ جواباً گزارش ہے
کہ کسی بزرگ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بالکل منظر بنا دینا اس کے مرقد ملتان کو مدینہ کے برابر لانی کوشش
کو نہایت بے ادب کوشش ہے ۔

پیر کرم شاہ صاحب کی نسکرمی غلطی

پیر کرم شاہ صاحب کی تجویز یہ ہے کہ حرمین شریفین عالم اسلام کی مشترکہ کماٹڈ میں آجائیں اور ان پر صرف عرب حکومت نہ ہو سب مسلم ممالک وہاں مل کر حکومت کریں۔

افسوس پیر صاحب یہ نہ سوچ سکے کہ جب جملہ مسلم ممالک مل کر وہاں متصرف ہونگے تو کیا اس سے ایران کے تصرف کی راہ دکھلے گی جنمینی کی حاجیت کسی پر رہے میں نہیں رہی۔ کیا پیر صاحب خود اس کیلئے ابن علقمی کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں، ہم نہیں سمجھتے کہ پیر صاحب کی سچ اس قدر گری ہوگی وگرنہ کوئی مسلمان ایک لمحہ کیلئے بھی اجازت نہیں دے سکتا کہ جنمینی کی رائے گنبد خضریٰ میں لیئے دشمنین کریمین کے بارے میں نی جاسکے جنمینی کے گشتے موسم حج میں اب بھی وہ کچھ کو جلاتے ہیں کہ اگر ایام حج اور تقدیس حرمین پیش نظر نہ ہو تو وہ کبھی سلامت نہ جاسکیں اللہ تعالیٰ حرمین کو انکے شر سے بچائے۔

پھر صرف ایران ہی نہیں شام کا صدر حافظ الاسد بھی اگر خضریٰ فرستے کی ناسنگی میں آگے آئے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ناموس حرمین محفوظ رہ سکے گی ان بھانت بھانت کی بولیوں سے تقدیس کعبہ بری طرح متاثر ہوگی اور مسلمان ملکوں کا آپس کا اختلاف حرمین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

عالم اسلام پہلے کون سے محاذ پر کھڑا ہے؟ جب انہیں پہلے سے کوئی عملی وحدت موجود نہیں تو نظم امور حرمین کیلئے نہیں وحدت کماٹڈ کے لئے کی اس سے تو سب کچھ ٹوٹ جائیگا اور جلتیگے۔ پہلے عالم اسلام کو ایک کچھ پھر انکے کسی مشترکہ دستور کی امید کیجئے۔

افسوس کہ پیر صاحب موصوف مقام کعبہ کی ایک جھلک بھی نہ پا سکے اور یہ نہ سمجھ پاتے کہ جب کعبہ عرب ختم کے اسلامی ملکوں کے ماتحت چلا جائیگا تو اسکی روحانی حالت کیا ہوگی؟ اس صورت میں عالمی اثرات کعبہ کی طرف بڑھیں گے کعبہ عالم اسلام پر اثر انداز نہ ہوگا اور یہ خلاف اصولی سلام ہے کعبہ عالم کو اثر دیتا ہے اس سے اثر دیتا نہیں جس شخص نے روحانیت کی کبھی کوئی ادنیٰ تکلیف بھی پائی ہو وہ حرم کعبہ اور گنبد خضریٰ کو ایک ادنیٰ لمحے کیلئے بھی کسی بیرونی کماٹڈ میں دینے کی تجویز نہ کر سکے گا۔ پیر کرم شاہ صاحب کچھ علم سے پہلے ازہر سے نہ لوٹتے اور فارغ تحصیل ہو کر پاکستان آتے تو شاید اتنی کمزور بات انکے نصیب میں نہ ہوتی نہ وہ کعبہ کو بین الاقوامہ کنٹرول میں دینے کی بات کتے۔

کلمہ شریف بارے میں بلوچی تحریر

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم واما بعد

کے معلوم نہیں کہ اسلام کا سب سے بڑا عنوان کلمہ طیبہ ہے اور اسی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ تعلیمات کی تصدیق ہوتی ہے۔ دنیا میں ایمان کا اظہار یہی ہے اور اسلام کے پانچ ارکان میں سے یہ پہلا رکن ہے اسی سے انسان خدا کی بادشاہی میں داخل ہوتا ہے۔ مسلمانانے ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو وہ اسی کلمہ سے نکلتا ہے اور اہل قبلہ میں سے نہیں رہتا۔ گو وہ کہنے ہی ظاہری اسلامی اعمال بجالائے۔

کلمہ شریف بنیاد اسلام ہے کافر بھی صدق دل سے پڑھ لے تو اس سے کفر کی قبا اتر جاتی ہے اور وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ میں بہترین ذکر اللہ کی توحید اور بہترین اقرار رسالت محمدی کی تصدیق ہے۔ کلمہ کے دو جزو ہیں جن میں توحید و رسالت کا اقرار ہے کلمہ کا کوئی تیسرا جزو نہیں سو کلمہ میں کسی جزو کا اضافہ کرنا یا کلمہ کے ساتھ کوئی اور جملہ ملا کر کلمہ میں ابہام پیدا کرنا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہایت خطرناک سازش تصور ہوگی۔

مخالفین اسلام نے اسے باہر سے اپنے حملوں کا نشانہ بنایا تو طہدین نے اسے اندر سے تشکیک کے کانٹوں میں کھینچا اور بروز و کمون کے سائے میں حضور کا اہم مبارک اپنے اوپر منطبق کرتے رہے۔

آئندہ سطور میں ان چند گستاخیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان کے ہاں غلط عقیدت کے جاہلی جوش یا مخفی عداوت کے سیاہ سائے میں شد و مد سے پھیلائی جا رہی ہیں۔

کلمہ اسلام

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

بریلویوں نے جس طرح حرمین شریفین کی سخت بے ادبی کی ہے ان کی محمدانہ زبان اور گستاخ قلم نے کلمہ شریف قرآن شریف اور درود شریف کے بارے میں بھی توہین اور بے ادبی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جہاں تک ان سے ہو سکا ہے انہوں نے ہر نشان اسلام کو تشکیک کے کانٹوں سے زخمی کیا ہے۔ فالحی اللہ المشتکی۔

کلمہ شریف کے دو جزو | کلمہ شریف کے دونوں جزو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر دیئے گئے ہیں اس کا کوئی اور جزو ہوتا تو وہ بھی قرآن کریم

میں مذکور ہوتا۔ کلمہ شریف پڑھتے ہوئے دل سے اس کی تصدیق ضروری ہے۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب اگر کوئی شخص کلمہ پڑھے اور اللہ کے لفظ سے کچھ اور مراد لے یا محمد کے لفظ سے اپنے پیر کا تصور کرے تو یہ کلمہ اسلام نہ ہوگا کفر و الحاد کی راہ ہوگی اسے اس کا کلمہ پڑھنا تصور نہ کیا جائے گا بلکہ یہ کلمہ شریف کی سخت توہین اور بے ادبی ہوگی مثلاً:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ | مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نعت خوان خاص مولانا حافظ

خلیل الدین حسن مصنف نعمۃ الروح جو مدرسہ بریلی کے سالانہ اجلاس میں حاضر ہوتے مولانا کے سامنے اپنا کلام پیش کرتے اور ان سے داد پاتے تھے ایک مقام پر اپنے پیر کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

لب کیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دل کا نعرہ ہو یا محمد شیر

کلمہ پڑھتے ہوئے زبان اور دل کا یہ فرق کیوں؟ کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے اور یہی کلمہ

اسلام ہے ؟ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب کا کیا یہی مطلب تھا ؟ بریلویوں کو کچھ تو خیال کرنا چاہیئے تھا کس نادانی سے کلمہ کی دولت ہاتھ سے دے رہے ہیں ۔ لفظ خدا سے خدا کے محبوب مراد لینا ایسی غلط کبیر ہے معلوم نہیں کتنے نادان اس پر چلے ہوں گے اور گمراہ ہوئے ہوں گے ۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :- لَقِنَا مَوْتَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہ جس شخص پر موت حاضر ہو اسے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کرو ۔

امام نووی (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں : ذَكَرُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَكُونُ آخِرَ كَلَامِهِ كَمَا فِي الْحَدِيثِ مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَالْأَمْرُ بِهَذَا التَّلْقِينِ أَفْرَدَ بَاجِمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى هَذَا التَّلْقِينِ وَكَرَهُوا الْإِكْثَارَ عَلَيْهِ

ترجمہ :- حاضرین اسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یاد کرائیں تاکہ یہی اس کا آخری کلام ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جس کا آخری کلام لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہوگا وہ جنت میں جائے گا تلقین کا یہ حکم مندوب ہے علماء کا اجماع اسی تلقین پر ہے اور وہ اس پر کسی اور بات کے بڑھانے کو مکروہ سمجھتے ہیں ۔

زبان پر آخری وقت کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہونا چاہیئے اور اسی کی حدیث میں تعلیم دی گئی ہے مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں ۔

بندگی ہونا چاہیئے مرتے وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر جان نکل جائے پھر تو سب آسان ہے ۔

غور کیجئے مولانا احمد رضا خاں نے کس دیدہ دلیری سے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کو جملہ محمد رسول اللہ سے بدل ڈالا ہے تبھی تو ان کے مرید یوں کہتے تھے ۔

لب کہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دل کا نعرہ ہو یا محمد شیر

کلمہ یا محمد معین خواجہ | مومن کی تویہی تمنا ہونی چاہیے کہ آخری وقت خدا کا نام اس کی زبان پر ہو مگر بریلویوں کی تمنا اور آرزو ملاحظہ کیجئے۔

جو وقت آفریں ہو تیاری نظر میں صورت رہے تمہاری
زماں پہ کلمہ یہی ہو جباری کہ یا محمد معین خواجہ ۱
بریلوی! یہ کلمہ یا محمد معین خواجہ کہاں سے لگنا؟ کچھ حاکم و محمد رسول اللہ ہے اس اقرار اور
محمد رسول اللہ سے مراد تصدیق کے بغیر کسی کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ بریلویوں نے اسے

بھی اپنے مقام پر نہیں رہنے دیا۔ حدیث میں ہے کہ قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تو آپ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ مسلمان کے لیے کتنی بڑی سعادت ہوگی کہ اس وقت وہ اپنے آپ کو حضور کا امتی بتائے بہت افسوس کی بات ہے کہ بریلوی اپنی نعتوں میں اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا نام تجویز کرتے ہیں۔

قبر میں قادری طریقے

محد میں جب فرشتے مجھ سے پوچھیں گے تو کہہ دوں گا
طریقہ قادری ہوں نام لیوا غوث اعظم کا ۲
بریلویوں نے اسے پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک بھی نہ رہنے دیا اور انکی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو یہاں لاکھڑا کیا

محمد رسول اللہ کی بجائے یہاں اسنے پیروں کا نام لینا بریلویوں کی اسلام کے خلاف ایک نہایت خطرناک سازش ہے قادری لوگ اپنے پیروں کو جشتی لوگ اپنے پیروں کو اور نقشبندی حضرات اپنے پیروں کو یہاں ذکر کریں تو کلمہ اسلام کہاں باقی رہے گا۔ بریلویوں نے کلمہ شریف بدلنے کے لیے کیسی بے مکی گاڑی چلائی ہے۔

بریلویوں نے اپنے خیالات و اہمیت کو بزرگوں کے نام سے اس سے چلا رکھا رکھا ہے کہ ان کے نام سے

لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ

یہ کڑوی گولی وہ بآسانی اپنے مریدوں کے حلق سے اُتار دیتے ہیں مالا نکتہ حق یہ ہے کہ ان بزرگوں نے ہرگز کبھی ایسی بات نہ کہی نہ کبھی کلمہ اسلام کو بدلنے کی کوشش کی دیکھئے ان لوگوں نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے نام سے کیسا جھوٹ گھڑا ہے۔

ایک شخص خواجہ معین الدین چشتی کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے اپنا مرید بنائیں

فرمایا کہ ”لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ“، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

چشتی اللہ کا رسول ہے ۱

دیکھو مسلمانو! بریلوی کس طرح ایک وار سے دوشکار کر رہے ہیں اور اسلام پر ہر دو طرف سے چھرا چلا رہے ہیں ایک کلمہ بدلنے کا جرم کیا دوسرا اس کفر کو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے سر تھوپنا مالا نکتہ حضرت خواجہ اجمیریؒ اللہ تعالیٰ کے بڑے مقرب اور سنی العقیدہ صحیح مسلمان تھے وہ بریلوی ہرگز نہ تھے وہ کافروں کو مسلمان بنانے والے تھے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے ہندوستان نہ آئے تھے۔

بریلویوں کی اس روایت میں دو باتیں زیادہ قابل غور ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ نے لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کی تعلیم جاگتے ہوئے دی ہے یہ کوئی خواب کا واقعہ نہیں۔ خواب کا واقعہ ہوتا تو اسے نظر انداز کیا جاسکتا تھا کیونکہ خواب پر کوئی مواخذہ نہیں سوتے ہوئے سے گرفت کا قلم اٹھا ہوتا ہے۔

۲۔ آپ کی زبان سے یہ جملہ کسی بے اختیاری یا جذب کی حالت میں نہیں نکلا بیداری میں بھی کوئی بات بے اختیاری سے زبان سے نکلے تو اس پر شرعاً مواخذہ نہیں آپ نے ایک شخص کو مرید کرتے ہوئے یہ کلمہ تلمیق فرمایا ہے

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک مرید کے بارے میں بھی ایک ایسی بات کہی جاتی ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا کہ وہ محض ایک خواب کا واقعہ تھا اور جاگتے ہوئے وہ کلمات بے اختیاری سے زبان پر جاری تھے ان الفاظ پر گھبراہٹ خود ان سے بیزاری کا نشان ہے لیکن یہ لا الہ الا اللہ جتنی رسول اللہ کی تعلیم میں دونوں صورتیں یہاں مفتنی ہیں نہ یہ خواب کی بات ہے نہ بے اختیاری کی۔ ان دو صورتوں میں سے کوئی صورت بھی واقع ہوتی تو ہم بریلویوں کے اس کلمہ میں کچھ تاویل کر لیتے اور حسن ظن سے کام لیتے لیکن کیا کریں بریلویوں کی اس من گھڑت روایت کی رو سے نہ حضرت اجیرؒ کی اسلام باقی رہتا ہے نہ ان کے غلط پیروؤں کا جو بزرگوں کے نام سے اتنے کفریات دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

فوائد الفوائد جیسے مولانا دیدار علی شاہ صاحب مولانا
لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ نعیم الدین مراد آبادی اور دوسرے کئی بریلوی

علماء کی پوری تائید حاصل ہی ہے اس میں بر ملا لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہؐ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں شبلی اللہ کے رسول ہیں۔
غور کیجئے! ہم کہاں تک بریلویوں کی اس قسم کی تحریرات کی تاویل کرتے جائیں کلمہ اسلام کے مقابلے میں یہ کیا کیا کلمے تجویز ہو رہے ہیں اور جو شخص انہیں نہ مانے صرف پانے اسلام کا قائل رہے اسے بزرگوں کا نہ ماننے والا قرار دیا جاتا ہے اور معلوم نہیں کس کس فتوے سے نوازا جاتا ہے۔

مولوی غلام جہانیاں صاحب صدر پاک سنی تنظیم ڈیرہ غازی خاں اپنے پیر حضرت نازک کریم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

طالب خدا گواہ کہ نازک پچشم من عین محمدؐ است کہ عربی شنیدہ

(ترجمہ) اے طالب خدا گواہ ہے کہ میرا پیر میری آنکھوں میں عین محمد ہی ہے۔ جنہیں تو نے سُن رکھا ہے۔

قرآن کریم

بریلوی افکار کی زد میں

قرآن کریم اللہ کا کلام نا آفرین ہے یہ مخلوق نہیں تاریخ گواہ ہے اہل سنت اس عقیدے پر بڑی جو انفرادی سے ڈٹے ہیں امام احمد بن حنبل کی قربانیاں اہل سنت کی تاریخ کا نہایت روشن باب ہیں قرآن کریم کلام الہی ہے یہ انسانی کلام نہیں نہ پڑھتے ہوئے اسے اپنا کلام سمجھنا چاہیے اس کا پڑھنا تلاوت ہے کوئی اپنی صدا نہیں دُعا کی نیت سے پڑھیں تو اس کے احکام مختلف ہو جاتے ہیں نمازیں امام کے پیچھے دُعا اِجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي پڑھنا دُعا کی نیت سے ہے تلاوت اور قُرْأت کے طور پر نہیں۔ بریلویوں نے عقیدہ بنا رکھا ہے کہ امام جعفر صادق اسے اپنا کلام سمجھ کر پڑھتے تھے استغفرلہ شیعہ قرآن کریم کو مخلوق سمجھتے ہیں اور انہوں نے بات امام جعفر صادق کے نام لگا رکھی ہے اہل السنۃ والجماعۃ اپنے عقیدہ پر قائم ہیں اور وہ اسے حضرت جعفر صادق کا کلام نہیں سمجھتے بریلوی اسے (قرآن کریم) حضور کی مملوک بھی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جو مملوک ہو وہ مخلوق ہوتا ہے اور قرآن ہرگز ہرگز مخلوق نہیں ہے۔ اہل سنت کے ہاں یہ عقیدہ کفر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا مالک سمجھا جائے۔

پھر اہل سنت کے نزدیک قرآن پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے فرض عین ہے بریلویوں کے ہاں یہ فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے شیعہ اس میں تحریف کے قائل ہوں تو بھی یہ انہیں بھائی سمجھتے ہیں اس مضمون میں بریلویوں کے اسی حال زار کو بیان کیا

کیا ہے۔ ————— ادارہ

قرآن کریم انسانی کلام نہیں | قرآن کریم کلام الہی ہے اس کا جتنا ادب کیا جائے کم ہے قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس کی مخلوق

نہیں کُن اس کا کلام تھا جس سے اس نے کائنات کو تخلیق بخشی سو کلمہ کُن خود مخلوق نہ ہوا قرآن کریم انسانی کلام نہیں نہ اسے اپنا کلام سمجھنا چاہیئے مگر بریلویوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے نام سے یہ غلط عقیدہ بھی گھڑ لیا کہ انسان جب قرآن پڑھے تو اس وقت وہ انسانی کلام ہے۔

کیا قرآن کلام امام جعفر صادق ہے؟ | امام جعفر صادقؑ نے فرمایا میں قرآن کو جتنا بار بار پڑھتا ہوں اپنا کلام سمجھتا ہوں

استغفر اللہ ثم استغفر اللہ العظیم۔ کیا یہ قرآن کریم کی کھلی توہین نہیں کیا کفر و الحاد نہیں کہ قرآن کریم کو انسانی کلام سمجھا جائے۔ انسان مخلوق ہے اور قرآن مخلوق نہیں صفت خداوندی ہے مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے مرشد شاہ احمد نوری کو قرآن کا درجہ دیتے تھے۔

مرشد مخلوق ہے صفت خداوندی نہیں لیکن قرآن اللہ کی صفت کلام ہے مخلوق نہیں خالص ہے۔

میرا مرشد ہے مصحف ناطق نوری آیت ہے احمد نوری

حسین اس کے پیرو اعلیٰ پیر بیت اقصیٰ ہے احمد نوریؑ

قرآن اللہ کی صفت کسی کی ملوک نہیں | بہان کریم جب اللہ کی صفت ہے مخلوق نہیں تو یہ کسی مخلوق کی ملوک نہیں ہو سکتا جموک

وہی چیز ہو سکتی ہے جو مخلوق ہو صفت خداوندی کسی کی ملوک نہیں خدا جہالت کا بیڑہ غرق کر کے مولوی محمد عمر صاحب حضور کو قرآن کا مالک سمجھتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ:

قرآن کریم عنایت آپ کو کوا ہے آپ اس کے مالک ہیں (استغفر اللہ)

قرآن ایک دو نہیں | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو جو قرآن دیا وہ ایک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ جس ترتیب سے نازل ہوا

وہ ترتیب اور تہی جس ترتیب سے یہ اب ہمارے سامنے موجود ہے یہ اس کی ترتیب رسولی ہے ترتیب نزولی نہیں حضورؐ نے قرآن کریم کی ترتیب نزولی سے نہیں لکھوایا یہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ نے اسے ترتیب نزولی کے مطابق لکھوایا تھا ان کے عقیدہ کے موافق وہ قرآن امام مہدی کے پاس کسی غار میں موجود ہے ۔

بریلویوں کا دوسرے قرآن کا تصور | بریلویوں نے بھی نہایت گستاخی اور نہایت مکروہ انداز میں ایک اور قرآن کا تصور پیش کیا ہے ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر تنقید کرتے ہوئے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں ۔

میرے خیال میں مصنف مذکور کو جو قرآن شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے ۱۔

غور کیجئے قرآن کریم کا نام کتے کے نام کے ساتھ ذکر کر کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے قرآن کی کتنی سخت بے ادبی کی حاشا و کلا کتے پر ہرگز کوئی کلام نہیں اترا چہ جائیکہ اس کا نام بھی قرآن ہی ہو ۔ مولوی محمد عمر صاحب یہ بات کہتے ہوئے عام جلسوں میں یہ نقل اتارا کرتے تھے آپ جب آؤ آؤ کرتے ہی معلوم ہوتا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بول رہا ہے ۔ بریلویوں تو بین قرآن کی اسی پر بس نہیں کی انہوں نے اس پر سوار ہونے کی بھی صورت نکال لی ہے ۔

قرآن پر سوار کی کرنا | خورجی جو گھوڑے کی زین میں کھلی رہتی ہے اس میں قرآن شریف رکھا ہو تو ظاہر بات ہے کہ جو بھی اس زین پر سوار ہوگا قرآن اس کے نیچے ہوگا ۔ قرآن کریم اس صورت میں ساتھ رکھنا بھی تو ضروری نہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اس کی بے ادبی کا مرتکب ہو مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں ۔

اگر گلے میں نہیں لٹکا سکتا ہے اور خورجی میں رکھنے پر مجبور محض ہے تو جائز ہے ۲۔

معلوم نہیں مولانا نے قرآن کریم کی اس کھلی بے دبی کا فتوے کیسے داغ دیا اور کچھ خیال نہ کیا۔

قرآن نازل ہونے سے حضور کو کچھ علم نہیں ملا | اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں :-
ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان

آپ نہ جانتے تھے کیا ہے قرآن اور کیا ہیں ایمان کی تفصیل لیکن ہم نے بنایا ہے اسے روشنی۔

یہ تفصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہو رہی ہے پہلے سے کہاں معلوم تھیں کہ آپ نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے ۔ پھر یہ بھی فرمایا ۔ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۖ

پایا آپ کو متلاشی پھر راہ بتادی ۱ داترنا الیک الذکر لتبین للناس ۲

اور انا راہم نے آپ کی طرف قرآن تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں ان کے لیے کیا چیز اتاری گئی ہے

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے کچھ علم نہیں ملا آپ

قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی سب کچھ جانتے تھے ان کے مفتی احمد یار خاں فرماتے ہیں :-

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نزول قرآن پر موقوف نہ تھا وہ قرآن سیکھے

ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے ۔

اور یہ بھی لکھا ہے :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا واسطہ رب نے ہدایت دی تھا

اعمال ہر قسم کی حضور اول سے ہدایت پر تھے

گویا بذریعہ وحی آپ کو کچھ نہیں ملا ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے واسطہ سے آپ پر

علم کی کوئی راہ نہیں کھولی ۔ مفتی احمد یار یہ بھی فرماتے ہیں :

انبیاء پیدائش کے وقت ہی عارف باللہ ہوتے ہیں اور علم غیب رکھتے ہیں

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ بذریعہ وحی کچھ نہیں ملا بلکہ اگر

کوئی یہ استدلال کرے کہ آپ پر وحی کبھی آئی ہی نہیں کہ یہ تحصیل حاصل تھا تو آپ اسے

دوک نہ سکیں گے وہ کہے گا کہ وحی سے افادہ علم ہوتا ہے جب آپ کو کسی علم کا نہ احتیاج تھا

نہ انتظار تو پھر وحی کا آنا چرہ معنی دارد ۔ حضور کو پیدائشی طور پر ہر چیز کا جاننے والا بتلانا

یہ بے اسلام اور خدا کے نظام وحی سے ایک کھلی بغاوت ہے

قرآن کریم میں ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے طالبوں کو اس کتاب سے سلامتی کی راہوں پر چلا رہا ہے
یہ ہدیٰ بہ اللہ من اتبع رضوانہ سُبُلُ السَّلام۔ (پک المائدہ خ ۳ آیت ۱۶)
ترجمہ: (اللہ قرآن سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے رستوں کی اور
نکالتا ہے اسے اندھیروں سے روشنی کی طرف) اس آیت کے ہوتے ہوئے اس سے
انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہدایت قرآن سے پھیلی ہے اور حضور بھی قرآن سے مستنیر (روشنی
حاصل کرنے والے) تھے۔ وحی نخی سے بھی فیضیاب تھے کیا کوئی قرآن کے کتاب ہدایت
ہدایت ہونے سے انکار کر سکتا ہے؟

بریلوی دوستوں کو اس جسارت سے کون روکے کہ دنیا میں ہدایت صرف حدیث
سے پھیلی ہے قرآن سے نہیں اور اس عقیدہ فاسدہ سنے کہ حضور کا علم اور عمل (معاذ اللہ)
نزول قرآن پر موقوف نہ تھا۔ استغفر اللہ العظیم
پیر صاحب دیول شریف کا بریلویوں کے خلاف فیصلہ

پیر صاحب دیول شریف بریلویوں کی اس گستاخی پر خاموش نہ رہ سکے انہوں
نے یک لخت بریلوی بساط اُلٹ دی اور فرمایا:۔
حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے احوال و افعال مرتب ہوئے وہ سارے کے
سارے بالوحی مرتب ہوئے نہ

اس میں آپ نے تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے فیض پہنچا
ہے اور آپ نے وحی سے فائدہ پایا ہے۔ دیکھئے بریلویوں کا دن کا کاٹا ہوا سارا سوت
شام کو ان کے پیر صاحب نے تار تار کر دیا۔

اب یہ فیصلہ تو بریلوی حضرات کریں گے کہ مفتی احمد یار صاحب کی بات درست
ہے یا پیر صاحب دیول شریف کی۔ لیکن یہ بات مخفی نہ رہے کہ بریلویت کے اصل ترجمان
جناب احمد رضا خاں کے خلفاء اور شاگرد ہیں ان کے ہوتے ہوئے پیر صاحب دیول
یا مولانا بخار ستار خاں نیازی کی کون سنتا ہے یا مٹنے گا۔ بریلوی علماء نے مولانا بخار ستار خاں
لہ عقائد ولطیف حقائق کا شائع کردہ مجلس غوثیہ لاٹل پور۔

کے چار نکاتی مصالحتی فارمولے کا جو شر کیا تھا وہ کسی سے مخفی نہ ہوگا
قرآنِ سمر یا حقیقت نہیں کچھ ہیر پھیر بھی ہے۔ (استغفر اللہ)

قرآن پورے کا پورا ذکر ہے صداقت ہے حقیقت اس میں کوئی ہیر پھیر اور چکر کی بات نہیں خود اللہ رب العزت نے اس کا نام الذکر رکھا ہے ناپاک اسے چھو نہیں سکتے اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک آیت میں شانِ اعجاز ہے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اس میں کچھ باتیں ہیر پھیر کی بھی ہیں جو حقیقت اور صداقت نہیں جس طرح سی آئی ڈی کا انفر کسی مجرم کو پکڑنے کے لئے پہلے کچھ ہیر پھیر سے بات کرتا ہے اور پھر جب وہ اس سے جرم کی بات نکلوا لیتا ہے تو پھر اسے سیدھے ہاتھوں لیتا ہے بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک میں معاذ اللہ کچھ اس قسم کی باتیں بھی ہیں جو حقیقت پر مبنی نہیں وہ محض مجرموں کو پکڑنے کا ہیر پھیر ہیں۔ ان کے مولوی محمد عمر ابھردی لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشر آمن مصلصال من جماء مسنون کہہ کر ذکر فرمایا جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کے لئے چند کلمات اس کی مرضی کے کھدیتا ہے تو مخالف نبی اللہ جب ان کلمات کو منہ پر لاتا ہے سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کر دیتا ہے۔ ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کے قدر شان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لئے اس کے خیال کے الفاظ (انی خالق بشر آمن مصلصال) پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا۔
قرآن کریم کے الفاظ انی خالق بشر آمن مصلصال من جماء مسنون کو شیطان کے خیال کے الفاظ کہنا اور قرآن کریم کی بعض آیات کو سی آئی ڈی انفر کی پہلی ہیر پھیر کی باتوں کا درجہ دینا قرآن کی کستور کھلی توہین ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن میں کچھ شیطانی آیات بھی ہیں (استغفر اللہ العظیم)

یہاں (انگلینڈ میں) سنا ہے کہ ایک شخص شیطانی آیات پر ریسرچ کر رہا ہے اس نے یہ تصور کہاں سے لیا۔ ان بریلوی حضرات سے جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا لفظ حفظ حقیقت نہیں کچھ سی آئی ڈی کے انداز میں کہی (معاذ اللہ) شیطانی آیات (Satanic Verses) بھی ہیں۔

بعض آیات کو ہیر پھیر کے طور پر جانوروں کی بولی قرار دینا۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی ”قل انما انا بشر مثکم“ میں کم ضمیمہ سے مراد کفار لیتے ہیں یعنی حضور علیہ السلام عام بنی نوع انسان کو نہیں کہہ رہے ہیں کہ میں بھی انسان ہوں جیسے تم بلکہ صرف کافروں کو کہہ رہے ہیں کہ میں تمہاری جنس سے ہوں ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم“

پھر سوال اٹھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو کیسے کہہ دیا کہ میں تمہاری جنس سے ہوں اس کا جواب مفتی صاحب نے یہ دیا ہے کہ شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر ہی تو شکار کرتا ہے۔ اس میں آپ نے تین گستاخیاں کیں (۱) حضور کو شکاری کہا (۲) قرآن جو اللہ کا بول ہے اسے جانوروں کی بولی کہا اور کن جانوروں کی کافروں کی (۳) قرآن کی بعض آیات کو خلاف حقیقت محض شکار کرنے کے جیلے قرار دیا۔ مسلمانوں کے کسی طبقے یا فرد نے اب تک نہ کہا تھا کہ قرآن میں بعض شیطانی آیات بھی ہیں جن میں محض ہیر پھیر کے طور پر بعض باتیں کہی گئی ہیں جو حقیقت نہیں ہیں۔ اور سارا قرآن حقیقت نہیں ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔

مفتی احمد یار صاحب ”قل انما انا بشر مثکم“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :
اس آیت میں کفار سے خطاب ہے..... فرمایا گیا اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود دیکھا آپ نے بریلوی علماء نے کس بے دردی سے قرآن کی عظمت و جلال کی بے ادب کس

طرح اسے جانوروں کی بولی سے تشبیہ دی ہے۔
قرآن کی دعاؤں کو کار تو س قرار دینا

کار تو س کا رُخ ہمیشہ دشمن کی طرف ہوتا ہے اور دُعا کا رُخ خدا کی طرف ہوتا ہے قرآن کریم نے ہمیں جو دعائیں سکھائی ہیں۔ وہ اس لحاظ سے کہ ہم ان الفاظ میں خدا کو پکاریں اس کی رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائیں نہ یہ کہ ان الفاظ کو کار تو س کی طرح خدا پر پھینکیں مفتی احمد یار صاحب اس آیت پر لکھتے ہیں:

وَقُلْ رَبِّ اعُوْذْ بِكَ مِنْ هَٰذِهِ الشَّيَاطِيْنِ ۝۱۶ النون آیت ۱۶
 ربِّ اعوذ بک دُعا ہے قل میں حضور کی زبان مبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی اے محبوب دُعا ہماری بنائی ہوئی ہو اور زبان تمہاری ہو کار تو س بالافضل سے پوری مار کر تانگو ہائے ہم کس کے سامنے یہ شکایت لے جائیں کہ اس گستاخ نے کس ڈھٹائی سے حضور کے دہن مبارک کو بالافضل سے تشبیہ دی ہے۔ اور قرآن کریم کی اس عظیم دُعا کو کار تو س کہتا ہے۔ مَلَمَانو! جب تم دعائیں کرتے ہو تو کیا کار تو س چلاتے ہو۔
 قرآن میں گمراہی بھی ہے۔ (استغفر اللہ)

خدا کے بارے میں تو کہتے آئے ہیں کہ خیر و شر سب اس کی طرف سے ہے اور ہدایت دینا اور نہ دینا اس کے ہاتھوں میں ہے۔ جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے گمراہ کر دے۔ لیکن قرآن کریم محفوظ چشمہ ہدایت ہے ایک دریائے نور ہے جس سے ہدایت ہی ملتی ہے گمراہی نہیں۔ ہاں جو لوگ اسے سمجھتے نہیں یا جان بوجھ کر اس کے معنی بگاڑتے ہیں اور اس میں تحریف کرتے ہیں تو ان کی گمراہی ان کی کفہمی کم علمی یا ضد کی وجہ سے واقع ہوتی ہے یہ نہیں کہ قرآن میں گمراہی ہے (معاذ اللہ) یہ بات اب تک کسی مسلمان نے نہ کہی تھی کہ قرآن میں گمراہی بھی ہے۔ البتہ مولانا احمد رضا حناں کے خلیفہ فاضل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم میں مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”خیال رہے کہ قرآن سے ہدایت بھی ملتی ہے اور گمراہی بھی یہی ہدایت

بہ کثیراً و فیصل بہ کثیراً مگر حضورؐ سے ضرر ہدایت ملتی ہے۔

حضورؐ اور قرآن کا مقابلہ کرنا یہ کوئی کم گستاخی نہ تھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
تو کائن خلقہ القرآن کہہ کر دونوں کو جوڑیں حضورؐ اور قرآن کو ایک

جان دو غالب کہیں اور بریلوی ایک دوسرے کے مقابلے میں لائیں۔ افسوس
صد افسوس ہائے ہم یہ زخم کس کے سامنے کھولیں جو بریلویوں نے عظمت قرآن مجروح

کرتے ہوئے ملت اسلامی کے نازک بدن پر لگائے ہیں۔ یہی بہ کثیراً میں ہدایت

دینے اور گمراہ کرنے کی نسبت اللہ کی طرف ہے قرآن کی طرف نہیں۔ قرآن کسی

کو گمراہ نہیں کرتا اور قرآن کریم میں گمراہی ہرگز نہیں ہے اس میں ہدایت ہی ہدایت ہے۔

اب هذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم ۱۰۱ بح اسرئیل آیت

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس وینت

من السہدی پل البقرة آیت ۱۸۵۔

ہم تمام ملت بریلویہ کو چیلنج دیتے ہیں کہ قرآن کریم سے ایک آیت ایسی دکھا

دیں جس میں یہ ہو کہ قرآن کریم میں گمراہی بھی ہے۔

بھائیو! یہ تو سراپا ہدایت کتاب ہے ہاں اس سے فائدہ لینا یہ خدا کی دین ہے

جسے چاہے دے اور جسے نہ چاہے اسے کوئی نہیں دے سکتا انک لا تہدی

من اجبت ولكن اللہ یہدی من یشاء قرآن پاک کا اعلان ہے سو

حق یہ ہے کہ قرآن سے گمراہی ہرگز نہیں ملتی بریلوی مفتی نے قرآن کی توہین کی ہے

جو یہ لکھا ہے کہ قرآن سے گمراہی بھی ملتی ہے۔

مفتی صاحب نے اپنی اس غلط بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کو بری

پلٹی دی ہے قرآن کریم میں فیصل بہ کثیراً پہلے ہے اور یہی بہ کثیراً بعد میں —

مفتی صاحب نے محض اپنے مسئلے کی ضد میں قرآن کریم کو اُلٹا ہے نعوذ باللہ من ذلک التعلیل

۲۷
۳
۱۰ نور العرفان ص ۸۲، ۵۔ لے پل البقرة آیت ۱۸۵

مولانا احمد رضا خان نے بھی قرآن کریم کی بہت سے آیات تبدیل کی ہیں مفتی احمدیار اتنی جرات نہ کرتے اگر بڑے حضرت اتنی جسارت نہ کر چکے ہوتے بریلوی مولویوں نے قرآن کریم سے کیا بڑاؤ کیا ہے اس کی ایک جھلک آپ کے سامنے آچسکی اب یہ بھی معلوم فرمائیں کہ بریلویوں نے ایمان بالقرآن کے بارے میں کتنی دلائل و دوش اختیار کر رکھی ہے۔

قرآن پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں

مسلمانوں کے ہاں یہ کہدینا کافی نہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ (۱) یہ قرآن اول سے آخر تک ایک ایک لفظ اور آیت کلام الہی ہے۔ (۲) اس کی یہ ترتیب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے صحابہ کی اپنی اختیار کردہ نہیں اور اسی کے مطابق حضورؐ نے اسے پڑھوایا لکھوایا اور سنایا ہے (۳) اول سے آخر تک یہ محفوظ کتاب ہے کہیں اس میں تحریف نہیں ہوئی (۴) جو اس میں تحریف کا قائل ہو وہ مسلمان نہیں ہے (۵) اسکے احکام ابدی ہیں اور قانون الہی ہیں جو انسان کے لئے ہمیشہ کے لئے ہدایت ہیں۔

قرآن پر ان تفصیلات کے ساتھ ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے یہ نہیں کہ کچھ مسلمان اسے مان لیں تو اب کسی کے ذمہ اس کا ماننا نہ ہے جس طرح نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کچھ مسلمان پڑھ لیں تو یہ کسی کے ذمہ فرض نہیں رہتی۔ قرآن پر ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر فرض عین ہے یہ فرض کفایہ نہیں کہ سنی مان لیں تو شیعہ بغیر مانے بھی مسلمان رہیں۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ جب ہم نے مان لیا تو فرض کفایہ ادا ہو گیا شیعہ انہیں ان تفصیلات کے ساتھ نہ بھی مانیں تو ہمارے بھائی ہیں مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ خاص مفتی احمدیار گجراتی لکھتے ہیں:۔

”قرآن پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے اجمالاً ایمان لانا فرض عین ہے۔“

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ قرآن پر ایمان لانے کو آج تک

کسی نے فرض کفایہ نہ کیا تھا۔ خود کچھ بریلوی قرآن کے بارے میں اپنی گمراہی تک جا پہنچے ہیں۔

۱۔ دیکھئے البرالمقال فی استحسان قبلہ الاجلال ص ۸۱ حسنی پریس بریلی میں ایک آیت اس طرح لکھی ہے ومن یعظم حرّات اللہ فذلک خیر لہ عند ربہ ۱۱۱ استغفر اللہ۔ ۲۔ نور العرفان ص ۲

قدر زر نذر گر بدانند قدر جوہر جوہری
قدر گل جلیں بدانند قدر یاراں شاہ علیؑ

درود شریف اور بریلوی مکتب فکر

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ اَمَّا بَعْدُ،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اعلیٰ قربات اور اللہ کی عبادات میں سے ہے اللہ کا حکم ہے اور حضور نے مختلف اور متعدد پیرایوں میں اس کی ترغیب دی اور امت کو جو کون ایمں ملتا ہے شاید ہی کسی اور ذکر میں ملتا ہو۔

پچھلے انبیاء میں سے کسی کا نام لیں تو علیہ السلام کہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور کا نام لیں تو علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں یا صلی اللہ علیہ السلام پڑھیں اور پیغمبروں کے سوا کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہ کہیں یہ حق نبوت و رسالت ہے صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ کی بشارت بھی ہے اور خبر بھی دیگر بزرگان دین کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر ذکر کریں۔

پیغمبروں کے سوا کسی پر اصالۃ درود نہیں پڑھا جاسکتا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں آپ کے جمیع آل و اصحاب کو ذکر کر سکتے ہیں صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم اور یہ بھی علی العموم بہتر ہے نام لے لے کر نہیں آل و اصحاب میں سب آگئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کے الفاظ بھی تعلیم فرمائے اور اس کی بیعت ادا بھی عملاً بتائی الفاظ ایسے بتائے جن میں پہلے خدا کا نام آئے

لے علی علیہ السلام کہنا رادھیوں کا طریقہ ہے اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اور پڑھنے والے کو پتہ چلے کہ وہ خدا کو پکار رہا ہے اور اس کی عبادت کر رہا ہے اور ہیئت ادا یہ اختیار فرمائی کہ درود شریف بحالت قعدہ پڑھا جائے اس کی شان یہ ہے مومن اسے بیٹھ کر پڑھے اور یہی بہترین نمونہ ہے کھڑے ہو کر بھی پڑھا جاسکتا ہے لیکن نماز جنازہ میں جب تک درود شریف بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے گا دنیا میں اس نہ سکون کے حالات رہیں گے جب لوگ کھڑے ہو کر پڑھنا زیادہ کر دیں گے تو جنازوں کے حالات پیدا ہوں اموات کثرت سے ہوں گی اور درود شریف زیادہ تر کھڑے ہو کر پڑھا جائے گا اسے لوگ صلوٰۃ و سلام کہیں گے لیکن حق یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان قوم کے لئے زیادہ موت کے حالات پیدا کرنے والے ہوں گے بیٹھ کر درود و سلام پڑھنے میں جو سکون ہے وہ جنازوں میں نہیں صحابہ جنازوں میں تو بے شک کھڑے ہو کر درود پڑھتے تھے لیکن دوسرے مواقع پر کھڑے ہو کر پڑھنا ان سے نہیں ملتا قبر پر حاضری بھی جانے کا یہی ایک انداز ہے وہاں کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے۔

بریلوی علماء نے اس بات کو توڑنے کے لئے کہ درود شریف کھڑے ہو کر جنازوں میں ہی پڑھا جاتا ہے صلوٰۃ و سلام کو اذانوں کے ساتھ شامل کیا اذان تو کھڑے ہو کر ہی دی جاتی ہے۔ یہ لیجئے درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا ثابت ہو گیا۔

ہم عرض کریں گے کہ اذان میں صلوٰۃ و سلام داخل کرنا یہ تو خود ایک متنازعہ فیہ موضوع ہے خیر القرون میں صلوٰۃ و سلام اذان کے ساتھ ہرگز نہ ہوتی تھی ایک متنازعہ فیہ بات کو کسی مجمع علیہ بات سے تو حل کیا جاسکتا ہے۔ دوسری متنازعہ فیہ بات سے نہیں اس کے لئے کوئی مجمع علیہ بات چاہیئے اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام بہ ہیئت کذائی خود ایک بدعت ہے

مشرکین جس طرح خدا کی صفات مخلوق میں ثابت کرتے ہیں مبتدعین نبوت و رسالت کی شان اپنے پیروں میں لا دکھاتے ہیں اور ان کا نام لے لے کر اس طرح درود پڑھتے ہیں کہ ان کے الفاظ سے تو ہیں رسالت کی نیلیاں جھلک سلنے آ جاتی ہے اب آئیے آپ کو بریلوی حلقوں میں لے چلیں اور آپ خود ان سے درود کی مختلف

آوازیں سُن لیں یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ضمیر مستقل نہیں اس کا مرجع ہوتا ہے اور وہ اصل ہوتا ہے ضمیر اور اشارہ اس کے تابع ہوتے ہیں۔

درویش شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لینا صرف ضمیر پر اکتفا کرنا اور احمد رضا خاں کا کھل کر نام لینا یہ عجیب گستاخانہ ذوق ہے حضور کے نام میں جو برکت ہے وہ ضمیر میں کیسے ملے گی دیکھئے بریلوی مولانا احمد رضا خاں کی عقیدت میں کس طرح شان رسالت میں گستاخ کھڑے ہوتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں پر درود

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی..... احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمدی

مولوی حامد رضا خاں پر درود

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی الشیخ حجة الاسلام مولانا حامد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولوی مصطفیٰ رضا خاں پر درود

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی الشیخ..... مولانا مصطفیٰ رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولوی حشمت علی بریلوی کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللہم صل علیہ وعلیہم وعلی عبدک الفقیر الی عبیدالرضا محمد حشمت علی لکھنوی

مولوی عارف اللہ قادری کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی عبدک الضعیف محمد عارف اللہ قادری۔

مولوی ابراہیم خوشتر کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی عبدک الفقیر الاحقر
محمد ابراہیم خوشتر الصدیق القادری
پیر جماعت علی شاہ علی پوری کے مرید بھی بریلوی ہو گئے۔

پیر جماعت علی شاہ علی پوری مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے پیر جماعت
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے بڑے معتقد تھے اور خان حضرت شیخ سمر ہندی کو پسند
نہ کرتے تھے مگر افسوس کہ پیر جماعت علی شاہ کے کئی مرید بھی اب بریلویوں کی طرح
پیر صاحب پر درود پڑھنے لگے ہیں اور ان کے پیر پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

اللہم صل علی محمد وعلی بابا فتح محمد صاحب اللہم
صل علی محمد وعلی بابا نور محمد صاحب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کس سادگی سے لیا جا رہا ہے اور پیر صاحب پر
کس طرح القاب کے لشکر چڑھائے جا رہے ہیں کیا یہ حضورؐ کی بے ادبی اور گستاخی
نہیں؟ اگر یہ لوگ مولانا احمد رضا خاں کے حلقہ عقیدت میں نہ آتے تو کبھی اس طرح
حضورؐ کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرتے۔ بہر حال پیر صاحب پر پڑھا جانے والا
درود ملاحظہ کیجئے۔

اللہم صل وسلم علی محمد و سیدنا و ہادینا و مرشدنا و
مخد و منا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب علیہ

افسوس جن لوگوں کے ہاں درود کی یہ بے قدری ہو اور حضورؐ کی شفاعت
کے سہارے ہم یہاں جی رہے ہیں ان کے بارے میں اس قدر بے پرواہی ہو اپنے پیروں
اور شاخ کو اس طرح القابات سے نوازا جائے اور انہیں حضورؐ کے مقابلے میں یہ
اعزاز دیے جائیں وہ لوگ اہل حق پر برسیں کہ درود و سلام نہیں پڑھتے۔

۴ غیر کی آنکھوں کا تہ کو تنکا آتا ہے نظر دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا ہتیر بھی

۵ شجرہ شائع کردہ سنی رضوی سوسائٹی مارشلس۔ فیضان علی پور ص ۷

بریلوی مولوی درود ابراہیمی سے بہت تنگ ہیں۔

بریلوی مولوی درود ابراہیمی سے بہت تنگ ہیں کیونکہ اس میں اللہ کا نام آتا ہے۔ اللہ صل علی محمد..... الخ اور بریلوی علماء درود شریف کو اللہ کے نام سے فلاح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حضرات اس طرح اللہ سے الپوزیشن قائم کئے ہوئے ہیں گویا انبیاء و اولیاء کے کمالات اب ان کے اپنے قبضے میں ہیں معجزات و کمالات کا صادر ہونا ان کے اپنے اختیار سے ہے۔ خدا کا نام آیا نہیں اور ان علماء پر اس پٹری نہیں پھر اس طرح ہو جائیں گے کہ گویا روح نکل گئی ہے۔

انہوں نے خدا کو نداء کئے بغیر درود کی یہ صورت تجویز کر رکھی ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور درود ابراہیمی کو وہ اپنے عقیدے میں ناقص اور نا کامل سمجھتے ہیں کہتے ہیں درود شریف (صلوٰۃ) مکمل وہ ہے جس میں درود اور سلام دونوں ہوں۔ یہ جملہ خود کتنا ہمل ہے جب سلام درود کے علاوہ ہے تو اس کے بغیر درود کیسے نامکمل ہو اور وہ اپنی جگہ ایک حکم ہے اور سلام اپنی جگہ ایک حکم۔ دونوں کا ایک جگہ جمع کرنا یہ مسئلہ کہاں سے نکل آیا فقہ حنفی کی رو سے اکیلا درود شریف پڑھنا یا اکیلا سلام پڑھنا یا دونوں کو ملا کر پڑھنا ہر طرح جائز ہے نہ درود بلا سلام نامکمل ہے نہ سلام بلا درود نامکمل ہے نہ دونوں کو ایک جگہ جمع کرنا ضروری ہے۔ مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ خاص مفتی احمد یار گجراتی فقہ حنفی کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”درود شریف مکمل وہ ہے جس میں درود و سلام دونوں ہوں نماز میں درود ابراہیمی میں سلام نہیں ہے کیونکہ سلام التحیات میں ہو چکا اور نماز ساری ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے مگر نماز سے باہر وہ درود پڑھو جس میں یہ دونوں ہوں حضور نے درود کی جو تعلیم درود ابراہیمی سے فرمائی وہاں نماز کی حالت میں درود مراد ہے عرضیکہ درود ابراہیمی نماز میں کامل ہے لیکن نماز سے باہر غیر کامل کہ اس میں سلام نہیں ہے اس سے اگلے نمبر پر مفتی صاحب لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جس کام سے

حضور کو ایذا پہنچے حرام ہے اگرچہ بظاہر وہ عبادت ہو
مفتی صاحب کو علم نہیں کہ درود و سلام کو جمع کرنا ضروری سمجھنا یہ کن کا مسلک
ہے فقہ حنفی میں تو درود و سلام میں افراد جائز ہے کاش مفتی صاحب ہدایت کا مستند
ہی پڑھ لیتے تو ان کا ذہن صاف ہو جاتا۔

یہاں انگلینڈ میں راولپنڈی سے ایک پیر ناداں آئے اور انہوں نے
علی الاعلان کہا کہ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنا مکروہ ہے جو لوگ بطور وظیفہ
درود ابراہیمی پڑھتے ہیں اور اس کی تسبیح کرتے ہیں وہ عمل مکروہ کے مرتکب ہیں
انہیں چاہیے کہ اس سے توبہ کریں تاکہ اللہ ان کا یہ گناہ بخشے۔

شیفیلڈ کے مناظرہ میں مولوی عنایت اللہ سائیکووی جیسے موضوع طے ہوئے
تھے ان میں ایک یہ موضوع بھی تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ سب بریلوی مولوی درود
ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور درود و سلام میں وہ افراد کے قائل نہیں ہیں۔
درود اور سلام میں انسداد جائز ہے۔

قرآن کریم میں اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ کا حکم ہے مگر نماز اور زکوٰۃ کو بیک
وقت اور دریک مجلس عمل میں لانا ضروری نہیں اسی طرح درود و سلام کا حکم ہے
درود بھی پڑھو اور سلام بھی بھیجو لیکن بیک وقت صلوٰۃ و سلام کو اکٹھا کرنا ضروری
نہیں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے ایک وقت میں جمع کرنے کیلئے نہیں بالخصوص جبکہ
مسلمات سلیمان میں دونوں احتمال ہیں کہ تسلیم انقیاد مراد ہے یا سلام تحیہ۔

شافعی مذہب میں بے شک بعض علماء صلوٰۃ و السلام کے جمع کرنے سے
قائل تھے لیکن حنفیہ میں سے کسی نے افراد کو کہہ اکیلے درود پڑھا جائے مکروہ نہیں
کہا تھا اور شافعی مسلک کے علماء سے بھی حق کی طرف رجوع منقول ہے یہیں اس
پیر ناداں پر بہت افسوس ہوا کہ کس بے دردی سے اسنے حنفیوں کی خلاف یہ قدم
اٹھایا اور درود ابراہیمی نماز سے باہر پڑھنے کو بر ملا مکروہ کہا اور دوسرے

لے دیکھئے مناظرہ شیفیلڈ۔

بریلوی علماء یونہی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ حالانکہ مولوی احمد رضا خاں اس مسئلے میں حنفی المذہب تھے افراد کے قائل تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ کبھی ضرر درود پڑھ لیا اور کبھی سلام اور کبھی دونوں کو جمع کر لیا۔
درود و سلام - افراد کی روشنی میں۔

۱ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص سے مروی ہے آپ کہتے ہیں میں نے حضور کو فرماتے سنا: اذا سمعتم المودن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علی فانه من صل علی صلوات اللہ بہا عشرًا ثم سلوا اللہ لی الوسیلة فانہا منزلة فی الجنة لہ

ترجمہ: جب تم مودن کو اذان دیتے سنو تو وہی کلمات کہتے جاؤ جو وہ کہہ رہا ہے پھر تم مجھ پر درود بھیجو (جہاں سلام کا ذکر نہیں) جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں پھر تم میرے لئے خدا سے وسیلہ مانگو جو جنت کا ایک مقام ہے اس میں صرف درود شریف کا ذکر ہے اور اس سے متصل بعد دعائے وسیلہ ہے بتائیے سلام یہاں کہاں گیا اگر افراد ناجائز ہوں تو یہاں سلام پڑھنے کا حکم بھی ہوتا۔

۲) حضرت حسن بن علیؑ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دعا سکھائی: اللہم اھدنی فیمین ھدیت وبارک لی فیما اعطیت تبارک و بنا و تعالیت و صل علی النبی محمدؐ

اس دعا کے آخر میں حضور پر صرف درود کا حکم ہے یہاں سلام ساتھ نہیں معلوم ہوا افراد جائز نے امام نسائیؒ نے اپنی سنن کے اختتام پر یہ الفاظ لکھے ہیں و صلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین و علی آلہ الطیبین الطاہرین و رضی عن کل الصحابة اجمعین لہ اس میں صرف صلوة ہے سلام نہیں کیا یہ محدثین سب عمل کردہ کے مرتکب تھے؟ کچھ تو پیر نادان نے سوچا ہوتا۔

لہ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۶۶ دہلی جامع ترمذی جلد ۲ ص ۵۴۵ لکھنؤ طحاوی جلد ۵ ص ۸۵

لہ سنن نسائی جلد ۱ ص ۲۵۷ لہ ایضاً جلد ۲ ص ۳۳۶

وہی خالیۃ عن التسليم وکفی به حجة علی عدم الکراہۃ لہ
ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درود پڑھنے کی کیفیات جو آپ نے
تعلیم فرمائیں صحیح روایات سے پہنچی ہیں۔ اور وہ سب سلام کی پابندی سے خالی
ہیں اور اس میں ثبوت ہے کہ افراد ہرگز مکروہ نہیں۔
علامہ شامی لکھتے ہیں:-

ومن رد القول بالکراہۃ للعلامہ ملا علی القاری فی شرح الجزیۃ
ترجمہ: اور ان علماء میں سے جنہوں نے افراد کو مکروہ کہنے والوں کا رد کیا ہے
ایک ملا علی قاری بھی ہیں جنہوں نے شرح جزیریہ میں اسے تفصیل سے لکھا ہے
ان دلائل کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ راد لپسندی کا یہ پیر نادان خارج نماز
درود ابراہیمی پڑھنے کو جو مکروہ کہہ رہا ہے یہ حنفی مسلک سے سراسر جہالت اور
بغادت ہے مفتی احمد یار گجراتی بھی اس مسئلے میں غلط ہے اور پیر نادان بھی ان کی
پیروی میں حنفی مذہب کے خلاف میدان میں اترا ہوا ہے۔ نامناسب نہ ہو گا اگر
ہم وہ مختصر مقالہ بھی اس بحث میں شامل کر دیں جو ان دنوں پیر نادان کو حق سمجھانے
کے لئے لکھا گیا تھا ہو سکتا ہے کسی اور کو حق سمجھنے میں وہ مدد دے و ما ذلک علی اللہ بعزیز

درود و سلام

درود و سلام کا یکجا پڑھنا ضروری نہیں
احناف کے ہاں افراد جائز ہے۔

اے علاماتِ قیامت میں سے سمجھا گیا کہ لوگ جاہلوں کو دینی پیشوا بنالیں گے، علماء و سُوفیوں کو گمراہ ہوں گے ہی، اور دس کبھی گمراہی کی دلیل میں لے ڈھیں گے فان الله وانا اليه راجعون
آیت احزاب میں درود و سلام کیا برابر کے دو حکم ہیں؟
 قرآن کریم سورۃ الاحزاب میں ارشاد الہی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهٗ يَمُوتُوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا (پٹ)

(ترجمہ) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجو اور سلام کہہ کر یا تسلیم سے اس کے تابع رہو۔

یہاں لفظ صلوة سے درود و شریف پڑھنا مراد ہے اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن تسلیم سے سلام پڑھنا ہی مراد ہے اس میں کچھ اختلاف ہے کہ یہاں تسلیم انقیاد مراد ہے یا تسلیم تحیہ؟ یہاں دونوں احتمال موجود ہیں دوسرا احتمال ہوتا ہے اس سے سلام پڑھنے پر استدلال کرنا ایک راجح معنی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس معنی میں قطعی الدلالة قرار دینا درست نہیں صلوة کی دلالت درود و شریف پر قطعی اور متفق علیہ ہے لیکن تسلیم کی دلالت سلام تحیہ پر احتمالی اور مختلف فیہ ہے سو اس آیت میں درود و سلام دونوں برابر کے حکم میں نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر سلام پڑھنا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا قرآن و حدیث کے دوسرے دلائل کی روشنی میں بیشک ایک قطعی اور واضح عمل ہے لیکن اس آیت الاحزاب میں سلموا تسلیم کی دلالت سلام پڑھنے پر صریح اور اتفاقی نہیں۔ دوسرا احتمال پیدا ہونے سے پہلے استدلال میں قوت نہیں۔ سلام کے ساتھ علی کا صلہ ضرور آتا ہے۔

تسلیم کے دوسرے معنی

تسلیم کے معنی سپرداری کے ہیں اپنے آپ کو کسی فیصلے کے آگے جھکا دینا تسلیم انقیاد ایک عزم طاعت ہے۔ ایمان کامل یہ ہے کہ مومن اپنے ہر معاملہ اور اختلاف میں اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ بھی دیں اسے بصدق دل قبول کرے اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دے۔ تسلیم کا لفظ سپرداری کے ان معنوں میں قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر یوں وارد ہے :-

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً (رہ السندع)

اس آیت کے آخری الفاظ تسلّموا تسليماً میں تسلیم انقیاد کا مل سپرداری مراد ہے۔ سلام پڑھنا مراد نہیں۔ تسلّموا تسليماً سے ملتے جلتے الفاظ تسلّموا تسليماً سورۃ احزاب میں ہیں دونوں میں تسلیم کے ساتھ پہلے یا بعد علی کا صلہ موجود نہیں جو عام طور پر سلام تحیہ کے لئے ہم بولتے ہیں جیسے اسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اسلام علیکم میں بھی علی کا صلہ موجود ہے۔ قرآن کریم میں سلام علی المرسلین میں پیغمبروں پر سلام علی کے ساتھ آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من مسلم یسلم علی..... الا رد اللہ الخ روحی فارد علیہ السلام اس میں دو جگہ سلام کا بیان ہے اور دونوں جگہ علی کا لفظ ساتھ ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ تسلیم کا لفظ جب سلام تحیہ کے معنی میں ہو تو عام طور پر صلہ علی ساتھ ہوتا ہے اور جب تسلیم انقیاد مراد ہو تو علی ساتھ نہیں ہوتا۔

اس بات کے پیش نظر جب ہم سورۃ احزاب کے اس لفظ پر غور کرتے ہیں اور صلوا علیہ کے ساتھ تسلّموا تسليماً بغیر علی کے دیکھتے ہیں تو گو سلام تحیہ کا انکار نہیں ہو سکتا کہ یہاں دوسرے معنی تسلیم انقیاد کے بھی موجود ہیں اس احتمال سے انکار نہیں ہو سکتا اور ایک احتمال کے ہوتے ہوئے اس کی دلالت دوسرے معنی پر قطعی اور واضح نہیں رہتی۔ یہاں تسلیم انقیاد بھی مراد ہو سکتا ہے۔ محدث جلیل حضرت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں :-

اما التسليم المامور به فيحتمل ان يكون بمعنى الانقياد كما في قوله تعالى فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً۔

ترجمہ، اس آیت میں بس سلام کہنے کا حکم ہے اس میں احتمال ہے کہ یہ انقیاد (تابع داری کرنے) کے معنوں میں ہو جیسا کہ اس دوسری آیت میں تسلیم کا یہ معنی مراد ہے۔ ”تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تجھے ہر بات میں حکم نہ مان لیں جس میں بھی ان میں اختلاف ہو اور پھر تیرے فیصلے کے بارے میں اپنے دل میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سلام کریں

انقیاد (تابع داری) کے طور پر (اپنے آپ کو اس حکم کے آگے سپرد کر دیں)
شرح عقائد تسفی کی مشہور شرح نبراس میں ہے:

الثانية كرهوا أفراد الصلوة بدون التسليم بقوله تعالى
يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً..... والتسليم في الآية
يحتمل الانقياد ولو سلم فلا دلالة على الجمع نحو اقيموا الصلوة
واتوا الزكوة. وقد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم أحاديث
في تعليم كيفية الصلوة وهي خالية عن التسليم وكفى به حجة
على عدم الكراهة نعم التسليم في نفسه عبادة شريفة
ترجمہ: دوسری بات یہ کہ درود بغیر سلام کے مکروہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے درود و سلام دونوں
کا حکم دیا ہے..... سلام کا لفظ اس آیت میں انقیاد (تابع داری) کے معنی کا بھی احتمال
رکھتا ہے۔ (سوضروری نہیں کہ اس کا معنی سلام پڑھنا ہی ہو) اور اگر سلام کا معنی مان بھی لیا
جائے تو بھی اس میں اس بات کی کہیں دلیل نہیں کہ درود و سلام دونوں اکٹھے پڑھے جائیں جیسے
اقیموا الصلوة واتوا الزكوة میں نماز کا ایک وقت میں ادا کیا جانا ضروری نہیں اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے درود شریف کی کیفیت میں جو احادیث صحیح طریقے سے ثابت ہو
چکی ہیں وہ سب سلام کے لفظ سے خالی ہیں اور یہ کافی دلیل ہے کہ درود بغیر سلام کے ہر
گز مکروہ نہیں ہاں سلام اپنی جگہ بڑی قرینہ کی بات ہے۔

راج معنی سلام پڑھنے کے ہیں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ
قرآن میں اسی کو اختیار کیا ہے لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس میں دوسرا احتمال
بھی ضروری رہتا ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے یہ قول بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:
وقيل والنقاد والاوامر ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلموا تسليماً کا معنی ہے
کہ اس پیغمبر کے احکام کے تابع ہو جاؤ۔

قرآن کریم نے اس آیت احزاب میں جس سباق سے درود و سلام پڑھنے کا حکم

دیا ہے وہ یہ کہ ”اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود پڑھتے ہیں۔ یہاں سلام کا لفظ موجود نہیں اور پھر یہ مضمون وابستہ کیا ہے کہ ”اے ایمان والو تم بھی اس نبی پر درود بھیجو اور سلام کہو“ تمہید مضمون میں یہ نہیں کہا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں صرف درود پڑھنے کا بتلایا ہے۔ اس کے ساتھ یہ حکم زیادہ قرن تہمید ہے کہ اے مسلمانوں تم بھی اس برگزیدہ نبی پر درود پڑھو اور اپنے آپ کو اس کے حکم کے آگے بالکل جھکا دو اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دو کوئی قول و عمل نبی کے خلاف سرزد ہونے نہ پائے

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام پیغمبروں پر سلام اُترتا ہے ”و سلام علی المرسلین“ قرآن کریم کئی شہادت ہے ”الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ“ میں خدا کے تمام برگزیدہ بندوں پر صریح طور پر سلام دارد ہے۔ سلام کی فضیلت اور اس کے عباد شریفہ ہونے میں کوئی کلام نہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے سلام آپ کی پوری امتیازی شان کے مطابق اُترتا ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ اُمت کا سلام بھی آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ سورہ احزاب کی مذکورہ آیت میں لفظ ”سلموا تسلیما“ کی دلالت سلام تحییر پر ہوا اس معنی سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ دونوں احتمال اپنی جگہ موجود ہیں۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کی ہمیں سلام پڑھنا تو معلوم ہے یہ بتلایئے کہ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف درود شریف پڑھنے کا سلسلہ چلا حضور پر سلام بھیجنا صحابہؓ میں پہلے سے قائم تھا۔ اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہؓ نے صرف درود شریف پڑھنا سیکھا سلام وہ پہلے سے پڑھتے چلے آتے تھے اس سلموا میں اس کی تاکید ہے کوئی نیا حکم نہیں۔

درود پڑھنا اور سلام پڑھنا دو متقل عمل ہیں

درود شریف پڑھنا اور آپ پر سلام پڑھنا شریعت میں دو مستقل اور علیحدہ علیحدہ عمل ہیں ایک دوسرے کے تابع نہیں۔ سلام پڑھنا پہلے سے صحابہؓ میں جاری تھا درود پڑھنے

کا حکم بعد میں آیا۔ اس سے نہ سمجھے کہ درود ہمیشہ سلام کے بعد ہے گو یہ صحیح ہے کہ ہم نماز میں سلام پہلے اور درود شریف بعد میں پڑھتے ہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ جب ہم حضور کے اسم مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تو صلوٰۃ پہلے آتا ہے اور سلام بعد میں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ سورۃ احزاب کی اس آیت میں سلموا تسلیم سے اگر سلام تحیہ مراد نہیں تو بھی صلوٰۃ پہلے اور سلام بعد میں آئے گا۔

جب یہ ضروری نہیں کہ درود پہلے ہو یا سلام تو معلوم ہوا کہ اسلام میں درود اور سلام پڑھنا دو مستقل عمل ہیں کوئی ایک دوسرے کے تابع نہیں دونوں کی جزا بھی علیحدہ ہے۔ اگر یہ دونوں عمل ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہوتے اور ان میں افراد (دونوں کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا) ناجائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ بیان نہ فرماتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں عمل اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں۔

اندیشہ تھا کہ کوئی شخص جو بات کی تہہ کو نہ پہنچے اس آیت احزاب میں درود و سلام کا حکم ایک جگہ دیکھ کر دونوں کو ایک دوسرے سے لازم کر لے اور افراد کو ناجائز سمجھے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب اور علیم بذات الصدور ہیں۔ انہوں نے اس کے ازالہ کے لئے حضرت جبرئیل کو حضور کی خدمت میں بھیجا انہوں نے اگر دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ بیان کی۔ یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ یہ دونوں عمل اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں اور دونوں کی بڑی فضیلت ہے اور دونوں اپنی اپنی جگہ اجر و ثواب کا باعث ہیں۔

احادیث جن میں دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ مذکور ہے۔

عن ابی طلحۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء ذات یوم بالبشری تری فی وجہہ فقال انہ جاءنی جبرئیل فقال (قال ربک) اما یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرًا او لا یسلم علیک احد الا سلمت علیہ عشرًا

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ سے روایت ہے ایک دن حضور شریف لائے کہ آپ کے چہرے

پر کھلی خوشی دکھائی دے رہی تھی آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ آپ کے رب نے کہا ہے کیا آپ اس سے راضی نہیں کہ آپ کی اُمت میں سے جب کوئی آپ پر درود پڑھتا ہے تو میں اُس پر دس رحمتیں بھیجتا ہوں اور کوئی آپ پر سلام نہیں بھیجتا مگر یہ کہ میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہوں۔

مسند دارمی میں حضرت جبرئیل کی بجائے مطلق فرشتے کی آمد مذکور ہے باقی مضمون تقریباً وہی ہے:

ان ملكاً اتاني فقال يا حُمدان ربك يقول لك اما
يرضيك عشرًا

امام احمد کی روایت میں ہے:

ان جبریل علیہ السلام قال لا اله الا انت الله عز وجل
يقول لك من هتلى عليك صلوة صليت عليه ومن سلم عليك سلمت عليه
ترجمہ: بیشک جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ کیا میں آپ کو بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے
فرماتا ہے جو آپ پر درود بھیجتا ہے میں اُس پر درود بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام پڑھتا ہے
میں اُس پر سلام بھیجتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں عملوں کی جزاء کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا پتہ دیتا ہے
کہ دونوں عمل اپنی جگہ مستقل تھے ان کا اکٹھے ادا ہونا ضروری نہیں تھا جو شخص جس پر بھی چاہے
عمل کرے اسے اس کی جزا ملے گی۔ اس وقت یہ نہیں سمجھا جاتا تھا کہ درود و سلام کے بغیر مکر وہ
ہے یا سلام درود کے بغیر مکر وہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ صحابہؓ کو کسی
ایک عمل کی تعلیم دی اور اسی کو کافی سمجھا۔ حضرت حسن بن علیؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھے یہ دُعا ئے قنوت سکھلائی:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا اعْطَيْتَ وَ
تَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يَقْضِي

عليك وانه لا يذل من واليت تباركت ربنا وتعاليت وصلى الله
على النبي محمد ﷺ

اس دُعا کے آخر میں ”صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ“ کے الفاظ بدون سلام مذکور ہیں۔ تو اگر
درود بغیر سلام کے پڑھنا مکروہ ہوتا تو حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت امام حسنؑ کو فقط درود کی
تلقین کیوں فرماتے۔ سند ایہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ امام نسائی (۳۰۳ھ) نے اس کے مطابق
افرادِ صلوٰۃ پر ہی سنن نسائی کو ختم کیا ہے لکھتے ہیں:

وهو آخر كتاب المجتبى من النسائي والحمد لله رب العالمين و
صَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ
الطَّاهِرِينَ وَرَضِيَ اللهُ عَنْ كُلِّ الْمُصْحَابَةِ الْجَمْعِيِّينَ وَعَنِ التَّابِعِيِّينَ لَهُمْ
بِإِحْسَانِ الْحَمْدِ يَوْمَ الدِّينِ

علامہ ابن عابدین اشامی نے بھی ایک جگہ شرح غیتہ المصلیٰ کے حوالے سے سنن نسائی کی
یہ حدیث نقل کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ افرادِ صلوٰۃ جائز ہے اس موضوع پر یہ
حدیث بڑی صریح ہے۔

اقول وجزم العلامة ابن امير حاج في شرحه على التحرير
لعدم صحة القول بكراهة الافراد واستدل عليه في شرحه المسمى
بحلية المصلیٰ فی شرح منیۃ المصلیٰ بما فی سنن النسائی بسند صحیح
فی حدیث القنوت وصلى الله على النبي ثم قال مع الف في قوله تعالى
وسلام على المرسلين، وسلام عباده الذين اصطفى، الى غير ذلك واستدل
حسنه ومن رد القول بالكراهة العلامة ملا علی القاری فی شرح
الجزرية قرا بجمعہ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں اور علامہ ابن امیر احاج نے تحریر الاصول کی شرح میں اکیلا درود پڑھنے
کو مکروہ سمجھنا غلط ٹھہرایا ہے اور اپنی کتاب حلیۃ المصلیٰ میں سنن نسائی کی اس حدیث سے

استدلال کیا ہے جو قنوت (نازلہ) کی بحث میں سند صحیح سے منقول ہے اس میں صَلَّی اللہ علی النبی کے الفاظ ہیں (ساتھ سلام کا لفظ نہیں) قرآن کریم میں سلام کتنی جگہ اکیلا منقول ہے جیسے وَسَلَام علی المرسلین۔ سلام علی عبادہ الذین اسطقی۔ ان تمام میں (ہمارے لئے) اسوۂ حسنہ موجود ہے اور جن علماء نے اکیلا درود پڑھنے کو مکروہ کہنے کا رد کیا ہے ان میں مُلا علی قاری بھی ہیں جنہوں نے مشرح ہزریہ میں اسے مکروہ کہنے کی سخت تردید کی ہے سوائے دیکھنا چاہیئے۔

صحابہ کا افراد صلوٰۃ پر عمل اور حضور کی بشارت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ آنحضرت صَلَّی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کو یمن کی موجودگی میں درود شریف پڑھ رہے تھے آپ نے اپنے عمل کو جو ترتیب دی اسے آپ کی روایت میں دیکھئے اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اسے منظور می کا پروانہ عطا کیا۔ اور آپ کو رب العزت سے اس کی جزایا نے کی بشارت دی۔ آپ (حضرت عبداللہ بن مسعود) فرماتے ہیں:

فلما جلست بدأت بالثناء شتم الصلوٰۃ علی النبی شتم دعوت
لنفسی فقال النبی صَلَّی اللہ علیہ وسلم سل تعطہ

ترجمہ: پھر جب میں بیٹھا میں نے ثناء سے ابتداء کی پھر حضور پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دعا کی اس پر حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ لے تجھے دیا جائے گا۔ مانگ لے تجھے دیا جائیگا۔ اب دیکھئے اس میں صرف درود شریف پڑھنے کا ذکر ہے اور پھر دعا کا اور اس پر آنحضرت صَلَّی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی بھی صراحت سے مذکور ہے۔ حضرت زید بن خارہ ہزرجی نے حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

صلوا علی واجتہدوا فی الدعاء وقولوا اللہم صل علی
محمد وعلی آل محمد

ترجمہ: مجھ پر درود بھیجو اور دعائیں خوب محنت کرو اور کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد

عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اولى الناس بى يوم القيمة اكثرهم على صلوة له
ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن وہ شخص میرے زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر درود کثرت سے بھیجتا ہوگا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ویدری عن بعض اهل العلم قال اذا صلى الرجل على النبي صلى الله وسلم مرة في المجلس اجزاء عنه ما كان في ذلك المجلس له۔

اس میں تصریح ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا اس وقت کافی ہے جب تک وہ اس مجلس میں ہے۔ اگر سلام بھی لازمی ہوتا تو ایک دفعہ پڑھنا کافی نہ سمجھا جاتا۔ مولانا احمد رضا خاں نے کشف الغمہ عن جمیع الامتہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال صلى الله على محمد فقد فتح على نفسه سبعين باباً من الرحمة۔
اس کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں نے ان الفاظ میں کیا ہے:

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کہے صلی اللہ علی محمد اس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے لئے کھول لئے۔“

اس میں صرف صلوة کا ذکر ہے سلام کا نہیں۔ سوچئے کیا یہ شان اور فضیلت کسی فعل مکروہ پر مرتب ہو سکتی ہے؟ پیر ناداں نے کچھ تو سمجھ کی ہوئی!

علامہ عبد العزیز پرہاروی ان احادیث سے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم سلكوا احاديث في تعليم كيفية الصلوة وهي خالية عن التسليم وكفى به حجة على عدم الكراهة۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث سے درود شریف پڑھنے کی کیفیت

لہ رواہ الترمذی کافی الشکوة ص ۸۶ ۵۲۴ لکھنؤ ۱۸۷۵ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۵۸۵

منقول ہے اور وہ سلام سے خالی ہیں سو یہ کافی دلیل ہے کہ اکیلا درود پڑھنا جائز ہے۔
کیا ان احادیث میں جن میں حضور ﷺ نے درود پڑھنے کی کیفیت بیان فرمائی درود ابراہیمی کا ذکر نہیں؟ اور کیا یہ اسی کے بارے میں تصریح نہیں کہ اس طرح بغیر سلام کے درود پڑھنا ہرگز مکروہ نہیں ہے؟

افراد سلام پر بشارت نبوی

جس طرح آنحضرت ﷺ نے صرف درود پڑھنے پر بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائیں اور ان پر قبولیت اور اجر کی بشارتیں دیں اس طرح آپ نے صرف سلام پڑھنے کی بھی پوری پوری قبولیت بیان فرمائی اور کبھی درود و سلام کو ایک دوسرے سے لازم و ملزوم قرار نہیں دیا۔ آپ کی نظر میں درود و سلام دو مستقل اور علیحدہ علیحدہ عمل تھے جس پر بھی کوئی عمل کرے گا اپنے اخلاص و محبت کے مطابق اس پر اجر پائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
ابن لثہ ملکتہ سیاحین فی الارض يبلغونی من امتی السلام۔
ترجمہ: بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں سیاحت میں رہتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

کیا اس میں صرف سلام کا ذکر نہیں؟ کیا افراد سلام مکروہ ہے؟ روضہ مبارکہ پر حاضری دیتے ہوئے بعض اوقات کیا صرف سلام نہیں کہتے؟ مولانا احمد رضاؒ نے بھی مجرد سلام عرض کرنے کی تلقین کی ہے:

”مجرد تسليم بالاولاد عرض کرو۔ السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا خير خلق الله السلام عليك يا شفيح المذنبين، السلام عليك وعلى آلك وامحبابك وامتك اجمعين۔“

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا ”الحمد لله“

والسلام علی رسول اللہ“ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں بھی مانتا ہوں ”الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ“ یعنی اس کے حقیقت اور صحیح ہونے میں کلام نہیں لیکن حضورؐ نے ہمیں ایسا نہیں فرمایا حضور ﷺ نے یہی بتایا کہ چھینک آئے تو ہم کہیں ”الحمد للہ علیٰ خَلِّ حال“ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ حضور پر سلام بھیجنے سے ہمیں انکار نہیں لیکن سلام کا محل بھی حضورؐ سے منقول ہونا چاہیئے اور آپ پر سلام بھیجنے کا یہ محل نہیں ہے۔ اس روایت میں صریح طور پر ”افراد سلام“ ہے اور اس پر حضرت عبداللہ عمرؓ نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ خود بھی اکیلا سلام پڑھا پڑھا ایک جگہ حکم ہونے سے معیت لازم نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کتنے مقامات پر اَقِمْوُا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ کو اکٹھا بیان فرمایا ہے اس سے یہ مطلب تو سمجھا جاسکتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں عمل مؤمن کی زندگی میں جمع ہونے چاہئیں، دونوں حکموں کے درمیان واسطیٰ جمع کے لئے ہے معیت کے لئے نہیں۔ جمع کرنے سے معیت مراد لے لینا اسی طرح کی ایک نادانی ہے جیسے ایک شخص نے کسی کو پان کھاتے دیکھ کر کہا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ پیئے بھی جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اَحْلُوا وَاَشْرَبُوا کا حکم اکٹھے دیا ہے جب کچھ کھاؤ تو اس کے ساتھ اسی وقت پیتے بھی جاؤ۔

سورة احزاب کی آیت یا ایہا الذین امنوا اھلّوا علیہ وسلموا تسلیم میں تسلیم سے مراد تسلیم تحیہ لے لیا جائے تو بھی ضروری نہیں کہ درود اور سلام کو یکجا جمع کیا جائے اور معیت سے پڑھا جائے۔ اگر کسی وقت درود پڑھ لے اور کسی وقت سلام اور کسی وقت دونوں اکٹھے بھی پڑھ لے تو ہر صورت میں حکم آیت پر عمل ہو سکے گا ان میں سے کوئی سے کوئی عمل بھی مکروہ نہ ہوگا۔

امام نوویؒ شافعی المذہب تھے اور شافعیہ اور حنفیہ کا اس مسئلہ میں کچھ اختلاف رہا ہے۔ امام نوویؒ نے افراد کو مکروہ کہا تو محدثین نے ان پر سخت تنقید کی۔ حافظ ابن جریر

عسقلانی کے شاگرد علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں:

قال شيخنا وفيه اى قول النووي نظر: نعم يكره ان يفرط
الصلوة ولا يسلم اصلاً اماً لو صلى في وقت وسلم في وقت آخر فانه
يكون ممثلاً له

بہر لطف یہ کہ امام نوویؒ نے بھی اپنے فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔ ہر اس میں ہے:

اب الامام المحقق النووي ابسط القول بالكرهية

ترجمہ: محقق نوویؒ نے اس افراد کو مکروہ قرار دینے کا قول غلط قرار دیا ہے۔

سو جن حضرات نے اس مسئلہ میں امام نوویؒ کی تردید کی ہے وہ ان کے قول سابق کی تردید
تھی اور یہی ہے کہ مسئلہ صرف درود پڑھنے کے مکروہ ہونے کا فتویٰ اتنا کمزور ہے کہ خود امام
نوویؒ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

محدث جلیل ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں واؤ مطلق

جمع کے لئے ہے معیت کے لئے نہیں۔

الواؤ تفيد الجمع لا المعية كما عليه الاصولية فلا دلالة في

الآية على كراهية افراد الصلوة عن السلام وعكسه كما ذهب اليه

النووي واتباعه من الشافعية وقد اوضحت ذلك في رسالة مستقلة

اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ولا دلالة للجمع بينهما على وجه

المعية واما قول من قال يكره ولو خطأ فخطأ مقدمه جزيرى البوخارى مجرى جزيرى الشافعى

کی مشہور کتاب پر مصنف نے اس کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے ”الحمد لله وصلى

على نبيناه ومصطفاه“ ایک شافعی عالم کا اس طرح درود بغیر سلام کے پڑھنا شافعیہ

کے اپنے معروف مسلک کے خلاف تھا سو اس پر شیخ الاسلام ابو یوسفی زکریا انصاری نے

لکھا: كان ينبغي له ذكر السلام لان إفراد الصلوة عنده مكروه

وكعكسه لاقتراناهما في قوله تعالى صلوا عليه وسلموا تسليما۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ محمد بن زری باوجود شافعی ہونے کے افراد ہونے کے قائل نہ تھے انہوں نے مفتاح الحصن میں اس کی تصریح کی ہے: اما الجمع بین الصلوۃ والسلام فیقال صلّی اللہ علیہ وسلم فہو الادنی والافضل والاكمل ولو اقتصر علی احدہما جاز من غیر کراہۃ فقد جری علیہ جماعت من السلف ترجمہ: درود اور سلام کو اکٹھا پڑھنا کہ یوں کہا جائے صلی اللہ علیہ وسلم سو یہ بہتر اور افضل ہے اور اگر ایک سلام درود پڑھے یا ایک سلام پڑھے تو بھی بلا کراہت جائز ہے سلف صالحین کی ایک جماعت اس پر متفق ہے۔

اس پر سیدنا ملا علی قاری وعلیہ رحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں:

لیس ذلک بما کد فانی لا اعلم احداً نص علی ذلک من العلماء ولا من غیرہم

ترجمہ: یہ کوئی نکتہ بات نہیں ہے میں علماء میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے اس بات کی صراحت کی ہو اور نہ کسی اور کو (یعنی درود و سلام کے جمع کرنے کو افضل و اکمل قرار دینا یہ کسی ممتاز عالم سے منقول نہیں ہے)

نماز میں درود اور سلام کا علیحدہ علیحدہ حکم

حنفیہ کرام کے ہاں نماز میں تشہد واجب ہے۔ اسلام علیک ایھا النبی اسی میں آجاتا ہے لیکن درود شریف پڑھنا سنت ہے واجب نہیں درود و سلام اگر ایک ہی حکم میں ہوتے اور دونوں پر عمل یکساں اور ایک ساتھ ہوتا تو دونوں کا حکم جد اجدانہ ہوتا فقہ حنفی کی مرکزی کتاب ہدایہ میں ہے۔

ويتشهد وهو واجب عندنا وصلى على النبي عليه السلام وهو ليس بفريضة عندنا خلافاً للشافعي فيهما لقوله عليه السلام اذا قلت فقد تمت صلاتك

لہ المذبح الفکریہ شرح المقدمہ الجبرریہ ص ۹۰ ہدایہ اولین ص ۹۰

ترجمہ، اور شہد پڑھے اور وہ واجب ہے ہمارے ہاں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یہ فرض نہیں بخلاف امام شافعیؒ کے حضور نے فرمایا جب تم نے التحیات پڑھ لیا تو تمہاری نماز ہو گئی۔

ابتدائی درجے کا طالب علم بھی صرف درود پڑھنے کو مکروہ نہیں کہہ سکتا۔

برصغیر پاک و ہند میں کسی معمولی طالب علم سے بھی اُمید نہیں کی جاسکتی کہ وہ حضور پر درود پڑھنے کو ناجائز بتلائے اور درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ کہے حنفی مسلک کے طلبہ جو ہدایۃ الخوا اور شرح مائتہ عامل پڑھتے ہیں وہ بھی اس درجہ جہالت میں مبتلا نہیں ہوتے کہ پیر نادان کی طرح ایک وقت میں صرف درود پڑھنے کو ناجائز سمجھنے لگیں۔ شرح مائتہ عامل کے خطبہ میں صرف درود ہے بغیر سلام کے یہاں سلام مذکور نہیں جس نے شرح مائتہ عامل بھی پڑھی ہو وہ یہاں درود شریف کا افراد دیکھ کر کبھی اسے مکروہ کہنے کی جسارت نہ کرے گا اس کا خطبہ یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نِعَمَائِہِ الشَّامِلَةِ وَالْاِنَّہُ الْکَامِلُہُ وَالصَّلٰوۃُ
عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰی عَلٰی اٰلِہِ الْمُحْتَبٰی۔ اس کے حاتمہ پر جامع الرموز کے حوالے سے یہ تصریح کر دی گئی ہے:-

و در ترک سلام کہ اسم تسلیم است اشارت بعدم کراہت آنت۔
ترجمہ:- سلام جو تسلیم کا اسم ہے نہ کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ صرف درود پڑھنا جس میں سلام نہ ہو مکروہ نہیں ہے۔

ہدایۃ الخوا کا پہلا سبق پڑھنے والا طالب علم ہدایۃ الخوا کے اس خطبہ سے خبر نہیں پر پیر نادان کو اس کی خبر نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی
رَسُوْلِہِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اب آپ ہی سوچیں کیا اس پیر نادان نے ہدایۃ الخوا بھی پڑھی ہوگی کاش کہ یہ لوگ جو نازے باہر درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا رہے ہیں صرف کی کتاب شافعیہ

کا پہلا صفحہ پڑھنے کے لائق ہی ہوتے تو کبھی درود پڑھنے کو مکروہ نہ کہتے۔ شافیہ کے خطبہ میں درود شریف کے بغیر سلام ان لفظوں میں مرقوم ہے: الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ص ۲۔

مختصر المعانی کا طالب علم جب اس کا خطبہ پڑھتا ہے اور درود بغیر سلام کے دیکھتا ہے تو کیا وہ ایک مکروہ عمل کر کے آگے گزرتا ہے۔ کچھ تو سوچئے اور اس پیر ناداں کی جہالت پر غور کیجئے کس بے دردی سے درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلائے۔ بہر حال مختصر المعانی کا خطبہ یہ ہے:

نحمدك يا من شجح حد ورنال تخيم البيان في ايفاح المعاني
ونور قلوبنا جلوا مع البيان من مطالع المثاني ونصلي على نبيك محمد
الموید دلائل اعجازه باسرار البلاغة وعلى اله واصحابه
الحسنین قصبات السبق في مضمار الفصاحة والبراعة وبعد ص ۲۔
معلوم ہوتا ہے پیر ناداں نے مختصر المعانی کبھی دیکھی نہ ہوگی۔ اسے پڑھنے کا موقع ملتا
تو ایسی بات نہ کہتا

ہم نے ایک حلقہ فکر میں یہ چند حوالے دکھائے تو ایک صاحب ان کے دفاع میں کہنے لگے کہ ہمارے علماء صرف و نحو میں کچھ دلچسپی نہیں رکھتے، فنون میں کمزور ہوتے ہیں ان کی ساری محنت عقائد پر ہوتی ہے۔ تو ہم نے عقائد اہلسنت کی درسی کتاب شرح عقائد نسفی ان کے سامنے رکھ دی اور اس کا یہ خطبہ سنایا تو وہ دائیں بائیں جھانکنے لگ گئے:

الحمد لله المتحد بجلال ذاته وكمال صفاته التقديس
في نعوت الجبروت عن شوائب النقص وسماواته والصلوة على نبينا
محمد المويذ بساطع حججه وواضح بيّناته وعلى اله واصحابه
هداة طريق الحق وحماته فبعد فان علم الشرائع الاحكام واساس
قواعد عقائد الاسلام هو علم التوحيد والصفات ص ۵۔

ترجمہ: اور درود ہو ہمارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو روشن دلائل اور واضح

معجزات کے ساتھ تائید یافتہ ہیں اور ان کے آل اور اصحاب پر جو سچائی کی راہ کے راہنما ہیں (معیار حق ہیں)

کیا یہاں علامہ شفیع صاحب متن اور علامہ تفتازانی الشارح (۷۹۱ھ) دونوں عمل مکروہ کا ارتکاب کر رہے ہیں کہ صلوٰۃ بغیر سلام کے لکھ رہے ہیں۔ کچھ تو سوچیے جہالت بھی عجب بلا ہے جو درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا رہی ہے اور پیر ناداں کے قالب میں سامنے آرہی ہے۔

صاحب اس قول مکروہ کا ذنا ع کر رہے تھے کہنے لگے کہ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کی کتاب بشرح عقائد نسفی تو ہم نے اب تک نہیں سنی۔ ہم نے پوچھا آپ نے عقائد اہل السنۃ کی کونسی کتاب کا نام سنا ہے؟ تو کہنے لگے ”ہدایہ شریف“ ہم نے کہا وہ توفیق کی کتاب ہے عقائد کی نہیں۔ وہ بیچارے عقائد اور فقہ تک میں فرق نہ جانتے تھے اس پر ہم نے انہیں ہدایہ شریف کا خطبہ سنایا تو وہ اپنا سامنہ لے کے رہ گئے۔ بہر حال ہدایہ کا وہ خطبہ یہ ہے اس میں بھی درود بغیر سلام کے مذکور ہے:

الحمد لله الذي اعلى معالم العلم وعلامه واطهر شعائر الشوع واحكامه وبعث رسلا وانبيا صلوات الله عليهم اجمعين الى سبيل الحق هادين مالم

کیا اس میں درود بغیر سلام کے لکھا ہوا نہیں۔ درود ابراہیمی کو مکروہ بتلانے والا اگر صرف ونحو کی کتابوں سے ناواقف تھا عقائد کی درسی کتابیں بھی نہ پڑھی تھیں کیا اسے ہدایہ تک دیکھیں بھی نصیب نہ ہوئی تھی کچھ تو اس نے پڑھا ہوتا اب آپ ہی بتلائیں کہ اس قسم کے جاہلوں کا دینی پیشوا بن جانا کیا قیامت کی نشانی نہیں ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کے فتاویٰ کی دوسری جلد اس وقت سامنے رکھی ہے خیال آئے کہ خانصاحب کی رائے بھی اس مسئلہ میں دیکھ لیں معلوم ہوا کہ خاں صاحب نے یہاں حنفی مذہب کی مخالفت نہیں کی اور بغیر سلام درود پڑھنے کو بالکل جائز سمجھا ہے وہ افراد کے مکروہ ہونے کے قائل نہ تھے۔ یہاں جو جہلاء درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا

ہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی کتابیں بھی پڑھے ہوئے نہیں وہ فتاویٰ رضویہ کو ہی دیکھ لیتے تو اتنی غلط بات نہ کہتے۔ یہ فتویٰ رضویہ ڈچکوٹ روڈ فیصل آباد کا شائع کردہ ہے کتاب ص ۱۷۱ سے میرٹھ محلہ نگر کے ایک سوال سے شروع ہوتی ہے سر عنوان یہ درود دکھا ہے:

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اس میں صرف درود ہے سلام اس کے ساتھ نہیں ہے۔

پھر ایک سوال کے جواب کے آخر میں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

واللہ سبحانہ الموفق والمعين وبہ نستعين فی کل حین وصلى اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وعلینا معهم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ایک جگہ کفر کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ فی بعض ما جاء به من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے..... الخ۔

کیا یہاں مولانا احمد رضا خاں نے صرف درود بغیر سلام کے نہیں لکھا؟ پھر کیا وجہ کہ ان کے یہ ولایتی پیروان کے اس درود پڑھنے کو مکروہ نہیں کہتے اور درود ابراہیمی کے مکروہ ہونے کا شور سارے ملک میں پھیلا رکھا ہے۔

پھر مولانا احمد رضا خاں نے رسالہ منیر العین کے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف درود بھیجا ہے سلام کا وہاں ذکر نہیں پھر کیوں آپ پر مکروہ فعل کے ارتکاب کا فتویٰ نہیں دیا؟ منیر العین کے خطبہ میں ہے:

ان محمدًا عبداً ورسولہ، بالہدی ودين الحق ارسله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ پھر کتاب کے آخر میں ہے: سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ واولیاء اجمعین۔

بتلائیے مولانا احمد رضا خاں کا یہ صرف درود بھیجنا عمل مکروہ تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر آپ ہی فیصلہ کریں کہ یہ پیر ناداں کس درطہ و حالت میں مبتلا ہے۔ پھر اس جلد کے ناشر اصغر علی صاحب نے اس پر جو مقدمہ لکھا ہے اس کا سر عنوان بھی ہے:

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

ہمیں حیرت ہوئی کہ مولانا احمد رضا خاں کے ان حوالوں کو دیکھ کر بھی بعض بریلویوں نے کہا کہ یہاں بے شک درود بغیر سلام کے ہے اور یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اکیلا درود پڑھنے کو مکروہ نہ سمجھتے تھے لیکن ان حوالوں میں درود ابراہیمی پڑھنے کا تو کہیں ذکر نہیں وہ پڑھنا ضرور مکروہ ہے۔ ہمارے پیر صاحب نے بڑے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنا مکروہ ہے۔ اور جو لوگ اس کی (درود ابراہیمی) تسبیحات کرتے ہیں وہ اپنے اس فعل سے توبہ کریں۔ استغفر اللہ العظیم۔

اس پر ہم نے انہیں فتاویٰ رضویہ سے مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ دکھایا حالانکہ لکھتے ہیں:

”سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل عمل میں یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہو وہاں رک جائے اور ہر شریعہ ہے کہ ایک وقت متعین کر کے ایک عدد مقرر کرے کہ اس قدر با وضو و زانوں ادب کے ساتھ مدیر نہ طیبہ کی طرف مُنہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو“ لہ

کیا یہ درود ابراہیمی پڑھنے کی ترغیب نہیں؟ کیا یہ سب نمازیں پڑھنے کا بیان ہے؟ کیا راہ چلتے بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ کیا اس میں درود شریف کی تسبیح کی ترغیب نہیں؟ کیا سو بار پڑھنے کا ذکر نہیں؟ ماناں سے باہر درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ کہنا بہت بُری حرکت ہے اور بڑا مکروہ فتوے ہے جس کے قائل پر سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے جس جس نے بھی یہ ناپاک بات کہی ہے اسے اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

حمداً لك يا عظيم صلى على نبيك الكريم وآله وصعبه اذلى التكرم
درمجتهدی دینہ القوم آمین۔

لوگوں نے جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیا ہے علامات قیامت اپنا پر تو ڈال رہی ہے
علماء اٹھتے جا رہے ہیں ایک جاہل ایک جلسہ میں بڑے طمطراق سے کہہ رہا تھا کہ درود
سلام ایک جملے میں ادا ہونا ضروری ہیں جس طرح آیت احزاب میں صلوا علیہ وسلموا تسلیماً
کا حکم بچکا ہے اسی طرح درود و سلام ایک جملہ میں ادا ہونے چاہئیں اور اس پر تفسیر بیضاوی
کا حوالہ دیا سمجھ میں سے ایک شخص نے ہمیں یہ بات بتائی اور پوچھا کہ تفسیر بیضاوی میں
کیا ایسا ہی لکھا ہے کہ درود و سلام ایک جملے میں ادا ہونے چاہئیں ہم نے تفسیر بیضاوی کو
کھولا تو اس میں یہ عبارت ملی:

والایة تدل علی وجوب الصلوة والسلام فی الجملة

ترجمہ: اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ صلوٰۃ و سلام فی الجملة واجب ہے
فی الجملة سے مراد درود اور سلام کا مطلقاً واجب ہونا ہے۔ اجمال اور تفصیل کے
الفاظ تو آپ نے عام سنے ہوں گے مختصر بات مجمل ہوتی ہے اور اسے فی الجملة کہہ کر ذکر
کر دیتے ہیں۔ سو مختصر بات یہ کہ درود اور سلام دونوں واجب ہیں لیکن تفصیل اس کی کیسے؟
دونوں متعالیٰ کٹھ پڑے جائیں یا دو علیحدہ علیحدہ وقوع پر بھی انہیں پڑھا جا سکتا ہے یہاں اس کی
تفصیل نہیں دونوں کا پڑھنا فی الجملة واجب ہے یہی آیت کا اجمال ہے تفصیل دوسرے مراجع
سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ سو بیضاوی کی اس عبارت کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں کہ درود
اور سلام دونوں اپنی اپنی جگہ واجب ہیں دونوں کا یکجا پڑھنا انہوں نے نہیں لکھا ہے۔
بیضاوی کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دونوں ایک جملہ میں ادا ہونے چاہئیں کسی
بڑے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ قاضی بیضاوی نے خود دونوں حکموں (درود پڑھنے
اور سلام بھیجنے) کے لئے دو علیحدہ علیحدہ جملے۔۔۔ انہوں نے درود و سلام کو ایک جملے میں ادا
نہیں کیا تو ان کی یہ مراد کیسے ہو سکتی ہے کہ درود و سلام ایک جملے میں ادا کئے جائیں
اگر یہ کہنا ہوتا کہ دونوں ایک فقرے میں ادا ہونے چاہئیں تو عبارت اس طرح ہوتی:

والآیتہ تدل علی وجوب الصلوٰۃ والسلام فی جملة واحدة۔
 افراد جو مکروہ ہے وہ یہ کہ کوئی شخص درود شریف پڑھے اور سلام کبھی بھی نہ پڑھے
 یا سلام پڑھے اور درود شریف کبھی بھی نہ پڑھے۔ اگر کسی وقت درود شریف پڑھ لیا اور کسی
 وقت درود سلام پڑھ لیا اور کسی وقت سلام تو بھی آیت انزاب کے حکم پر عمل ہو جاتا
 ہے اور اس ارشاد الہی کی تعمیل ہو جاتی ہے کہ ”اے ایمان والو اس نبی پاک پر درود پڑھو اور
 سلام بھیجو“ اور معاً بھیجا ضروری نہیں اور اکٹھے پڑھے جائیں تو بھی حرج نہیں۔ علامہ سخاوی
 اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں:

یکبر ان یضرب الصلوٰۃ ولا یسلم اصلاً ما لوصلی فی وقت وسلم فی وقت آخر
 فانه یکون محتلاً

ترجمہ: مکروہ یہ ہے کہ صرف درود بھیجا جائے اور سلام بالکل نہ — لیکن اگر کسی
 وقت درود پڑھا اور کسی دوسرے وقت میں سلام تو اس سے حکم خداوندی پر عمل ہو جائیگا۔
 مؤلف کہنا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں صلوٰۃ و سلام ایک وقت میں جمع ہوں مطلق
 جمع ہونا کافی مولانا احمد رضا خاں کے فتاویٰ جلد چہارم کو دیکھئے ایک جگہ نہیں بیسیوں مقامات
 پر درود بغیر سلام کے مذکور ملیگا۔

حدائق بخشش اٹھا کر دیکھئے بیسیوں جگہ سلام بغیر درود کے ملے گا۔ اگر افراد مکروہ ہوتا
 تو کسی جگہ تو احمد رضا خان کو سمجھ آگئی ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں، کیا میں ہی اس حدیث میں مکرہ ہوں
 کا بادشاہ ہوں۔ اعاذ اللہ منہ والآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
 صلوات اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین
 ورضی اللہ عن کل الصحابة اجمعین۔

دوسری جلد تمام ہوتی، تیسری جلد آگے آ رہی ہے۔ (ان شاء اللہ العزیز)

